باب ۱۴

الیس کی جنگ کے بعد جابان نے دریائے فرات سے چند میل پیچھے ہٹ کر ایک نہر کے کنارے پڑاؤ ڈال دیا اور شکست خوردہ سپاہی وہاں جمع ہو کر بہمن جاذویہ کی تازہ ہدایات کا انتظار کرنے لگے۔

یہ تیسری جنگ تھی جس میں زربخت نے حصّہ لیا تھا۔ جابان اُس کی جرأت اور ذہانت کا معترف ہو چکا تھا اور اُسے یہ مژدہ سنا چکا تھا کہ میں نے جن عہدہ داروں کو ترقی دینے کی سفارش کی ہے، اُن میں تمہارا نام سرِفہرست ہے۔

ایک صبح زربخت کے خیمے میں ایک سپاہی داخل ہُوا اور اُس نے اطلاع دی کہ جابان نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔ وہ جلدی سے اُٹھا اور جابان کی قیام گاہ کی طرف چل دیا۔ قائمقام سپہ سالار اپنے کشادہ خیمے میں بیٹھا ہُوا تھا اور ایک نوجوان اُس کے سامنے کھڑا تھا۔ زربخت نے خیمے کے اندر پاؤں رکھتے ہی اُس نوجوان کو پہچان لیا۔ اُس کا نام آدمان تھا اور وہ کسریٰ کی محافظ فوج میں زربخت کے ماتحت رہ چکا تھا۔

پُرانے ساتھیوں نے ہاتھوں اور نگاہوں کے اشاروں سے ایک دوسرے کا خیرمقدم کیا۔

جابان نے پوچھا: "تم ایک دوسرے کو جانتے ہو؟"

آدمان نے جواب دیا: "جی ہاں، یہ شاہی رسالے میں میرے افسر تھے۔"

جابان زربخت کی طرف متوجہ ہُوا۔ "زربخت! فریبرز کی خواہش ہے کہ تمہیں شہنشاہ کے محافظ لشکر میں واپس بھیج دیا جائے۔ اب تم مدائن میں اُن کے نائب کی حیثیت سے کام کرو گے۔ اُنہوں نے لکھا ہے کہ نئے سپاہیوں کی تربیت کے لئے اُنہیں ایک آزمودہ کار اور مستعد افسر کی ضرورت ہے اور تم وہ خوش قسمت

ہو جنہیں وہ اس ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں۔"

زربخت نے جواب دیا: "لیکن میرا خیال تھا کہ وہ مجھے لڑائی ختم ہونے سے پہلے واپس نہیں بُلائیں گے۔"

جابان نے کہا: "مجھے معلوم ہے کہ سپہ سالار نے تمہیں اُن کی سفارش پر اپنے لشکر میں شامل کیا تھا۔ لیکن اب وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ تمہاری مدائن میں زیادہ ضرورت ہے۔ مجھے سپہ سالار نے یہ حکم بھی بھیجا ہے کہ تمہیں فوراً سبکدوش کر دیا جائے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ تم جا رہے ہو لیکن اس میں تمہاری بہتری ہے۔ جس مقصد کے لئے فریبرز نے تمہیں محاذِ جنگ پر بھیجا تھا وہ پُورا ہو چکا ہے۔ تم یہ ثابت کر چکے ہو کہ تم ایک اچھے سپاہی ہو اور تمہیں کوئی بڑی ذمہ داری سونپی جا سکتی ہے۔ اب مدائن میں کوئی یہ نہیں کہہ سکے گا کہ فریبرز نے کسی ذاتی تعلق کی بنا پر تمہیں ترقی دی ہے ۔۔۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مدائن کے حالات تسلی بخش نہیں، ورنہ سپہ سالار اتنے دن وہاں ٹھہرنا پسند نہ کرتے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ فریبرز نے تمہیں اپنے پاس بُلایا ہے۔ اب تم فوراً روانہ ہو جاؤ۔" زربخت نے اُسے سلام کیا اور آدمان کے ساتھ باہر نکل آیا۔

تھوڑی دیر بعد اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اپنے نوکر کو گھوڑا تیار کرنے اور ناشتا لانے کا حکم دیا اور پھر آدمان کو اپنے قریب بٹھاتے ہوئے سوال کیا: "مدائن میں کیا ہو رہا ہے۔ سپہ سالار وہاں کیا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں نے امغشیا پر قبضہ کر لیا ہے اور اب وہ حیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جابان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ اُنہیں پیشقدمی کا حکم کب ملے گا۔ کیا یہ افواہ درست ہے کہ شہنشاہ بیمار ہیں؟"

آدمان نے جواب دیا: "ہاں وہ بہت بیمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ سپہ سالار وہاں رُک گئے ہیں۔"

"لیکن وہ حیرہ کے لوگوں کو اُن کے حال پر نہیں چھوڑ سکتے۔"

آدمان نے جواب دیا: "ممکن ہے کہ اُنہیں حیرہ سے زیادہ مدائن کی فکر ہو۔"

"لیکن وہ وہاں رہ کر بھی جابان کو پیشقدمی کا حکم دے سکتے تھے۔"

"لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ موجودہ حالات میں وہ لشکر کا مدائن سے قریب رہنا زیادہ پسند کرتے ہوں۔"

زربخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا: "آدمان! تم میرے دوست ہو۔ اگر تمہیں مدائن میں کسی سازش کا علم ہے تو تم مجھ سے کھل کر بات کر سکتے ہو۔"

آدمان نے جواب دیا "مجھے کسی سازش کا علم نہیں لیکن جب شہنشاہ بیمار اور فوج شکست پر شکست کھا رہی ہو تو شاہی محل کی چار دیواری کے اندر ہر بات ممکن ہو سکتی ہے۔"

"لیکن بہمن کے متعلق میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کسی سازش میں حصہ لے سکتا ہے وہ ایک سپاہی ہے۔"

آدمان نے جواب دیا "ممکن ہے کہ شہنشاہ نے اسی وجہ سے اُسے مدائن میں روک لیا ہو کہ وہ خطرے کے وقت اُن پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسے حالات میں سلطنت کی تقدیر کبھی کبھی خواجہ سراؤں کے ہاتھ میں آجاتی ہے۔"

زربخت نے کہا "لیکن مجھے یقین ہے کہ جب تک شہنشاہ کے محافظ لشکر کی کمان فریبرز کے ہاتھ میں ہے۔ مدائن میں کوئی محلاتی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔"

آدمان نے جواب دیا "اس بات کا مجھے بھی یقین ہے لیکن ..... ؟"

"لیکن کیا ......"

"آپ جانتے ہیں کہ فریبرز اپنی حدود سے آگے قدم رکھنا پسند نہیں کرتے۔ وہ تخت اور تخت پر بیٹھنے والے کی حفاظت تو کرتے ہیں لیکن اگر ایک بیمار حکمران چل بسے تو تخت کے نئے دعویداروں کے جھگڑے میں دخل نہیں دیتے۔ اُن کی وفاداری صرف اُس دعویدار کے ساتھ ہوتی ہے جو اپنے حریفوں کو پچھاڑ کر تخت پر بیٹھ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کی تبدیلی اُن کے عہدے پر اثر انداز نہیں ہوتی اور مدائن کے عوام اور اُمراء یکساں اُن کی عزت کرتے ہیں۔"

زربخت کو اپنے باپ کے دوست اور اپنے محسن کی ذات پر کوئی تبصرہ پسند نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے فوراً گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت محسوس کی۔

تھوڑی دیر بعد وہ ناشتے سے فارغ ہو کر سفر کی تیاری کر رہا تھا کہ خیمے سے باہر اُسے آدمیوں کا شور سُنائی دیا۔ پھر اچانک ایک سپاہی ہانپتا ہوا خیمے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا "جناب پہریداروں نے ایک مشتبہ آدمی کو گرفتار کیا ہے لیکن وہ یہ کہتا ہے کہ آپ اُسے جانتے ہیں۔"

زربخت مضطرب سا ہو کر باہر نکلا، خیمے سے چند قدم دُور اُسے سپاہیوں کا ہجوم دکھائی دیا! ایک سپاہی نے ایک عمر رسیدہ آدمی کے گلے میں رسّا ڈال رکھا تھا اور بے بسی کے احساس سے اُس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ یہ کاؤس تھا۔ اپنے بوڑھے نوکر کی یہ حالت دیکھ کر زربخت کے دل پر چرکا لگا۔ اُس نے بھاگ کر سپاہی کے مُنہ پر ایک مُکا رسید کیا اور کاؤس کے گلے سے رسّا اُتار دیا۔

کاؤس نے گردن اُٹھا کر زربخت کی طرف دیکھا اور اُس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔

دوسرے سپاہی خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔

زربخت نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "کاؤس مجھے افسوس ہے۔"

وہ بولا "میں بار بار یہ کہتا تھا کہ میں آپ کا نوکر ہوں لیکن یہ میری بات سُننے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے مجھے مُسلمانوں کا جاسُوس سمجھ کر گرفتار کر لیا اور میرا گھوڑا چھین لیا۔ ایک سپاہی جس نے گھوڑے کی باگ پکڑ رکھی تھی، آگے بڑھ کر کہا "جناب ہمیں افسوس ہے لیکن ہمیں یہی حکم تھا کہ اگر کوئی مشتبہ آدمی پڑاؤ کے آس پاس دیکھا جائے تو اُسے گرفتار کر لیا جائے۔"

زربخت نے گرج کر کہا "تم خاموش رہو۔" پھر وہ کاؤس کی طرف متوجہ ہوا۔ "کاؤس میں ایک ضروری کام سے مدائن جا رہا ہوں، تم میرے ساتھ جانا چاہتے ہو؟"

"جناب مَیں آپ کے پاس آیا ہوں۔ پہلے میری باتیں سُن لیجئے، پھر جہاں مرضی ہو لے جائیے!"

"کہو!"

کاؤس نے وہاں جمع ہونے والے سپاہیوں کی طرف دیکھا اور گردن جھکا لی۔ زربخت نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "میرے ساتھ آؤ!"

وہ خیمے کی طرف بڑھے اور آدمان جو باہر نکل کر یہ تماشا دیکھ رہا تھا، ایک طرف ہٹ گیا۔

زربخت نے کہا "آدمان تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ اندر داخل ہوئے اور چند ثانیے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے پھر زربخت نے کہا "کاؤس! اگر تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ دشمن نے ہمارا گھر ... ہے یا ہمارے باغات اُجاڑ دیئے

ہیں تو اس کے لئے تکلیف کی ضرورت نہ تھی۔ اب اپنے گاؤں کے متعلق کوئی خبر میرے لئے ناقابلِ برداشت نہیں ہو سکتی۔"

کاؤس نے جواب دیا: "میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ آپ کا گھر سلامت ہے، آپ کا گاؤں، آپ کے کھیت اور باغات سب محفوظ ہیں۔"

"اور تم وہاں سے بھاگ آئے ہو؟"

"نہیں مجھے حسان نے بھیجا ہے۔ میں سیدھا مدائن جانا چاہتا تھا، پھر خیال آیا کہ شاید آپ فوج کے ساتھ ہوں۔"

"تو تم حسان کے ایلچی بن کر آئے ہو؟"

"ہاں میں حسان کی طرف سے یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ اگر آپ واپس آجائیں تو آپ کی جان، عزت اور جائیداد کی حفاظت اُس کے ذمے ہو گی۔ اُس نے اپنے سپہ سالار سے آپ کے لئے یہ فرمان حاصل کر لیا ہے کہ اگر آپ امن بحال کرنے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کریں تو آپ کے گاؤں سے لے کر ولجہ اور مذار تک مفتوحہ علاقے کا انتظام آپ کے سپرد کر دیا جائے۔ اس سے قبل حسان نے اسی قسم کا فرمان آپ کے والد کے لئے حاصل کیا تھا۔ وہ آپ کے احسانات کا بدلہ چکانے آیا تھا لیکن آپ نے اُسے دشمن سمجھ کر بات کرنے کا موقع نہ دیا۔ مسلمانوں کی فوج کے ایک اور بڑے سالار نے پچھلے دنوں علاقے کا دورہ کیا تھا اور مقامی عرب سرداروں نے بھی اُس سے یہی درخواست کی تھی کہ آپ کو واپس بلا لیا جائے۔ وہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا تھا کہ جب ہرمزا اور اُس کے اہلکار عرب کاشتکاروں پر ظلم توڑ رہے تھے تو آپ اُن کے حامی تھے۔"

زرنجت نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا: "حسان نے انہیں ایران کے ساتھ غداری پر آمادہ کرنے کے لئے بہت جال بچھائے ہیں لیکن وہ مجھے فریب نہیں دے سکتا۔"

کاؤس نے کہا: "اگر مجھے یہ شبہ ہوتا کہ حسان آپ کو فریب دے سکتا ہے تو میں آپ کے پاس اُس کا ایلچی بن کر نہ آتا۔"

"تم مجھ سے اصلی بات چھپا رہے ہو، تم صاف کیوں نہیں کہتے کہ اگر میں واپس چلا جاؤں تو حسان کا پہلا مطالبہ یہ ہو گا کہ میں مسلمانوں کا دین قبول کروں اور پھر اُن کے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر اپنے شہنشاہ اور اپنے وطن کے خلاف جنگ لڑوں۔"

کاؤس نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا: "نہیں، حسان آپ سے یہ مطالبہ نہیں کرے گا کہ آپ مسلمان ہو جائیں، اُسے یقین ہے کہ مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کے بعد آپ اسلام سے دُور نہیں رہ سکتے۔ اُس کے نزدیک اسلام کسی قبیلے یا قوم کا مذہب نہیں بلکہ وہ سیدھا راستہ ہے جس کے مسافروں کے درمیان رنگ اور نسل کا امتیاز باقی نہیں رہتا۔ مجھے رخصت کرتے ہوئے اُس نے یہ کہا تھا کہ وہ دن دُور نہیں جب زرنجت جیسے انسان مدائن کے چوراہوں میں اسلام کی تبلیغ کریں گے۔"

زرنجت کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے کہا: "اگر تم میرے باپ کے نوکر نہ ہوتے تو میں تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دیتا۔ اب تم واپس جاؤ اور اُس دن کا انتظار کرو جب ہماری افواج فتح کے نقارے بجاتی ہوئی آگے بڑھیں گی اور ایران کے دشمنوں اور غداروں کو سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں ملے گی۔ آؤ! تمہارا گھوڑا تمہیں واپس مل جائے گا۔"

زرنجت دروازے کی طرف بڑھا لیکن کاؤس نے کہا: "ٹھہرئیے میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔" وہ رک گیا اور چند ثانیے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر کاؤس نے کہا: "میں نے حسان سے وعدہ کیا تھا کہ میں اُس کے بھائی کو لے کر واپس آؤں گا، اگر وہ مدائن میں ہے تو مجھے ساتھ لے چلئے۔"

"نہیں!" زرنجت نے فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا: "حسان کا بھائی واپس نہیں جائے گا۔"

کاؤس نے سراپا التجا بن کر کہا: "قباد کے بیٹے! میں آپ کا دشمن نہیں ہوں، میری بات غور سے سُنئیے حسان نے گاؤں کے لوگوں کے ساتھ جو نیک سلوک کیا ہے اُس کے بعد وہ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ اُس کے بھائی کو قیدی بنا لیں اور مجھے یقین ہے کہ ماہ بانو بھی یہ پسند نہیں کرے گی۔"

"میں مُسلمانوں کے جاسُوس کو اپنی بہن کے سامنے جانے کی اجازت نہیں دُوں گا تم واپس جا کر حسان کو یہ بتا دو کہ اُس کا بھائی مر چکا ہے اور اُس کی تلاش کے لئے کسی جاسوس کو مدائن بھیجنے کی ضرورت نہیں۔"

"سہیل مر چکا ہے ؟"

"ہاں! تمہیں مجھ پر یقین نہیں آتا ؟"

"میں آپ کی بات پر یقین کر سکتا ہوں لیکن حسان کو یقین نہیں آئے گا کہ اُس کا بھائی مر چکا ہے اور آپ نے اُسے خبر بھیجنے کی ضرورت بھی محسُوس نہیں کی۔"

"تم میری کوتاہی کی تلافی کر سکتے ہو، اب میرا وقت ضائع نہ کرو۔"

کاؤس نے بددل سا ہو کر سوال کیا۔ "کیا سہیل واقعی مر چکا ہے ؟"

زرنجت نے اُس کا بازو پکڑ کر خیمے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔ "بیوقوف میں ایک بار تمہارے سوال کا جواب دے چکا ہوں۔ وہ گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا تھا۔"

کاؤس نے بے بسی کی حالت میں زرنجت کی طرف دیکھا اور سر جھکا لیا۔

تھوڑی دیر بعد تین سوار پڑاؤ سے باہر نکل رہے تھے۔ زرنجت اور آدمان کا رُخ مدائن کی طرف تھا اور کاؤس اپنے گاؤں کی طرف جا رہا تھا۔

آدمان نے اچانک اپنے ساتھی سے سوال کیا۔ "گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے والا کون تھا ؟"

"کوئی نہیں۔" زرنجت نے مرجھائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

○

آدھی رات کے قریب مدائن میں داخل ہوتے ہی زرنجت کو اردشیر کی موت اور شہریار کی تخت نشینی کی خبر ملی اور صبح ہوتے ہی اُس نے فریبرز کی قیام گاہ کا رُخ کیا۔ عام حالات میں سلطنت کے اعلیٰ عہدہ داروں کے سوا بہت کم لوگ ایسے تھے جو دفتر کے مقررہ اوقات کے علاوہ فریبرز سے مُلاقات کر سکتے تھے۔ وہ ان اُمرا اور وزرا سے جہاں تک ہو سکے دُور رہنے کی کوشش کرتا تھا جنہیں ذاتی اغراض کے حصُول کے لئے کسی بااثر ساتھی یا دوست کی تلاش رہتی تھی۔ مدائن کی گروہی اور محلاتی سازشوں میں دلچسپی لینے والے

لوگ جب اُس سے تنہائی میں گفتگو کرنے کا ارادہ لے کر جاتے تو اُنہیں یہ محسُوس ہوتا کہ اس عمر رسیدہ آدمی کو محافظ فوج کی تربیت یا اُس کے افسروں اور سپاہیوں کی تنخواہوں کے سوا اور کوئی دلچسپی نہیں اُس کا سرکاری دفتر دریا کے دوسرے کنارے محافظ فوج کے مستقر میں تھا اور گھر کے نوکروں کو یہ ہدایت تھی کہ جو لوگ محض رسمی مُلاقات کے لئے آئیں اُنہیں دفتر کا راستہ دکھا دیا جائے۔ لیکن زرنجت کے لئے اُس کے گھر کا دروازہ ہر وقت کھُلا تھا اور محافظ فوج میں شامل ہونے والے ادنیٰ افسروں میں شاید وہ پہلا شخص تھا جسے مدائن میں مکان حاصل کرنے سے قبل ایک مہمان کی حیثیت میں فریبرز کے گھر ٹھہرنے کا موقع ملا تھا۔ ایک بوڑھے نوکر، اُس کی بیوی اور بیٹی کے سوا گھر کے کسی اور مُلازم کو اس کے ساتھ ہمکلام ہونے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ اس بُوڑھے نوکر کا نام کافور تھا اور فریبرز فرصت کے اوقات میں اُس کے ساتھ شطرنج کھیلا کرتا تھا۔ خادمہ کا نام فردوس اور اُس کی بیٹی کا نام نیلوفر تھا۔ نیلوفر ایک کھلتے ہوئے رنگ کی خوبصُورت لڑکی تھی اور جب زرنجت پہلی بار اپنے باپ کا تعارفی خط لے کر فریبرز کے پاس آیا تھا تو اُس کی عمر سولہ سال کے لگ بھگ تھی۔ یہ صحت مند دوشیزہ جس کے تروتازہ چہرے پر دائمی مسکراہٹیں رقص کرتی تھیں۔ ابتدا میں زرنجت کو چھُپ چھُپ کر دیکھا کرتی تھی۔ اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ ایک دوسرے سے مانوس ہوتے گئے۔ تاہم حسب و نسب کی دیواریں اُن کے درمیان حائل رہیں۔

پھر ایک شام زرنجت گھر آیا تو فردوس اور اُس کی بیٹی باغ میں ٹہل رہی تھیں۔ اُس نے کسی تمہید کے بغیر یہ کہا۔ "مجھے مکان مل گیا ہے اور میں کل وہاں چلا جاؤں گا۔"

نیلوفر کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔

زرنجت نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "نیلوفر! جب میری بہن یہاں آ جائے گی تو اُسے ایک سہیلی کی ضرورت ہو گی۔"

نیلوفر کا چہرہ مسرت سے چمک اُٹھا۔ اُس نے کہا۔ "میں ہر روز اُس کے پاس جایا کروں گی۔ اگر آقا نے اجازت دی تو میں اُسے سارے شہر کی سیر کراؤں گی۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری ایک سہیلی اصفہان

میں رہتی ہے۔ جب وہ یہاں آئے گی تو آپ کی بہن اُس سے مل کر بہت خوش ہو گی۔"

"وہ کون ہے ؟"

"اُس کا نام یاسمین ہے اور ہم اُسے شہزادی کہا کرتے ہیں، سنہری بالوں والی شہزادی۔"

فردوس نے کہا۔ "بیٹا یاسمین ہمارے آقا کی نواسی ہے۔ وہ چھ ماہ کی تھی کہ اُس کی ماں مر گئی تھی۔ پھر میں نے اُسے دُودھ پلایا تھا، وہ نیلوفر سے صرف دو ماہ بڑی ہے۔"

نیلوفر نے پُوچھا۔ "آپ کی بہن کب آئے گی ؟"

"میں کوشش کروں گا کہ وہ جلد آ جائے۔"

چند دن بعد زرنجت اپنے گاؤں سے واپس آیا تو اُس نے یہ اطلاع دی کہ ابھی ابا جان نے مدائن آنے کا ارادہ نہیں کیا۔

پھر جب قباد کی موت کے بعد زرنجت ماہ بانو کو مدائن پہنچا کر محاذ پر چلا گیا تو نیلوفر اور اُس کے والدین ہر دوسرے تیسرے روز اُن کے پاس جایا کرتے تھے اور کبھی کبھی فریبرز بھی اُسے اپنے گھر بُلا لیا کرتا تھا۔ ماہ بانو فریبرز کو "بابا" اور وہ اُسے بیٹی کہہ کر پکارتا تھا۔

اور آج جب زرنجت چند ماہ کی غیر حاضری کے بعد فریبرز کے گھر میں داخل ہو رہا تھا تو اُسے ایسا محسُوس ہوتا تھا کہ وہ مدّتوں یہاں رہ چکا ہے۔

پائیں باغ میں گلاب کے پھُولوں کی کیاری کے قریب سے گزرتے ہوئے زرنجت کو ایک لڑکی دکھائی دی۔ وہ جھک کر پھُول توڑ رہی تھی اور اُس کا منہ دوسری طرف تھا۔ زرنجت رُک گیا۔ پھر دبے پاؤں آگے بڑھا اور اُس کے قریب پہنچ کر بولا۔ "نیلوفر!"

لڑکی نے چونک کر زرنجت کی طرف دیکھا۔ اُسے اچانک اپنی غلطی کا احساس ہُوا۔ یہ لڑکی نیلوفر سے زیادہ صحتمند اور زیادہ خوبصُورت تھی۔ اُس کا چہرہ سُرخ و سپید اور بال قدرے سنہری مائل تھے۔ اُس کا قد بھی ذرا اُونچا تھا۔ زرنجت بدحواس ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا اور احساسِ ندامت سے گردن جھکاتے ہوئے بولا۔ "مُعاف کیجئے میں یہ سمجھا تھا کہ آپ نیلوفر ہیں۔"

اُس کی پیشانی پر ایک ہلکا سا شکن اچانک غائب ہو گیا اور غصّے سے گھُورنے والی آنکھیں مسکراہٹوں سے لبریز ہو گئیں۔

"نیلوفر، نیلوفر!" اُس نے بلند آواز میں کہا۔ "کوئی تمہیں بُلا رہا ہے۔"

نیلوفر سامنے برآمدے میں نمودار ہوئی۔ اُس نے زرنجت کی طرف دیکھا۔ پھر جھجکتی اور شرماتی ہوئی آگے بڑھی اور بولی۔ "یاسمین یہ زرنجت ہیں۔ یہ ماہ بانو کے بھائی ہیں۔ یہ محاذ پر گئے ہوئے تھے۔"

زرنجت نے کہا۔ "میں تمہارے آقا سے مِلنا چاہتا ہوں۔"

"آپ تشریف لائیں میں اُنہیں اطلاع دیتی ہوں۔" نیلوفر یہ کہہ کر مکان کی طرف چل پڑی اور زرنجت اُس کے پیچھے ہو لیا۔



تھوڑی دیر بعد وہ مُلاقات کے کمرے میں فریبرز کے سامنے بیٹھا ہُوا تھا۔ فریبرز کچھ دیر خاموشی سے اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "زرنجت میں یہ محسُوس کرتا ہوں کہ تم واپس آنے پر خوش نہیں۔ ایک سپاہی کی بہترین صلاحیتیں جنگ کے میدان میں اُبھرتی ہیں۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تم نے مجھے مایُوس نہیں کیا۔ لیکن اب مجھے یہاں تمہاری ضرورت ہے۔ موجُودہ حالات کے پیشِ نظر شہنشاہ اردشیر محافظ فوج کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے تھے اور ہم نے دس ہزار نئے سپاہی بھرتی کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ان کی تربیت کے لئے مجھے تمہاری ضرورت تھی۔ اب اردشیر مر چکا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ محافظ فوج کی تعداد میں اضافہ کرنے کے متعلق نئے شہنشاہ کے خیالات کیا ہوں گے، بہرحال تم میرے نائب کی حیثیت سے کام کرو گے۔"

زرنجت نے احسانمندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "میری خوش قسمتی اِس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ مجھے کسی ذمہ داری کا اہل سمجھتے ہیں۔"

"تم کل صبح میرے دفتر میں پہنچ جاؤ۔ وہاں تمہیں ضروری ہدایات مِل جائیں گی۔"

زرنجت اُٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن فریبرز نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ دوبارہ بیٹھ گیا۔ فریبرز نے

تالی بجائی، کافور کمرے میں داخل ہوا۔ اُس نے کہا" کافور! سروش اور یاسمین کو یہاں بھیج دو"

کافور واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ خوبصورت لڑکی جسے زربخت نے پھول توڑتے دیکھا تھا ایک وجیہہ آدمی کے ساتھ جس کی عمر چالیس سے اُوپر معلوم ہوتی تھی کمرے میں داخل ہوئی۔

فریبرز نے کہا" زربخت! یہ میرا داماد ہے اور یہ اس کی بیٹی ہے"

زربخت نے اُٹھ کر گرم جوشی سے سروش کے ساتھ مصافحہ کیا اور وہ اُس کے قریب بیٹھ گئے۔

فریبرز نے سروش سے مخاطب ہوکر کہا" زربخت کا باپ میرا دوست تھا"

سروش نے زربخت سے کہا" میں تمہارے متعلق بہت کچھ سُن چکا ہوں۔ فیروز کہتا ہے کہ تم مسلمانوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصہ لے چکے ہو اور سیدھے محاذ سے واپس آرہے ہو۔ کیا یہ درست ہے کہ مسلمان حیرہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور جابان کا لشکر حیرہ سے چند منازل دور پڑاؤ ڈال کر بہمن کی ہدایات کا انتظار کر رہا ہے؟ ابھی مجھے بہمن سے ملاقات کا موقع نہیں ملا لیکن مدائن میں فوج کے جن عہدہ داروں سے میری ملاقات ہوئی ہے اُن کی باتوں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ بہمن کو حیرہ کے متعلق بہت اطمینان ہے۔ شاید تم اس کے اطمینان کی وجہ بتا سکو"

زربخت نے جواب دیا" آپ بہمن کی فرض شناسی پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ دشمن کو حیرہ کی طرف پیشقدمی کا موقع نہیں دے گا"

فریبرز نے مداخلت کرتے ہوئے کہا" حیرہ کی طرف مسلمانوں کی پیشقدمی کی خبر کافی پرانی ہو چکی ہے اب تمہیں یہ پوچھنا چاہیئے کہ حیرہ کے بعد اُن کی اگلی منزل کیا ہوگی یا وہ کونسا میدان ہوگا جسے بہمن اپنے سپاہیانہ کمالات دکھانے کے لئے منتخب کرے گا۔ تم مسلمانوں کے لشکر اور اُس کے سپہ سالار کے حالات معلوم کرنے کے لئے بیقرار ہو رہے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ زربخت تمہارے ہر سوال کا جواب دے سکے گا"

سروش نے زربخت سے مخاطب ہوکر کہا" ہم نے صدیوں روم اور یونان جیسی عظیم طاقتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ ہمارے سپاہی اور سالار منظم جنگوں کے سارے طور طریقے جانتے ہیں لیکن عراق میں ہماری افواج اُن صحرا نشینوں سے عاجز آچکی ہیں جن کے ماضی کی تاریخ صرف قبائلی جنگوں تک محدود تھی۔ اگر میں یہ

سُنتا کہ اُنہوں نے اچانک حملہ کر کے ہماری کسی سرحدی چوکی کے چند محافظ موت کے گھاٹ اُتار دیئے ہیں یا ہماری غفلت سے فائدہ اُٹھا کر کسی بستی پر قبضہ کر لیا ہے تو مجھے اس بات پر تعجب نہ ہوتا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آسکی کہ عرب کے منتشر قبائل اچانک متحد اور منظم ہو کر ایک زبردست فوجی قوت کے مالک بن گئے ہیں اور منظم جنگوں کے جو تجربات ہمیں صدیوں میں حاصل ہوئے تھے وہ اُنہوں نے چند برس کے اندر اندر حاصل کر لئے ہیں؟"

زربخت نے جواب دیا" عربوں کی کایا پلٹ موجودہ دور کی تاریخ کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ اُنہیں میدان میں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جنگ اُن کے لئے ایک کھیل ہے۔ ابتدا میں میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی تجربہ کار ایرانی یا رومی جرنیل اُن کی رہنمائی کر رہا ہے لیکن اب ہمارے انتہائی تجربہ کار جرنیل بھی اس حقیقت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ایران کے مقابلے میں ایک نئی سلطنت اور ایک نئی قوم میدان میں آچکی ہے اور اُن کے فوجی رہنماؤں نے جنگ جیتنے کے وہ طریقے معلوم کئے ہیں جو ہمیں معلوم نہ تھے۔ ہم جب اُن کے ساتھ قوت آزمائی کے لئے کوئی میدان منتخب کرتے ہیں تو ہمیشہ یہ دیکھتے ہیں کہ ہماری فتح یا شکست کے امکانات کیا ہیں۔ ہمارے سالار اگر بیس ہزار سپاہیوں کو کافی سمجھتے ہوں تو انہیں اُس وقت تک اطمینان نہیں ہوتا جب تک کہ اُن کے جھنڈے تلے چالیس ہزار سپاہی جمع نہ ہو جائیں۔ لیکن مسلمان جب کسی محاذ کا رُخ کرتے ہیں تو اُنہیں اس بات کی قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ اُن کی تعداد کتنی ہے۔ اُن کا ہر سپاہی اپنے عزم و یقین کو فتح کی آخری ضمانت سمجھتا ہے۔ پھر جنگ کے میدان میں اُن کا جوش و خروش اُن دیوانوں کی طرح نہیں ہوتا جو ایک منظم لشکر کے سامنے میلے کی بھیڑ بن جاتے ہیں۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے اُن کی کوئی چال بھی کسی ہنگامی جوش یا اضطراب کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک اُدنیٰ سپاہی سے لے کر سپہ سالار تک ایک ہی دماغ سے سوچتے ہیں۔ اُن کی یلغار میں تند و تیز ہوا کے اُن جھونکوں کا تسلسل قائم رہتا ہے جو ریت کے تودوں کو اُڑا کر لے جاتے ہیں اگر آپ مجھ سے یہ پوچھیں کہ فلاں میدان میں ہماری شکست کی وجوہ کیا تھیں تو میں بلاخوف تردید اس سوال کا جواب دے سکتا ہوں لیکن ہمارے انتہائی تجربہ کار جرنیل بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں کے سپہ سالار

نے فلاں میدان میں کوئی غلط قدم اُٹھایا تھا۔ خالد بن ولید کی کامیابی کا سب سے بڑا راز اُس کی رفتار میں ہے۔ جب وہ اچانک کسی نئے محاذ پر نمودار ہوتا ہے تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ اُس کے راستے میں زمین کی وسعتیں سمٹ گئی ہیں۔ اُس کا سخت ترین حملہ عام طور پر ہماری افواج کے اُس حصے پر ہوتا ہے جسے ہم انتہائی محفوظ سمجھتے ہیں۔ جب ہمیں اپنے میمنہ یا میسرہ کو بچانے کی فکر ہوتی ہے تو وہ ہمارے قلب کی صفیں اُلٹ دیتا ہے اور جب ہمارے سالار قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو وہ یہ دیکھتے ہیں کہ دشمن کے طوفانی دستے ہمارے عقب میں پہنچ گئے ہیں۔"

سروش نے سوال کیا۔ "خالد کے لشکر کی مجموعی تعداد کیا ہو گی؟"

زربخت نے جواب دیا۔ "اگر میں مبالغہ آرائی کروں تو بھی خالد کے لشکر کی مجموعی تعداد بیس ہزار سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن جب یہ لشکر گرد و غبار کے بادلوں سے نمودار ہوتا ہے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ زمین کے سینے سے کوئی نئی قوت پھوٹ نکلی ہے۔ میرے نزدیک ایران پر مسلمانوں کا حملہ ایک مذاق سے زیادہ نہ تھا لیکن اب میں اُسے ایک مذاق نہیں سمجھتا۔"

فریبرز نے کہا۔ "حقیقت پسندی ایک اچھے سپاہی کی اہم ترین خوبی ہے لیکن مدائن کی کسی اور محفل میں تمہیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

سروش نے کہا۔ "تم عراق میں مُسلمانوں کی ابتدائی کامیابیوں سے بہت زیادہ بددل ہو گئے ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ایران کے ساتھ مُسلمانوں کی باقاعدہ جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "میں مایوس نہیں ہوں لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ابھی ایران کے ناخداؤں کے دل میں اس خطرے کا صحیح احساس پیدا نہیں ہوا۔"

سروش نے کہا۔ "اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بدترین حالات میں بھی عربوں کو اپنا مدِمقابل نہیں سمجھتے لیکن تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ سوئے ہوئے شیر کو جاگنے میں دیر نہیں لگے گی۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم عراق کی حفاظت کو وہاں کی عرب آبادی کا مسئلہ سمجھتے ہیں لیکن جب ایران کی آزادی کے لئے خطرہ پیدا ہو گا تو کوہ البرز سے لے کر دشتِ مکران تک تمام ایرانی متحد ہو جائیں گے۔ پھر ہم صحرائے عرب کے آخری کونے تک دشمن کا تعاقب کریں گے۔ اُس وقت میری یہ خواہش ہو گی کہ میں اصفہان سے جو لشکر بھیجوں اُس کی راہنمائی تمہارے ہاتھ میں ہو۔"

"آپ اصفہان کے لشکر کے سالار ہیں۔"

سروش کی بجائے فریبرز نے جواب دیا۔ "سروش اصفہان کے علاقے میں ایک بہت بڑا رئیس ہے۔ اُس کی جاگیر تیس دیہات پر مشتمل ہے اور اُس کے اپنے لشکر کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ یہ اردشیر کی دعوت پر یہاں آیا تھا لیکن وہ اس کی آمد سے ایک ساعت قبل اپنا آخری سانس لے چکا تھا۔"

تھوڑی دیر بعد زربخت رخصت کی اجازت لے کر اُٹھا تو یاسمین نے آہستہ سے اپنے نانا کے کان میں کچھ کہا اور وہ اثبات میں سر ہلانے کے بعد زربخت سے مخاطب ہوا۔ "یاسمین تمہاری بہن سے ملنا چاہتی ہے۔ آج اگر تم نہ آتے تو میں اُسے کافور اور نیلوفر کے ساتھ تمہارے گھر بھیجنے کی کوشش کرتا۔ اب تم اُسے یہاں لے آؤ۔ یاسمین ایک ہفتہ یہاں رہے گی اور میں چاہتا ہوں کہ اتنے دن ماہ بانو بھی ہمارے پاس رہے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "جناب! میں اُسے ابھی یہاں لے آتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہو گی۔" پھر اُس نے سر جھکا کر فریبرز اور سروش کو سلام کیا۔ اس کے بعد جھجکتے ہوئے یاسمین کی طرف دیکھا اور کمرے سے باہر نکل آیا۔ نیلوفر راستے میں کھڑی تھی اور اُس کے ہاتھ میں گلاب کے پھُول تھے۔ وہ رُکا اور نیلوفر نے آگے بڑھ کر اُسے پھولوں کا گلدستہ پیش کرتے ہوئے کہا۔ "لیجئے ماہ بانو کو گلاب کے پھُول بہت پسند ہیں۔"

زربخت نے گلدستہ پکڑتے ہوئے کہا۔ "لیکن وہ خود یہاں آ رہی ہے۔"

"کب؟"

"ابھی میں اُسے لینے جا رہا ہوں اور وہ چند دن یہیں رہے گی۔"

"آپ اُسے یہاں چھوڑ کر محاذِ جنگ پر واپس چلے جائیں گے؟"

"نہیں اب مجھے شاید کافی عرصہ مدائن میں رہنا پڑے۔"

نیلوفر کا اُداس چہرہ اچانک مسرتوں سے لبریز ہو گیا۔ زربخت نے ایک تاثر کے لئے اُس کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر آگے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ دریا کے کنارے کشادہ سڑک پر اپنے گھر کا رُخ کر رہا تھا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اس بھولی بھالی لڑکی کی دبی دبی مسکراہٹ اُس روشنی کے سیلاب میں گم ہو کر رہ گئی ہے جو اُس نے یاسمین کے چہرے پر دیکھی تھی۔



اس کے بعد زربخت کے لئے مدائن میں یاسمین کے قیام کا ایک ایک لمحہ سرمایۂ حیات بن چکا تھا اور وہ ماضی کے تاریک راستوں سے کترا کر مستقبل کی اُن منازل کی طرف دوڑنے کے لئے بیقرار تھا جہاں اُمیدوں کے چراغ جھلملاتے تھے لیکن یہ حسین اور شوخ لڑکی جس نے اُس کے خواب و خیال کی دنیا میں مسکراہٹوں کے موتی بکھیر دیئے تھے، ایک ایسے آدمی کی نواسی تھی جسے وہ اپنا سب سے بڑا محسن خیال کرتا تھا۔ وہ گھنٹوں اور پہروں یاسمین کے متعلق سوچتا۔ پھر یکایک اُسے ان گنت ہنستی اور مسکراتی ہوئی خیالی تصویروں کے درمیان فریبرز کی سنجیدہ صورت دکھائی دیتی اور مستقبل کی حسین منازل کے راستے خوف اور ندامت کے احساس میں گم ہو کر رہ جاتے۔

فوجی مستقر میں اپنے فرائض سے فارغ ہونے کے بعد وہ ہر شام سیدھا اپنے گھر جانے کا ارادہ کرتا لیکن راستے میں چند بار رُک رُک کر سوچنے کے بعد یاسمین کو دیکھنے کی خواہش اُس کے ارادوں پر غالب آ جاتی اور وہ فریبرز کے ہاں پہنچ جاتا۔ پھر وہ اُسے رات کے کھانے کے لئے روک لیتے۔ ایک رات کھانا کھانے کے بعد اُس نے فریبرز سے گھر جانے کی اجازت مانگی تو سروش نے اچانک سوال کیا: "تم شطرنج کھیلنا جانتے ہو؟"

"ہاں!" اُس نے جواب دیا۔ "لیکن میں اچھا کھلاڑی نہیں ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ! میں بھی کوئی اچھا کھلاڑی نہیں ہوں۔"

وہ بیٹھ گیا۔ فریبرز تھوڑی دیر اُن کا کھیل دیکھتا رہا۔ پھر وہ اچانک اُٹھا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔ زربخت نے پہلی بازی جیتنے اور دوسری بازی ہارنے کے بعد گھر جانے کی اجازت مانگی لیکن

سروش نے کچھ دیر اور کھیلنے پر اصرار کیا۔ یاسمین اور ماہ بانو کچھ دیر اُن کے پاس بیٹھی رہیں۔ بالآخر یاسمین نے کہا: "چلو بہن ہم آرام کریں۔ ان کا کھیل طلوعِ آفتاب سے پہلے ختم نہ ہو گا۔"

وہ بالاخانے پر چلی گئیں اور اس کے بعد زربخت اور سروش دیر تک پورے انہماک کے ساتھ کھیلتے رہے۔ آدھی رات کے قریب آخری بازی ہارنے اور کھیل ختم کرنے کے بعد سروش نے کہا: "میرا خیال ہے کہ اب تمہیں گھر جانے کی بجائے یہیں آرام کرنا چاہیئے۔"

زربخت نے جواب دیا: "نہیں اب مجھے اجازت دیجیئے، گھر میں سہیل میرا انتظار کر رہا ہو گا۔"

سروش نے پوچھا: "سہیل کون ہے؟"

"وہ ہمارے علاقے کے ایک عرب کسان کا بیٹا ہے لیکن میں اُسے اپنا بھائی سمجھتا ہوں۔"

سروش نے کہا: "مجھے یقین نہیں آتا کہ موجودہ دَور میں کوئی عرب ایرانیوں کا دوست ہو سکتا ہے۔"

زربخت نے جواب دیا: "اُسے دیکھ کر آپ یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ وہ عرب ہے۔ میں نے اُسے فوجی مدرسے میں داخل کروا دیا تھا۔ اب مدائن کا کوئی لڑکا تیر اندازی، نیزہ بازی یا تیغ زنی میں اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اُس کی گفتگو سُن کر آپ یہ محسوس کریں گے کہ اُس نے ایک عرب کسان کی بجائے کسی ایرانی رئیس کے ہاں پرورش پائی ہے۔"

سروش نے کہا: "میں رومیوں کے خلاف کئی جنگوں میں حصہ لے چکا ہوں۔ شام کے معرکوں میں کئی عرب قبائل نے ہمارا ساتھ دیا تھا اور مجھے پہلی بار اُنہیں دیکھنے کا موقع ملا تھا۔ یہ لوگ ابتدا میں منظم جنگ کے طریقوں سے واقف نہیں تھے لیکن چند لڑائیوں میں شریک ہونے کے بعد وہ کسریٰ کے لشکر کا بہترین حصہ بن چکے تھے اور ہم یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر حالات سازگار ہوں اور اُنہیں مقصد کے لئے متحد اور منظم رکھا جا سکے تو وہ کسی بات میں بھی ایرانیوں یا رومیوں سے پیچھے نہیں ہیں۔"

زربخت نے کہا: "آپ اُس زمانے کی بات کر رہے ہیں جب ہم عرب کو ایک ریاست یا اہلِ عرب کو ایک قوم نہیں کہتے تھے اور اُن کے درمیان قبائلی اور خاندانی منافرتوں کی دیواریں کھڑی تھیں لیکن اب ایک نئے دین کے باعث وہاں ایک بے مثال قوت اُبھر رہی ہے۔ عراق کے معرکوں میں مسلمانوں کا

تکلم و ضبط دیکھ کر مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ انہوں نے برسوں کسی خفیہ مرکز میں فوجی تربیت حاصل کرنے کے بعد ہم پر حملہ کیا ہے۔ ہماری فوج کے جن عہدہ داروں نے رومیوں کے خلاف شام کے میدانوں میں جنگیں لڑی تھیں وہ یہ کہا کرتے تھے کہ عرب قبائل صرف لوٹ مار کے شوق میں ہمارا ساتھ دیتے تھے لیکن فتوحات کے بعد بھوکے درندوں کی طرح شام کی بستیوں اور شہروں پر ٹوٹ پڑتے تھے لیکن اب عراق میں مسلمانوں نے ایسی روایات قائم کی ہیں جن کی مثال عرب ہی نہیں بلکہ ایران اور روم کے ماضی کی تاریخ سے بھی نہیں ملتی۔ وہاں مفتوحہ علاقوں کی بستیوں اور شہروں کے باشندے انہیں اپنے نجات دہندہ اور محافظ خیال کرتے ہیں یہ تو بعد میں معلوم ہوگا کہ ان کے حقیقی عزائم کیا ہیں لیکن موجودہ صورت یہ ہے کہ عراق کے سرحدی قبائل کی ایک بڑی تعداد اپنی قسمت مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر چکی ہے اُن کا دین بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔"

سروش نے کہا: "اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کی غیر متوقع کامیابیوں نے ان کے حوصلے پست کر دئیے ہیں لیکن تم دیکھو گے کہ جونہی انہیں کسی میدان میں شکست ہوگی، پورے عراق میں اُن کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑک اٹھے گی اور یہی قبائل جنہوں نے مسلمانوں کو فاتح سمجھ کر گھٹنے ٹیک دئیے ہیں اُن کا پیچھا کرنے میں ایرانی افواج کا ساتھ دیں گے۔"

زربخت نے کہا: "یہ درست ہے لیکن مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ ہم نے اپنے دشمن کو بہت زیادہ ڈھیل دی ہے۔"

سروش نے کہا: "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئیے۔ ایران اور عرب کا مقابلہ ہاتھی اور چیونٹی کا مقابلہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ شہنشاہ بہت جلد کوئی اہم قدم اٹھائیں گے۔"

○

تھوڑی دیر بعد زربخت دریا کے کنارے کشادہ سڑک پر اپنے گھر کا رخ کر رہا تھا۔ اچانک سامنے سے ایک سوار نمودار ہوا اور وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ سوار نے اس کے قریب پہنچ کر گھوڑا روکتے ہوئے آواز دی: "کون! بھائی جان؟"

"ہاں سہیل! لیکن تم اس وقت یہاں کیا کر رہے ہو؟"

سہیل نے گھوڑے کی ننگی پیٹھ سے کودتے ہوئے کہا: "آپ نے بہت دیر لگائی۔ میں فریبرز کے ہاں آپ کا پتہ کرنے جا رہا تھا۔"

زربخت نے شفقت سے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "دیکھو سہیل! اگر مجھے کبھی دیر ہو جائے تو تم سو جایا کرو۔"

سہیل نے شکایت کے لہجے میں کہا: "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اتنی دیر سے آئیں گے تو میں اس قدر پریشان نہ ہوتا۔ مجھے ڈر تھا کہ راستے میں کسی دشمن نے آپ پر حملہ نہ کر دیا ہو۔"

زربخت نے ہنستے ہوئے جواب دیا: "مدائن میں میرا کوئی دشمن نہیں۔ آئندہ کبھی دیر ہو جائے تو تم یہ سمجھ لیا کرو کہ میں فریبرز یا کسی اور دوست کے ہاں رک گیا ہوں۔"

"لیکن آپ یہ بھی تو کہا کرتے ہیں کہ مدائن میں دوستوں کو دشمن اور دشمنوں کو دوست بنتے دیر نہیں لگتی۔"

زربخت نے جواب دیا: "یہ بات میں نے کسی بادشاہ یا شہزادے کے دوستوں کے بارے میں کہی ہوگی۔ لیکن میں ایک عام آدمی ہوں۔ اب چلو!"

سہیل نے کہا: "آپ گھوڑے پر سوار ہو جائیں، میں آپ کے پیچھے آتا ہوں۔"

"نہیں میں پیدل چلنا چاہتا ہوں۔"

"تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔"

سہیل تھوڑی دیر گھوڑے کی باگ پکڑ کر خاموشی سے زربخت کے ساتھ چلتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا: "بھائی جان! ماہ بانو کب تک فریبرز کے ہاں ٹھہریں گی؟"

زربخت نے جواب دیا: "فریبرز کے مہمان چار دن بعد یہاں سے چلے جائیں گے اور پھر وہ بھی گھر آجائے گی۔"

سہیل نے پوچھا: "بھائی! آپ نے میرے متعلق کسی سے بات چیت کی ہے؟"

"کیسی بات؟"

"آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے مکتب سے فارغ ہونے کے بعد باقاعدہ فوج میں لے لیا جائے گا۔"

"مجھے اپنا وعدہ یاد ہے۔ لیکن تم ابھی بہت چھوٹے ہو تمہیں کم از کم ایک سال اور صبر کرنا پڑے گا۔"

"لیکن اگر ایک سال بعد جنگ ختم ہوگئی تو؟"

"اگر ختم ہوگئی تو بھی فوج میں ہونہار جوانوں کی ضرورت ختم نہیں ہوگی۔"

"لیکن اب مکتب میں میرا کوئی کام نہیں رہا اور میرے اُستاد یہ کہتے ہیں کہ مجھے اب صرف کسی میدانِ جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے مجھ سے چھوٹے قد اور نہایت کمزور جسم کے لڑکے جنہیں ہر مقابلے میں مات دے چکا ہوں، فوج میں جا چکے ہیں۔"

"لیکن وہ بڑی عمر کے ہوں گے۔" "سنو سہیل! جنگ کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ جو لڑکے سپاہی کہلانے کے شوق میں گھر سے نکلتے ہیں، اُنہیں جنگ کا عملی تجربہ حاصل کرنے کے بعد ہمیشہ اس بات کا افسوس ہوتا ہے کہ کاش ہم اس قدر جلد بازی سے کام نہ لیتے اور کمسنی کے ایام سیر و تفریح میں گزارتے۔ اب تمہیں فوج میں کوئی اچھا عہدہ حاصل کرنے کے لئے زیادہ عرصہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ اگر تمہیں مدائن میں رہ کر گھٹن محسوس ہوتی ہے تو میں تمہیں کہیں باہر بھیج سکتا ہوں۔ فریبرز کا داماد تین چار دن تک واپس جا رہا ہے۔ اُس کا گھر اصفہان میں ہے اور یہ بہت خوبصورت علاقہ ہے۔ میں یہ کوشش کروں گا کہ وہ تمہیں ساتھ لے جائے۔"

سہیل نے سراپا احتجاج بن کر کہا۔ "نہیں نہیں بھائی جان! میرے لئے دُنیا کا کوئی اور شہر مدائن سے بہتر نہیں ہو سکتا۔"

"ارے تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ سنو! سروش کے ساتھ اُس کی بیٹی بھی جا رہی ہے اور میرا خیال ہے کہ اُن کے ذاتی نوکروں کے علاوہ فریبرز کے چند سپاہی بھی راستے میں اُن کی حفاظت کے لئے بھیجے جائیں گے اور میں اُسے کہوں گا کہ تم ایک بہترین سپاہی کی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہو۔"

"بھائی جان!" سہیل نے اپنے دل میں دھڑکنیں محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "وہ مجھے دیکھ کر یہ تو نہیں کہیں گے کہ میری عمر بہت چھوٹی ہے۔"

"نہیں، جب میں اُنہیں یہ بتاؤں گا کہ تم ایک ہوشیار، بہادر اور قابلِ اعتماد جوان ہو تو وہ تمہاری عمر کے متعلق نہیں پوچھیں گے۔"

"بھائی جان!" سہیل نے قدرے توقف کے بعد پوچھا۔ "کل آپ اُن کے پاس جائیں گے؟"

"ہاں! میں ہر روز اُن کے پاس جایا کروں گا۔"

"آپ اُنہیں میرے متعلق یہ کہنا بھول تو نہیں جائیں گے کہ وہ مجھے چند دن کے لئے ساتھ لے جائیں؟"

"نہیں، تم اس بات کی تسلی رکھو کہ تم اُن کے ساتھ جا رہے ہو۔"

سہیل کچھ دیر خاموشی سے زربخت کے ساتھ چلتا رہا۔ پھر اُس نے سوال کیا۔ "بھائی جان! اصفہان یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"اصفہان بہت دُور ہے، تمہیں کئی دن سفر کرنا پڑے گا۔"

"اصفہان کے راستے میں چور اور ڈاکو بھی ہوتے ہوں گے؟"

"چور اور ڈاکو ہر راستے میں ہوتے ہیں۔"

"پھر میں ایک فالتو ترکش بھی ساتھ لے جاؤں گا۔"

"وہ کس لئے؟"

"ڈاکوؤں کے لئے۔"

"ڈاکو سروش جیسے آدمیوں پر حملہ نہیں کرتے۔"

"لیکن یہ تو ہو سکتا ہے کہ راستے میں کسی علاقے کا مرزبان یا کسی شہر کا حاکم اُن کا دشمن ہو اور وہ ..."

زربخت نے ذرا تلخی سے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "سروش فریبرز کا داماد ہی نہیں بلکہ اپنے علاقے کا ایک بہت بڑا سردار ہے اور اُس کے ایک ہزار سپاہی ہر وقت اُس کے اشارے پر جان دینے کے لئے تیار رہتے ہیں۔"

سہیل کو باقی راستہ اس موضوع پر مزید لب کشائی کی جرأت نہ ہوئی۔ تاہم اُسے اس بات کا ملال تھا کہ اُسے اصفہان کے طویل سفر میں بھی اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

○

اگلے روز زربخت فریبرز کے گھر پہنچا تو آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ جب وہ ڈیوڑھی سے آگے پائیں باغ میں داخل ہوا تو یاسمین اچانک انار اور انجیر کے درختوں سے نکل کر اُس کے سامنے آگئی۔ وہ

رُک گیا اور مذبذب سا ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ یاسمین مسکراتی ہوئی آگے بڑھی پھر یکایک اُس کی نگاہیں جُھک گئیں اور اُس نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "آپ اپنی بہن کو تلاش کر رہے ہیں ؟"

"ہاں ! وہ کہاں ہے ؟"

"وہ نیلوفر کے ساتھ حوض کے کنارے بیٹھ گئی تھی اور میں ذرا گھومنا چاہتی تھی۔"

"اچھا آپ سیر کریں۔" زربخت یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ لیکن یاسمین نے کہا۔ "ابّا جان اور نانا جان بھی گھر پر نہیں ہیں وہ کسی دوست کے گھر گئے ہیں۔ تھوڑی دیر تک واپس آجائیں گے۔" زربخت رُک گیا۔

ایک طرف سے نیلوفر کی آواز سُنائی دی۔ "یاسمین ! یاسمین !"

یاسمین نے شرارت آمیز تبسّم کے ساتھ زربخت کی طرف دیکھا اور بھاگ کر ایک درخت کی اوٹ میں چلی گئی۔ نیلوفر نے دوبارہ آواز دی تو یاسمین نے جھکی ہوئی ٹہنیوں سے سر نکال کر زربخت کی طرف دیکھا اور اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے ہوئے پھر درخت کے پیچھے رُوپوش ہو گئی۔ پھر ناہ بانو کی آواز آئی۔

"نیلوفر تم شور کیوں مچا رہی ہو ؟ وہ اندر چلی گئی ہوگی۔ چلو !"

زربخت چند ثانیے یاسمین کے دبے دبے قہقہے سُنتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "یاسمین اب تمہیں چھپنے کی ضرورت نہیں۔ وہ واپس جا رہی ہیں۔"

یاسمین کے قہقہے خاموش ہو گئے۔ زربخت نے قدرے توقف کے بعد آہستہ سے آواز دی۔ "یاسمین !" لیکن کوئی جواب نہ آیا تو وہ آپس میں ملے ہوئے درختوں کے نیچے جُھک کر آگے بڑھا۔ یاسمین چند قدم دُور کھڑی مسکرا رہی تھی۔ زربخت واپس مُڑنا چاہتا تھا لیکن یاسمین کی بیباک نگاہیں اُس کے پاؤں کی زنجیریں بن گئیں۔ ایک لمحہ کے لئے وہ تذبذب کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر اچانک اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ جھجکتا ہُوا آگے بڑھا۔ یاسمین کی نگاہیں جھک گئیں۔

زربخت نے بڑی مشکل سے کہا۔ "یاسمین ! میرا خیال تھا کہ تم چھُپ کر گھر پہنچ گئی ہو۔" اُس نے گردن اُٹھائی اور پھر اُن کی دنیا، ایک دوسرے کی رفاقت کے احساس تک محدُود ہو کر رہ گئی ہے۔ ایک ایسا احساس جس کی ترجمانی کے لئے الفاظ کی ضرورت نہ تھی اُن کے درمیان اجنبیت کے پردے اُٹھ چکے تھے۔

یاسمین نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ میں اصفہان جانے سے پہلے آپ کو یہ نہیں بتا سکوں گی کہ مجھے آپ کا انتظار رہے گا۔ ابّا جان کہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو اصفہان آنے کی دعوت دی ہے۔ آپ آئیں گے نا ؟"

زربخت مسکرایا۔ "یہ سوال تم اُن کے سامنے بھی پوچھ سکتی تھیں۔ میں ضرور آؤں گا۔"

"آپ بھُول تو نہیں جائیں گے ؟"

"تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہیں بھُول نہیں سکوں گا۔ لیکن ....."

"لیکن کیا ؟" یاسمین نے مضطرب ہو کر کہا۔ "کچھ نہیں اب چلو !"

یاسمین نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُس کا بازو تھام لیا۔ "بولئے آپ خاموش کیوں ہو گئے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں کہ آپ مجھے یاد رکھ سکیں۔"

زربخت نے آخری بار سنبھلنے کی کوشش کی۔ "یاسمین تم فریبرز کی نواسی اور سروش کی بیٹی ہو اور ہمارے درمیان کئی دریا اور پہاڑ ہیں۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مستقبل کے کسی اُفق سے آگے ہمارے راستے ایک ہو سکتے ہیں۔"

یاسمین نے اپنا سر اُس کے کشادہ سینے کے ساتھ لگا دیا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ میرے ہیں۔"

زربخت نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "یاسمین ! یاسمین ! تمہارے نانا، تمہارے ابّا کیا کہیں گے ؟"

"آپ اُن سے ڈرتے ہیں ؟"

"تمہیں اُن سے خوف محسُوس نہیں ہوتا ؟"

"نہیں، اور آپ کو بھی اُن سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ آپ کی عزّت کرتے ہیں۔ میں اُن کی باتیں سُن چکی ہُوں۔"

زربخت نے اُس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ "یاسمین ! میں اُن کا شکرگزار ہوں کہ وہ مجھے قابلِ عزّت سمجھتے ہیں لیکن فرض کرو وہ اچانک یہاں آجائیں اور ہماری باتیں سُن لیں تو کیا خیال کریں گے ؟"

یاسمین نے جواب دیا۔ "میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ اُنہیں دیکھ کر بھاگنے یا کنویں میں چھلانگ لگانے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

زربخت نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا۔ "یاسمین! تم ہر لحاظ سے ایک شہزادی ہو اور میری حیثیت ایک لُٹے ہوئے مُسافر سے زیادہ نہیں، لیکن اگر قدرت کا کوئی معجزہ مجھے اس قابل بنا دے کہ میں تمہارے نانا اور تمہارے ابّا کے سامنے کوئی جھجک اور ندامت محسوس کئے بغیر اپنی خواہشات کا اظہار کر سکوں تو میرا پہلا اور آخری سوال تمہارے متعلق ہوگا لیکن اس وقت میرے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں زربخت! افریدز کی نواسی بہت نادان، بہت خوبصورت اور بہت رحمدل ہے لیکن وہ تمہارے لئے نہیں تم بیوقوف نہ بنو، یہاں سے بھاگ جاؤ۔ جب سروش کی بیٹی اصفہان پہنچ جائے گی تو اُسے یہ یاد بھی نہیں رہے گا کہ تم کون تھے۔"

"نہیں، آپ کے دل کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی ہیں کہ اب آپ بھاگ نہیں سکتے۔ یاسمین بہت بدصورت ہے لیکن آپ کا پیچھا نہیں چھوڑے گی۔" وہ یہ کہہ کر ہنس پڑی اور اداس فضائیں اُس کے نقرئی قہقہوں سے لبریز ہونے لگیں

"یاسمین! یاسمین!" مکان کی سمت سے نیلوفر کی آواز سنائی دی۔

یاسمین نے برہم ہو کر کہا۔ "اس بیوقوف لڑکی کو وہم ہو گیا ہے کہ اس باغ میں بھیڑیئے گھس آئے ہیں۔"

زربخت نے کہا۔ "تم جاؤ یاسمین!"

"اور آپ؟"

"میں اب واپس جاؤں گا۔"

"نہیں جب تک نانا جان نہیں آتے، آپ نہیں جا سکتے۔"

"اچھا چلو!"

وہ چل دیئے، درختوں سے نکل کر اُنہیں نیلوفر اور ماہ بانو دکھائی دیں۔ یاسمین نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا۔ "نیلوفر! تم شور کیوں مچا رہی ہو؟"

نیلوفر بھاگ کر آگے بڑھی لیکن یاسمین کے پیچھے زربخت کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ پھر اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "آپ کہاں غائب ہو گئی تھیں؟"

اُس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ "میں دریا میں چھلانگ لگانے چلی گئی تھی اور یہ مجھے راستے سے واپس لے آئے ہیں۔"

ماہ بانو نے آگے بڑھ کر کہا۔ "تمہیں نیلوفر کو پریشان نہیں کرنا چاہیئے۔ اُس نے مکان کا ایک ایک کونا چھان مارا ہے۔"

یاسمین بولی۔ "سچ کہو نیلوفر! تم واقعی پریشان تھیں؟"

نیلوفر نے جواب دینے کی بجائے مُنہ پھیر لیا، لیکن جب یاسمین آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ لپٹ گئی تو وہ بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔



چند منٹ بعد زربخت مُلاقات کے کمرے میں یاسمین اور ماہ بانو کے ساتھ باتیں کر رہا تھا اچانک یاسمین نے کہا۔ "ارے میں آج ایک بات پوچھنا بھول گئی تھی۔ حسان کون ہے؟"

اگر کمرے میں اچانک کوئی ڈاکو ننگی تلوار لئے داخل ہو جاتا تو بھی ماہ بانو اور اُس کا بھائی اس قدر پریشان نہ ہوتے۔ بہن اور بھائی کچھ دیر جواب طلب نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر اُن کی نگاہیں یاسمین کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

یاسمین نے ماہ بانو سے مخاطب ہو کر کہا۔ "گزشتہ رات آپ نے نیند کی حالت میں دو تین بار کسی کو "حسان، حسان!" کہہ کر آوازیں دی تھیں اور صبح مجھے یہ پوچھنا یاد نہ رہا کہ حسان کون ہے۔"

ماہ بانو اضطراب کی حالت میں اُٹھ کر کھڑی ہو گئی اور زربخت نے کہا۔ "حسان ہمارا ایک بدترین دشمن تھا۔"

یاسمین نے کہا۔ "لیکن لوگ اپنے بدترین دشمنوں کو خواب میں اسقدر بیقرار ہو کر آوازیں نہیں دیتے۔"

ماہ بانو اچانک کمرے سے نکل گئی اور یاسمین مضطرب سی ہو کر کچھ دیر زربخت کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اُس نے اُٹھ کر کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ وہ اس قدر پریشان ہو گی۔ ورنہ میں اُس کے سامنے یہ نام نہ لیتی۔ میں اُسے بلا لاتی ہوں۔"

"نہیں نہیں! تم بیٹھ جاؤ۔ اس وقت اُسے پریشان کرنا مناسب نہیں تم نے جس آدمی کا نام لیا تھا

ہم اُسے اپنے باپ کا قاتل سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ماہ بانو نے خواب میں اُن سے رحم کی درخواست کی ہو؟"

یاسمین نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے۔ کاش میں اُسے یہ خواب یاد نہ دلاتی۔ وہ زندہ ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"آپ کی بہن کو کہیں اس بات کا رنج تو نہیں کہ آپ نے اپنے باپ کے قاتل سے انتقام نہیں لیا؟"

"اگر وہ زندہ ہے تو میری بہن کو زیادہ عرصہ اس بات کا افسوس نہیں رہے گا۔ میں اُس کے پاس جاتا ہوں۔" زربخت یہ کہہ کر اُٹھا اور کمرے سے نکل کر بالاخانے کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ماہ بانو کے کمرے میں کھڑا تھا۔ وہ سر جھکائے کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔

زربخت نے آگے بڑھ کر اُس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "میری بہن تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ یاسمین نے شرارت سے اُس کا ذکر نہیں کیا تھا، اُسے کیا معلوم کہ حسان کون تھا!"

ماہ بانو نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔

زربخت کچھ دیر خاموش کھڑا رہا، پھر اُس نے کہا۔ "یاسمین کو تمہارے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔ میں نے اُسے سمجھا دیا ہے کہ حسان ہمارا بدترین دشمن تھا۔ وہ آئندہ تمہارے سامنے اُس کا ذکر نہیں کرے گی۔ اب نیچے چلو!"

"بھائی جان آپ جائیں۔ میں ابھی آتی ہوں۔"



تیسرے روز علی الصباح زربخت سہیل کے ساتھ فریبرز کے گھر پہنچا تو بیس مسلح آدمی جو سروش کے ساتھ اصفہان جا رہے تھے اور دروازے سے باہر اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ سامان سے لدے ہوئے آٹھ اُونٹ دس مسلح سواروں کی حفاظت میں ایک ساعت قبل روانہ ہو چکے تھے۔ زربخت اپنے گھوڑے سے اُتر کر اُس کی باگ ایک نوکر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے سہیل کی طرف متوجہ ہوا۔ "سہیل تم یہیں ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں۔ اور سنو میں تمہیں پھر ایک بار تاکید کرتا ہوں کہ تمہیں کسی حالت میں بھی ان لوگوں کے سامنے اپنے بھائی کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے اور تمہیں کسی کے سامنے بالخصوص فریبرز کی بیٹی کے سامنے اپنی

سرگزشت بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔"

سہیل نے جواب دیا۔ "بھائی جان آپ مطمئن رہیں۔ مجھے آپ کی نصیحت نہیں بھولے گی۔"

زربخت کچھ اور کہے بغیر دروازے کی طرف بڑھا تو چند قدم دُور سروش اور فریبرز دکھائی دیئے، اُن کے پیچھے یاسمین، نیلوفر اور اُس کے والدین آ رہے تھے۔ وہ رُک گیا۔ تھوڑی دیر بعد سروش، یاسمین اور اُن کے محافظ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

زربخت نے سروش سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں سہیل کو لے آیا ہوں اور اُسے اصفہان دیکھنے سے زیادہ اِس بات کی خوشی ہے کہ اُسے پہلی بار فوجی مکتب سے باہر کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ سہیل جنگ میں شریک ہونے کے لئے بے قرار ہے لیکن فوج میں کوئی اہم عہدہ حاصل کرنے کے لئے یہ عمر موزوں نہیں۔ اگر اسے اصفہان کی آب و ہوا راس آگئی تو کچھ عرصہ آپ کے پاس رہے گا۔"

سروش نے سہیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے اپنا لشکر تیار کرنے کے لئے دو ماہ کی مُہلت مانگی ہے اور اس عرصہ میں ہم اسے اُداس نہیں ہونے دیں گے۔ اگر مجھے شہنشاہ کا بُلاوا آگیا تو میں اسے اپنے ساتھ لے آؤں گا۔ لیکن اگر مسلمانوں کے ساتھ جنگ اِس سے پہلے ہی ختم ہو گئی تو اصفہان میں دلچسپی کے کئی سامان موجود ہوں گے۔ اگر یہ اچھا سوار ہے تو میرے اصطبل میں بہترین گھوڑے ہیں اور اگر یہ ایک اچھا تیر انداز یا نیزہ باز ہے تو میں اپنے لشکر میں بھی اسے کوئی موزوں عہدہ دے سکوں گا۔ اس صورت میں اسے فوراً دائن لوٹنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

زربخت نے یاسمین کی طرف دیکھا لیکن اُسے کچھ کہنے کی جرأت نہ ہوئی۔ وہ مُسکرا رہی تھی اور اس کے ساتھ ہی اُس کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ سروش نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور یہ مختصر سا قافلہ وہاں سے چل پڑا۔

باب ۱۵

انغشیادریلئے فرات کے کنارے ایک اہم تجارتی مرکز تھا اس پر قبضہ کرنے کے بعد خالد بن ولید نے مقامی تاجروں سے کشتیاں حاصل کیں اور چند دستوں کے ساتھ دریا کے راستے حیرہ کا رُخ کیا۔ حیرہ عراق کے عیسائی قبائل کا مرکز تھا اور اس کے ایرانی گورنر کا نام آزادبہ تھا۔ خالد بن ولید کے لشکر نے ابھی زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ اہلِ حیرہ نے چند میل اُوپر دریا کے بند سے پانی روک کر نہروں میں چھوڑ دیا اور کشتیاں کیچڑ سے بھرے ہوئے دریا کے دلدل میں پھنس کر رہ گئیں۔ خالدؓ چند جانبازوں کے ساتھ کشتی سے اُتر کر بند کی طرف بڑھے اور وہاں آزادبہ کے بیٹے کی راہنمائی میں دریا کا پانی روکنے والے ایرانی دستوں پر حملہ کر دیا۔ حیرہ کے حاکم کا بیٹا مارا گیا اور ایرانی چند لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ دریا کا پانی کھلوانے کے بعد خالد بن ولید دوبارہ اپنے لشکر سے آملے اور کشتیوں پر سفر کرتے ہوئے خورنق کے قریب پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے کشتیوں سے اُتر کر یکے بعد دیگرے خورنق اور نجف پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد حیرہ کے سامنے ڈیرے ڈال دئے۔

آزادبہ کو کسریٰ اردشیر کی موت اور اُس کے بعد اپنے بیٹے کی ہلاکت کی خبر ملی تو اُس نے حیرہ سے راہِ فرار اختیار کی اور اہلِ حیرہ شہر کے گرد چار قلعوں میں محصور ہو کر بیٹھ گئے لیکن مسلمانوں کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ وہ زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکے۔ عیسائی قبائل کے سرداروں اور کلیسا کے اکابر کا ایک وفد خالد بن ولید کے پاس حاضر ہوا اور انہوں نے صلح کی شرائط قبول کرنے کے بعد قلعوں کے دروازے کھول دئے۔

حیرہ میں مسلمانوں کے پُرامن داخلے اور اُس کے بعد صلح کی شرائط پُورا کرنے میں اُن کی مستعدی اور دیانتداری سے مقامی عربوں کا متاثر ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ ماضی کے اَدوار میں صرف یہ دیکھا گیا تھا کہ دو متحارب قوتوں کے درمیان صلح کے معاہدوں کی شرائط ہمیشہ طاقتور یا بالادست فریق کی خواہشات کی

ترجمانی کرتی تھیں۔ کمزوری یا بے بسی کا اعتراف کرنے والوں کو رُوح و بدن کی تمام آزادیوں سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ پھر معاہدے کی عبارت کے وہ الفاظ جو زیردستوں کے انسانی حقوق کی کوئی ضمانت دے سکتے تھے انہیں غالب آنے والا فریق ہر وقت اپنی تلوار کی نوک سے کھرچ سکتا تھا۔ لیکن حیرہ کے معاہدے میں مقامی لوگوں کو جو تحفظات دیئے گئے تھے یا اُن کے جان و مال، مذہب اور شریعت کی حفاظت کے لئے جو ذمہ داریاں مسلمانوں نے قبول کی تھیں اُن کے باعث کاغذ کا وہ پُرزہ جس پر خالد بن ولید نے دستخط کئے تھے، ایک ایسی ڈھال تھی جس کے سائے میں پناہ لینے والے ایک اندوہناک ماضی کی تاریکیوں سے نکل کر ایک روشن مستقبل کی طرف دیکھ سکتے تھے۔ اُن سے جو جزیہ یا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا وہ ان محاصل سے بہت کم تھا جو وہ اپنے ایرانی آقاؤں کو ادا کرتے تھے۔ پھر جس طرح غریب اور نادار ذمیوں کو بھی جزیہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا تھا۔ اگر بوڑھے اور معذور، لاوارث اور یتیم مسلمان کو بیت المال سے وظائف دئے جاتے تھے، اُسی طرح ذمیوںؓ کو بھی وظائف دئے جاتے تھے۔ قانون کی نگاہ میں ایک مُسلمان اور ذمی کی جان اور عزت کی قیمت یکساں تھی۔ اگر ایک ذمی کسی مُسلمان کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تو اُس کا قصاص لینے کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی تھی۔ اگر حکومت کا کوئی عہدہ دار ذمیوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا تو اُسے نااہل قرار دیا جاتا تھا۔ اہلِ حیرہ صدیوں تک ایرانی استبداد کی چکی میں پسنے کے بعد پہلی بار یہ محسوس کر رہے تھے کہ وہ انسان ہیں اور انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا حق رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس حسنِ سلوک کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب خالد بن ولید نے دوسرے علاقوں کی طرف پیشقدمی کی تو اہلِ حیرہ کی دیکھا دیکھی عراق کے باقی قبائل نے بھی یکے بعد مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی۔ خالدؓ بن ولید نے ان علاقوں کا نظم و نسق سنبھالنے کے لئے اُمراء مقرر کئے اور جگہ جگہ فوجی چوکیاں قائم کر دیں

نوٹ ؎ اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالدؓ بن ولید نے جو معاہدہ کیا تھا اُس کی چند سطور یہ ہیں: "اور میں نے اُن کو یہ حق دیا کہ اگر کوئی بوڑھا کام کرنے سے معذور ہو جائے یا اُس پر کوئی آفت آجائے کہ وہ پہلے دولتمند تھا اور پھر غریب ہو گیا اور اس وجہ سے اُس کے ہم مذہب اُسے خیرات دینے لگے تو اُس کا جزیہ مُعاف کر دیا جائے گا اور اُس کو اور اُس کی اولاد کو مُسلمانوں کے بیت المال سے نفقہ دیا جائے گا۔"

اس کے بعد انہوں نے قعقاع بن عمرو کو حیرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا اور ایران کی اُن افواج کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ ہو گئے جو انبار میں جمع ہو رہی تھیں۔ انبار کے محافظوں نے شدید مزاحمت کے بعد ہتھیار ڈال دئے۔ خالد بن ولید کی اگلی منزل عین التمر تھی۔ یہ علاقہ زرخیز میدانوں کے آگے صحرائے شام کی سرحدوں کو چھوتا تھا اور اس کا حاکم ایران کے مشہور جرنیل بہرام چوبیں کا بیٹا مہران تھا۔ عین التمر کی بیشتر آبادی بنی تغلب، نمر اور ایاد کے بدوی قبائل پر مشتمل تھی جو دریائے فرات سے لے کر صحرائے شام تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہ خانہ بدوشوں کی چراگاہیں روم اور ایران کی سلطنتوں کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی تھیں۔ حیرہ کے لخمی اور شام کے غسانی حکمرانوں کے تصادم کے ایام میں یہ لوگ کبھی ایک اور کبھی دوسرے کے حلیف بن جاتے تھے۔ اپنے بدویانہ اطوار و خصائل کے باعث یہ لوگ عراق اور شام کے اُن متمدن قبائل کی نسبت زیادہ آزاد تھے جو مستقل طور پر کسریٰ یا قیصر کی رعایا بن چکے تھے۔

خالد بن ولید کو عراق کی سرزمین میں داخل ہوتے ہی عین التمر میں ایرانی افواج کے اجتماع کی خبریں مل چکی تھیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ مہران خانہ بدوش قبائل کو بھی اپنے ساتھ ملا چکا ہے۔ اس دُور افتادہ مستقر میں ایران کی جنگی تیاریوں کا ایک ہی مقصد ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ جب مسلمان مدائن کا رُخ کریں تو عین التمر میں جمع ہونے والی افواج جنوب مشرق کی سمت پیشقدمی کر کے اُن کے عقب میں پہنچ جائیں اور جب دجلہ اور فرات کے درمیان کسی مقام پر فیصلہ کُن جنگ شروع ہو تو عرب کی جانب سے مسلمانوں کے رسد و کمک کے تمام راستے کٹ چکے ہوں لیکن ایک دن مہران کو اچانک یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا لشکر عین التمر کا رُخ کر رہا ہے۔ اُس نے بدوی قبائل کے لشکر کو شہر سے چند میل دُور خالدؓ کا راستہ روکنے کی ترغیب دی اور خود ایرانی لشکر کے ساتھ عین التمر کے قلعے میں قلعہ بند ہو گیا۔ بدوی افواج کا راہنما عقبہ بن ابی عقبہ تھا اور وہ اس دعویٰ کے ساتھ میدان میں آیا تھا کہ عرب عربوں کے ساتھ نپٹنا جانتے ہیں۔ لیکن جب جنگ شروع ہوئی تو عقبہ کے لاتعداد لشکر کی حالت بھیڑوں کے اُس ریوڑ سے زیادہ نہ تھی جو چاروں طرف سے شیروں کے نرغے میں آ چکا ہو۔ ایک ساعت کے اندر اندر عقبہ گرفتار ہو چکا تھا اور اس کے ساتھی میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ بدوی قبائل کو شکست دینے کے بعد خالد بن ولید

نے قلعے کا محاصرہ کیا اور ایرانیوں نے چند دن محصور رہنے کے بعد ہتھیار ڈال دئے۔



عین التمر کی شکست کے بعد ایرانیوں کے لئے دوسری اہم خبر یہ تھی کہ خالدؓ بن ولید وہاں سے اچانک کسی نامعلوم منزل کی طرف روانہ ہو گئے ہیں اور سلطنت کے اکابر اور فوجی سرداروں کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ ایران کے جاسوس صرف یہ بتا سکتے تھے کہ جو لشکر خالدؓ بن ولید کی قیادت میں عین التمر سے نکلا تھا۔ اُس کا رُخ جنوب کی طرف تھا، لیکن جنوب میں کسریٰ کی سلطنت کا کوئی اہم شہر یا قلعہ تو درکنار کوئی بستی بھی ایسی نہ تھی جس پر قبضہ کرنے کی خواہش خالدؓ جیسے عظیم جرنیل کو آمادہ سفر کر سکتی تھی۔ وہاں ایک دہشت ناک صحرا کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایرانیوں کے نزدیک خالدؓ صرف ایک اولوالعزم سپاہی یا جرنیل ہی نہ تھے بلکہ اُس ملت کے عزائم اور ولولوں کے امین اور ترجمان تھے جس نے شہنشاہوں اور غلاموں کی دنیا میں عدل و مساوات کا پرچم بلند کیا تھا چنانچہ عین التمر سے اچانک کسی نامعلوم منزل کی طرف پیشقدمی کی اطلاع سننے کے بعد غریبوں کے جھونپڑوں سے لے کر کسریٰ کے ایوان تک ہر باشعور ایرانی کی گفتگو کا یہی موضوع تھا کہ جنوب کی سمت خالدؓ بن ولید کی پیشقدمی کا مقصد کیا ہے؟ کیا وہ ایران کے خلاف کوئی اور جنگ لڑنے کا ارادہ ترک کر کے واپس چلے گئے ہیں؟ یا کوئی ایسی جنگی چال ہے جو ایران کے آزمودہ کار جرنیلوں کی سمجھ میں نہیں آ سکتی؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مدائن کی طرح مدینے میں بھی کوئی ایسا انقلاب آ چکا ہو جس کی وجہ سے وہ واپس جانے پر مجبور ہو گئے ہوں! ایران کے جن جاسوسوں پر اسلامی لشکر کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی اُن کی آخری اطلاع یہ تھی کہ وہ صحرائے شام کی بھیانک وسعتوں میں خالد بن ولید کے لشکر کی رفتار کا ساتھ نہیں دے سکے۔

اہل مدائن جس قدر کسی نامعلوم منزل کی طرف خالدؓ کی روانگی پر خوش تھے، اسی قدر پریشان تھے پھر چند دن بعد انہیں یہ اطلاع ملی کہ خالدؓ بن ولید عین التمر سے تین سو میل دُور دومۃ الجندل پر حملہ کر چکے ہیں۔ شام کے راستے میں صحرا کی یہ بستی اُن بدوی قبائل کا مرکز تھی انہوں نے زیر اثر ہونے کے باعث

رومی حکمرانوں کے حلیف تھے اور مسلمانوں کو اُس کی جغرافیائی اور فوجی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ چنانچہ جن ایام میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کی طرف پیشقدمی کی تھی خالدؓ بن ولید کو دومتہ الجندل پر حملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور اُنہوں نے صرف پانچ سو جانبازوں کے ساتھ یلغار کر کے وہاں کے عیسائی حکمران اکیدر بن عبدالملک کو گرفتار کر لیا۔ اکیدر نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا اور اپنی کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کر لی لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب عرب کے طول و عرض میں فتنۂ ارتداد شروع ہوا تو وہ اسلام سے منحرف ہو گیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگا۔ پھر جب صدیق اکبرؓ نے خالدؓ بن ولید کو عراق کی مہم پر روانہ کیا تو ایک اور لشکر عیاض بن غنم کی قیادت میں دومتہ الجندل کی طرف بھی روانہ کر دیا۔

دومتہ الجندل پر فوج کشی کا مقصد اُس خطرے کا سدباب کرنا تھا جو اسلامی سلطنت کے خلاف روم اور ایران اتحاد کی صورت میں عرب کے شمالی علاقوں کو پیش آ سکتا تھا۔ اگر اس اتحاد کا فوری خطرہ نہ ہوتا تو بھی عیسائیت کے نام پر حیرہ سے لے کر عین التمر اور عین التمر سے لے کر دومتہ الجندل کے درمیان پھیلے ہوئے بدوی قبائل کسی وقت بھی مسلمانوں کے خلاف متحد ہو سکتے تھے۔ پھر ایسی صورت میں شمال کی جانب الجزیرہ (میسوپوٹیمیا) کے عیسائی قبائل کی طرف سے بھی ایک بہت بڑا خطرہ پیش آ سکتا تھا۔ دومتہ الجندل پر عیاض بن غنم کی چڑھائی کا مقصد ان خطرات کا سدباب کرنا تھا۔ لیکن وہاں پہنچ کر جب اُنہوں نے قلعے کا محاصرہ کیا تو بدوی قبائل کا ایک عظیم لشکر اکیدر کی اعانت کے لئے میدان میں آ گیا۔ اب کئی ماہ سے عیاض بن غنم کے لشکر کی یہ حالت تھی کہ ایک طرف اُنہوں نے دومتہ الجندل کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور دوسری طرف بدوی لشکر کے اجتماع کے باعث اُن کے لئے رسد اور کمک کے رستے کٹ چکے تھے۔ وہ قلعے سے باہر بدوی لشکر پر حملہ کرتے تو وہ پیچھے ہٹ جاتے اور قلعے کے اندر پناہ لینے والی فوج باہر نکل کر ان پر حملہ کر دیتی اور جب وہ قلعے کی طرف متوجہ ہوتے تو باہر کی افواج اُن کے عقب میں پہنچ جاتیں۔ عیاض بن غنم قلعے کا محاصرہ چھوڑ کر بدوی قبائل کے چنگل سے نکل سکتے تھے لیکن ایسی صورت میں حجاز تک صحرائے عرب کا تمام شمالی علاقہ غیر محفوظ ہو جاتا تھا۔ سپاہیوں کی قلت اور رسد کی کمی کے باعث مسلمانوں کی حالت آئے دن پتلی ہو رہی تھی لیکن اُنہیں پسپا ہونا گوارا نہ تھا۔

ان حالات میں دربارِ خلافت سے خالدؓ بن ولید کو دومتہ الجندل کی طرف پیشقدمی کا حکم ملا اور اس کے ساتھ ہی عیاض بن غنم کا ایلچی اُن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پھر صحرائے شام کی وسعتیں اُن کی رفتار کے سامنے سمٹ گئیں۔ ایک روز صبح کے آفتاب کی ابتدائی کرنیں قلعے سے باہر بدوی قبائل کو اسلام کے شیروں کے سامنے تتر بتر ہوتا دیکھ رہی تھیں اور تیسرے پہر دومتہ الجندل کا وہ حصار فتح ہو چکا تھا جس کے محافظ قریباً ایک سال سے عیاض بن غنم کا مقابلہ کر رہے تھے۔



خالدؓ بن ولید نے ایک ماہ دومتہ الجندل میں قیام کیا۔ پھر اُنہیں یہ اطلاع ملی کہ عین التمر سے شکست کھا کر بھاگنے والے قبائل حصید میں جمع ہو رہے ہیں اور ایران کی افواج بھی وہاں پہنچ چکی ہیں۔ چنانچہ وہ یلغار کرتے ہوئے عین التمر پہنچے اور وہاں سے قعقاع بن عمر تمیمی کی قیادت میں ایک لشکر حصید کی طرف روانہ کر دیا۔ قعقاع نے ایرانی اور عرب قبائل کے لشکر کو شکست دی اور حصید پر قبضہ کر لیا۔ شکست خوردہ دشمن نے عراق کے ایک اور شہر خنافس میں پناہ لینے کی کوشش کی لیکن قعقاع کی پیشقدمی کی خبر سُن کر وہ بھاگ نکلے۔ اس کے بعد ایرانیوں اور اُن کے عرب حلیفوں نے مصیخ میں پاؤں جمانے کی کوشش کی لیکن اُنہیں یہاں بھی کامیابی نہ ہوئی۔

اِس عرصہ میں خالدؓ بن ولید نے باقی لشکر کے ہمراہ شمال مغرب کا رُخ کیا اور دریائے فرات کے ساتھ ساتھ یلغار کرتے ہوئے فراض تک جا پہنچے۔ فراض ایک ایسا مقام تھا جہاں عراق، شام اور الجزیرہ کی سرحدیں آپس میں ملتی تھیں اور یہاں پہنچ کر مسلمانوں کا لشکر دریائے فرات کے دوسرے کنارے مشرق کی جانب ایران اور مغرب کی جانب سلطنت روم کی سرحدی چوکیاں دیکھ سکتا تھا اور ان چوکیوں کے درمیان شام اور عراق کے وہ سرحدی قبائل ڈیرے ڈالے پڑے تھے جن کے سینوں میں گزشتہ شکستوں کے باعث انتقام کی آگ سُلگ رہی تھی۔ ان حالات میں مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ خالدؓ بن ولید ایک قلیل فوج کے ساتھ اتنے بڑے لشکر سے جنگ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ جائیں اور حیرہ پہنچ کر مزید تیاریوں کے بعد اس محاذ کا رُخ کریں لیکن یہ عظیم فاتح جسے اللہ کے رسولؐ نے "سیف اللہ" کے لقب

سے نوازا تھا، اسلام کے شیروں کو فتح یا شہادت کے سوا کوئی اور راستہ نہ دکھا سکا۔ چنانچہ انہوں نے دریا کے قریب ڈیرے ڈال دیئے۔

رومی سپہ سالار نے ایران کی سرحدی چوکیوں کے محافظوں کو مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کی دعوت دی اور وہ بلا تامل اُس کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بدوی قبائل بھی شیر ہو گئے جن پر خالدؓ کا نام سن کر خوف طاری ہو جاتا تھا۔ رومی سپہ سالار نے چند دن کی تیاریوں کے بعد خالدؓ بن ولید کو پیغام بھیجا کہ تم دریا عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم تمہاری طرف آئیں۔ خالدؓ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم ہی ہماری طرف آجاؤ۔ چنانچہ رومی، ایرانی اور بدوی قبائل کے متحدہ لشکر نے کشتیوں کے ذریعے دریا عبور کر لیا۔ ایرانیوں کی طرح رومی سپہ سالار کی بھی خواہش یہی تھی کہ جنگ کے ابتدائی مراحل میں بدوی قبائل کو آگے رکھا جائے اور اُن کی عظیم افواج صرف فتح میں حصہ دار بننے کے لئے آگے آئیں۔ چنانچہ اُس نے قبائل کے سرداروں کو ترغیب دی کہ تم اپنے اپنے لشکر کو ایک دوسرے سے الگ کر کے مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلو تاکہ ہم ہر قبیلے کی مردانگی دیکھ سکیں۔ بدوی قبائل نے علیحدہ علیحدہ صفیں باندھ کر تین طرف سے حملہ کیا لیکن مسلمانوں کے تیروں کی زد میں آنے کے بعد اُن کی پیشقدمی رک گئی اور ہر قبیلے کا سردار اپنے آدمیوں کو خطرے میں ڈالنے کی بجائے دوسرے کو آگے بڑھنے کی ترغیب دینے لگا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہی خالدؓ بن ولید نے اپنے سواروں کو دشمن کے دائیں اور بائیں بازو پر حملہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے آن کی آن میں دشمن کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ کئی دستے افراتفری کے عالم میں اپنے عقب میں رومیوں اور ایرانیوں کے ساتھ جا ملے اور باقی قلب کی طرف سمٹنے لگے۔ پھر جب خالدؓ بن ولید نے اچانک اُن کے قلب پر ضرب لگائی تو بھگدڑ مچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد قبائلی لشکر پسپا ہو کر اپنے رومی اور ایرانی ساتھیوں سے جا ملے۔ اب اُن کے عقب میں دریا تھا اور اُن کے دائیں بائیں اور سامنے مسلمان گھیرا ڈال رہے تھے۔ رومی اور ایرانی حرب قبائل کو آگے دھکیل رہے تھے اور قبائل کو اُن کے پیچھے پناہ لینے یا میدان سے بھاگنے کی فکر تھی۔ پھر بدوی قبائل کا ایک لشکر اپنے ساتھیوں کے طعنوں اور گالیوں سے بے پرواہ ہو کر رومی سواروں کی صفوں کے عین درمیان سے گزرتا

ہوا مغرب کی طرف نکل گیا تو دوسرے لشکر نے اپنے ایرانی حلیفوں کی صفیں توڑ کر مشرق کا رخ کیا۔ کچھ لوگ قلب کی صفوں میں راستہ تلاش کرتے ہوئے دریا تک پہنچ گئے اور پانی میں کود پڑے۔ تھوڑی دیر میں قبائل کی ساری فوج میدان سے بھاگ رہی تھی اور رومی سپہ سالار یہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان اُن کا پیچھا کرنے کی بجائے اُس کے منظم لشکر کو نرغے میں لینے کے لئے کوشاں ہیں۔ اُس نے جوابی حملے کا حکم دیا لیکن اُس کی آواز اللہ اکبر کے نعروں میں دب کر رہ گئی۔ خالدؓ بن ولید کی طرح اسلامی لشکر کا ہر سپاہی اس یقین کے ساتھ لڑ رہا تھا کہ فتح کی منزل قریب آچکی ہے۔ دشمن کی تعداد اب بھی اُن سے کئی گنا زیادہ تھی لیکن انہیں فتح سے زیادہ پسپا ہونے کے لئے اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار تھا۔ ایرانی دستے زیادہ دیر رومی سپہ سالار کے حکم کا انتظار نہ کر سکے۔ وہ بھاگ نکلے اور جب وہ بھاگ نکلے تو اُن کے رومی دستوں نے اپنی جانیں بچانے کی دوڑ میں اُن سے پیچھے رہنا گوارا نہ کیا۔

جن دستوں نے دریا کا رخ کیا، اُن میں سے بعض کشتیوں میں سوار ہو کر دوسرے کنارے پہنچ گئے اور بعض اپنے گھوڑوں سمیت دریا میں کود پڑے۔ باقی لشکر نے بھاگ کر زمین کی وسعتوں میں پناہ لینے کی کوشش کی اور مسلمانوں نے اُس وقت تک اُن کا پیچھا نہ چھوڑا جب تک کہ تھکے ہوئے گھوڑے اپنے سواروں کا بوجھ اٹھا سکتے تھے۔ فراض کے میدان میں کوسوں تک لاشیں ہی لاشیں نظر آرہی تھیں۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلی جنگ تھی جس میں ایرانی اور رومی اور اُن کے عرب حلیف ایک دوسرے کے دوش بدوش مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ اس جنگ کے نتائج اس لحاظ سے یقیناً بہت اہم تھے کہ مسلمانوں کی فتح کے باعث اُس اتحاد کی بنیادیں جڑ سے اکھڑ چکی تھیں جو آگے چل کر اسلام کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن سکتا تھا۔ خالدؓ بن ولید سے عبرتناک شکست کھانے کے بعد یہ تینوں طاقتیں ایک دوسرے کو بزدلی اور بدعہدی کا الزام دے رہی تھیں۔ بدوی اس بات پر نالاں تھے کہ رومیوں اور ایرانیوں نے خود پیچھے رہ کر انہیں مسلمانوں کی تلواروں کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ رومی اور ایرانی سپاہیوں کو شکایت تھی کہ بدوؤں کی افراتفری کے باعث انہیں مردانگی کے جوہر دکھانے کا موقع نہیں ملا۔ پھر رومی یہ کہتے تھے کہ جب وہ فیصلہ کن حملہ کرنے والے تھے تو ایرانیوں نے میدان چھوڑ دیا تھا اور ایرانی یہ کہتے تھے کہ

اُنہوں نے ایک رومی سپہ سالار کے جھنڈے تلے لڑنے میں غلطی کی۔ بہرحال فراض کی شکست اس یقین اور اعتماد کی شکست تھی جو دوسری صورت میں شام اور عراق کی سرحد پر تین اسلام دشمن قوتوں کے اتحاد کے لئے بنیادیں فراہم کر سکتا تھا۔



ایک دن اسلامی لشکر حیرہ سے باہر اپنے پڑاؤ میں صبح کی نماز سے فارغ ہو کر خالدؓ بن ولید کی تقریر سُن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے:

"غازیانِ اسلام! تم یہ سُن چکے ہو کہ دربارِ خلافت سے مجھے شام کے محاذ پر پہنچنے کا حکم ملا ہے میری ذاتی خواہش یہی تھی کہ میں مدائن میں اپنے ہاتھوں سے اسلام کا پرچم نصب کروں لیکن خلیفۃ المسلمین نے ایک زیادہ اہم محاذ پر میری خدمات کی ضرورت محسوس کی ہے اور مجھے اُن کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں آپ رب العزت کی بارگاہ میں دُعا کریں کہ میں جنگ کے نئے میدانوں میں اُن کی توقعات پوری کرسکوں اور شام کی مہم سے جلد از جلد فارغ ہو کر آپ سے آملوں۔ خلیفہ کے حکم کے مطابق یہاں سے نصف فوج میرے ساتھ جائے گی۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ مثنیٰ جیسے اولوالعزم راہنما کی موجودگی میں تمہارے حوصلے پست نہیں ہوں گے اور جب تم اللہ کی راہ میں قدم اُٹھاؤ گے تو اپنی تعداد اور اپنے جنگی وسائل سے زیادہ شہادت کی تڑپ کو اللہ کی نصرت کا حق دار سمجھو گے۔

میرے عزیزو! میرے دوستو! اور بھائیو! مدائن اور دمشق اُس راستے کی منازل ہیں جو تم نے نیّرِ اسلام کی روشنی میں دیکھا ہے اور تم ہی وہ خوش نصیب ہو جنہیں اللہ نے مشرق و مغرب میں ظلم و استبداد کے عظیم ترین حصار مسمار کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ تم راہِ حق کے وہ مسافر ہو جن کے قدموں سے فرزندانِ آدم کے لئے روشنی کے مینار بن جائیں گے اور تم وہ قافلہ ہو جس کی راہ کے غبار سے انسانیت کی عظمتیں تلاش کی جائیں گی۔ تمہارے لئے میری دُعا یہ ہے کہ اللہ تمہارے حوصلوں کو بلندی اور تمہارے عزم کو پختگی عطا کرے اور تمہاری آئندہ نسلیں جب اپنے ماضی کی طرف دیکھیں تو وہ خدا اور اس کے بندوں کے بندوں کے سامنے سر اُونچا کر کے یہ کہہ سکیں کہ ہمارے خاندان اور ہمارے قبیلہ کے فلاں بزرگ

اُن شہسواروں کے ہمرکاب تھے جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے ایوانوں پر اسلام کے پرچم بلند کئے تھے۔ میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ جب میں شام کے محاذ سے واپس آؤں تو یہ خبر سنوں کہ وہ قافلہ جسے میں عراق میں چھوڑ آیا تھا۔ اب کئی منازل آگے جا چکا ہے۔ خلیفۃ المسلمین ایران کے حالات سے بے خبر نہیں ہیں اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں کمک بھیجنے میں تاخیر نہیں کریں گے۔ میں یہ دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔"

تیسرے روز رات کے پچھلے پہر خالدؓ بن ولید عراق کی آدھی فوج کے ساتھ جو نو ہزار آزمودہ کار سپاہیوں پر مشتمل تھی، اپنے باقی ساتھیوں کو خدا حافظ کہہ رہے تھے۔ مثنیٰ ابن حارثہ نے چند کوس اپنے نامور قائد کا ساتھ دیا۔ پھر جب یہ لشکر حیرہ کے سرسبز خطہ سے نکل کر صحرا کی بھیانک وسعتوں میں داخل ہو رہا تھا تو اسلام کے یہ دونوں عظیم سپاہی اپنے گھوڑوں سے اُتر کر بغل گیر ہو گئے۔

خالدؓ بن ولید نے کہا "مثنیٰ اگر اللہ نے چاہا تو میں بہت جلد واپس آجاؤں گا۔"

مثنیٰ نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے "خدا حافظ" کہا اور وہ دوبارہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد مثنیٰ ایک ٹیلے پر گھوڑا روک کر خالد بن ولید کے لشکر کی آخری جھلک دیکھ رہا تھا۔ پھر جب یہ قافلہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھُپ گیا تو وہ آنکھیں جو موت کے چہرے پر بھی مسکراہٹوں کے نقاب ڈالنے کی عادی تھیں۔ اچانک آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور یہ آنسو اُن انسانی عظمتوں کو آخری خراج تھا جو عزم و ہمت اور ایثار و خلوص کے اس پیکرِ مجسّم نے انسانی تاریخ کے ایک بے مثال سپاہی اور ایک عظیم فاتح کی شخصیت میں دیکھی تھیں۔ یہ اُس عقیدت و محبت کا آخری مظاہرہ تھا جسے صرف دو باکمال انسانوں کی دوستی جنم دے سکتی تھی۔ یہ اُن کی آخری ملاقات تھی اور اُس کے بعد اُن کے راستے ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئے۔

باب ۱۶

شام میں رومیوں کے خلاف مسلمانوں کی باقاعدہ جنگ چھڑ جانے کی اطلاع کے بعد اہلِ ایران کے لئے دوسری اہم خبر یہ تھی کہ خالدؓ بن ولید عراق سے شام کے محاذ پر منتقل ہو چکے ہیں، عراق کے نصف لشکر کے علاوہ انتہائی آزمودہ کار سالاروں کی ایک بڑی تعداد اُن کے ساتھ روانہ ہو چکی ہے اور اُن کے جانشین کے ساتھ صرف ۹ ہزار سپاہی رہ گئے ہیں۔ چنانچہ اب ایرانیوں کے دل میں یہ اُمید پیدا ہو گئی تھی کہ مسلمان چند دنوں یا چند ہفتوں سے زیادہ بیک وقت مشرق و مغرب کی دو عظیم ترین سلطنتوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ کسریٰ کی سلطنت کے اُمراء اور فوجی سردار جن پر اناباز، الیس اور فراض کی عبرتناک شکستوں کے بعد بددلی اور مایوسی طاری ہو گئی تھی، اب فتح کو یقینی سمجھ کر اپنے حکمران کو یہ مشورہ دے رہے تھے کہ ہمیں کسی تاخیر کے بغیر دشمن پر حملہ کر دینا چاہیئے۔ ادھر عراق کے وہ قبائل جنہوں نے اپنا مستقبل مسلمانوں کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا، اب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ ہوا کا رُخ بدل چکا ہے اور اگر ایران کی حکومت نے ذرا مستعدی کا مظاہرہ کیا تو مسلمانوں کے مٹھی بھر لشکر کے لئے ہتھیار ڈالنے یا پسپا ہو کر صحرا میں پناہ لینے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ان میں سے اکثر مسلمانوں کی بجائے ایران کے دربار کی طرف رجوع کر رہے تھے۔ شہریار کو اپنی رعایا کا دل مٹھی میں لینے یا سلطنت کے اُمراء اور مذہب کے پیشواؤں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا اس سے بہتر موقع ہاتھ نہیں آ سکتا تھا۔ اُس کے جاسوس اُسے یہ بتا چکے تھے کہ متوقع خطرات کے پیشِ نظر مسلمان اپنے بال بچوں کو عراق سے نکال کر واپس بھیج رہے ہیں اور رومیوں کے ساتھ جنگ چھڑ جانے کے باعث مدینے کی حکومت مثنیٰ کی کوئی مدد نہیں کر سکے گی۔ چنانچہ اُس نے اپنے

ایک آزمودہ کار جرنیل ہرمزؒ کو مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کا حکم دے دیا۔ مثنیٰ کو دشمن کی پیشقدمی کی اطلاع ملی تو انہوں نے حیرہ سے نکل کر بابل کے قریب ڈیرے ڈال دئے۔ یہ مقام حیرہ کی نسبت اِس لحاظ سے زیادہ موزوں تھا کہ خطرناک حالات میں صحرا کی جانب اُن کا عقب زیادہ محفوظ تھا۔

ایرانی لشکر نے اس یقین کے ساتھ بابل کی طرف پیشقدمی کی کہ مثنیٰ اس نئے میدان میں بھی قدم جمانے کی کوشش نہیں کرے گا لیکن چند دن بعد جب مدائن میں فتح کا جشن منانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں، ایک ایلچی کسریٰ کے دربار میں حاضر ہوا اور اُس نے یہ خبر سنائی کہ وہ عظیم لشکر جس کے سپہ سالار نے مسلمانوں کو عراق کی سرحدوں سے باہر ہانک دینے کا ذمہ لیا تھا شکست کھا چکا ہے اور بابل کا میدان ایرانی سپاہیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا ہے۔"

شہنشاہ اور اہلِ دربار کچھ دیر پتھرائی ہوئی آنکھوں سے قاصد کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر شہریار اپنی مسند سے اُٹھ کر محل کے ایک اور کمرے میں چلا گیا اور حاضرینِ دربار نے پریشان قاصد پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی لیکن اُس کا کوئی جواب اُنہیں مطمئن نہ کر سکا۔ تھوڑی دیر بعد یہ لوگ قصرِ شاہی سے اپنے گھروں کا رُخ کر رہے تھے۔ شام تک بابل کے میدان میں ایرانی فوج کی شکست سارے شہر میں مشہور ہو چکی تھی۔ فوج کے سپاہیوں کے نزدیک یہ شکست ہرمز کی جلد بازی کا نتیجہ تھی۔ اُمراء اپنے شہنشاہ کی بے تدبیری کو اس کا ذمہ دار گردانتے تھے اور مجوسی کاہن پریشان حال عوام کو یہ سمجھا رہے تھے کہ ایران کی قسمت کے ستارے نحوست میں آ چکے ہیں اور وہ عارضی اتحاد جو فتح کی اُمید کے ساتھ پیدا ہوا تھا، ایک بار پھر پارہ پارہ ہو رہا ہے۔ دل شکستہ حکمران نے چند دن کی علالت کے بعد دم توڑ دیا اور مدائن کے اربابِ اختیار نے مُلک کی زمامِ کار ایک شہزادی دخت زنان کو سونپتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ ایران کے آسمان سے نحوست کے بادل چھٹ چکے ہیں۔ لیکن چند دن بعد اُنہوں نے یہ محسوس کیا، یہ کمزور شہزادی کسریٰ کے تاج کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتی۔ چنانچہ دخت زنان کو معزول کر دیا گیا، تاج و تخت کے نئے اُمیدوار میدان میں آ گئے اور سلطنت کے اکابر ایک بار پھر محلاتی سازشوں کا شکار ہو کر رہ گئے۔

نوٹ: ۱؎ تاریخ میں ہرمز نام کے دو آدمیوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک ہرمز عراق کے سرحدی علاقے کا حاکم تھا جو خالدؓ کے پہلے حملے میں ہی قتل ہو گیا تھا۔

دخت زناں کی معزولی کے بعد تخت و تاج کے جو دعویدار پیدا ہوئے تھے، اُن میں سے ایک شہزادی آذر میدخت بھی تھی جس کے حُسن و جمال اور خود پسندی کی داستانیں پُورے ایران میں مشہور تھیں۔ اُسے قریب سے جاننے والوں کو یہ معلوم تھا کہ شاہی محل کے اندر بیشتر سازشیں اس کی مسکراہٹوں میں جنم لیتی ہیں۔ دخت زناں کی معزولی کا فیصلہ کرنے والے مقامی اُمراء میں سے کوئی اتنا مضبوط یا بااثر نہ تھا جو اہلِ دربار کو کسی متفقہ فیصلے پر مجبور کر سکتا۔ اُن کا پہلا اجلاس کسی فیصلے کے بغیر ملتوی ہو گیا۔ اگلے روز یہ لوگ دوبارہ ایوانِ کسریٰ میں جمع ہوئے تو مدائن کے ایک عمر رسیدہ وزیر نے یہ تجویز پیش کر دی کہ اگر ہم ان دو اُمیدواروں میں سے کسی ایک پر متفق نہ ہو سکیں تو ایران کو موجودہ حالات میں ایک اندرونی خلفشار سے بچانے کی بہترین صورت یہ ہے کہ سلطنت کی تقدیر کسی تیسرے اُمیدوار کو سونپ دی جائے۔ پھر حاضرین میں سے ایک اور آدمی اُٹھا اور اُس نے اس تجویز کی حمایت کرتے ہوئے شاہی خاندان کی ایک اور شہزادی پوران دخت کا نام پیش کر دیا۔ شہزادی پوران عمر میں شاہ پور اور آذر میدخت سے چند سال بڑی تھی اور محل کے اندر اور باہر اُسے یکساں احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا لیکن اُسے تخت پر بٹھانے کی تجویز اُس وقت پیش کی گئی تھی جبکہ اہلِ دربار کا ایک گروہ کھلے بندوں شاہ پور اور دوسرا آذر میدخت کی حمایت کے لئے میدان میں آچکا تھا اس لئے پوران کے حامی زیادہ گرمجوشی کا مظاہرہ نہ کر سکے۔ پھر جب ایک طویل بحث کے بعد فساد کا خطرہ پیدا ہونے لگا تو شہزادی پوران کے حامیوں میں سے کسی نے یہ تجویز پیش کی کہ اُسے باقی دو اُمیدواروں کے درمیان ثالث بنا دیا جائے۔ اس نئی تجویز پر بحث ہو رہی تھی کہ ایرانی لشکر کا سپہ سالار بہمن دربار میں حاضر ہوا اور اُس نے کسی تمہید کے بغیر بلند آواز میں کہا "معزز حضرات! میں اس بحث میں حصہ لینا پسند نہیں کرتا۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ موجودہ حالات میں ایران کو صرف ایک حکمران ہی کی ضرورت نہیں بلکہ ایسے حکمران کی ضرورت ہے جسے آپ سب کی حمایت حاصل ہو۔ مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ خراسان کے گورنر فرخ زاد تشریف لا رہے ہیں اور وہ آج رات یہاں پہنچ جائیں گے۔ اگر ان کی آمد سے قبل آپ کوئی متفقہ فیصلہ نہ کر

سکیں تو میرا مشورہ یہ ہے کہ اُنہیں ثالث بنا لیا جائے۔"

دربار کے وسیع ہال میں تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو گئی اور پھر عقب کے ایک کمرے کے دروازے کا باریک پردہ اچانک ایک طرف ہٹ گیا۔ آذر میدخت اپنی نگاہوں سے بجلیاں گراتی ہوئی نمودار ہوئی اور اُس نے شاہی مسند کے قریب پہنچ کر کہا "ہمیں سپہ سالار کی یہ تجویز منظور ہے۔"

شہزادہ شاہ پور مسند کے پیچھے چند وزیروں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے حیرت اور غصے کی حالت میں آذر میدخت کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر اعلان کیا "یہ تجویز مجھے بھی منظور ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ اجلاس صبح تک ملتوی کر دیا جائے۔"

تھوڑی دیر بعد حاضرین بہمن کی دانشمندی اور موقع شناسی کی تعریف کرتے ہوئے اپنے گھروں کو چلے گئے۔



غروب آفتاب کے وقت شہزادی آذر میدخت اپنی قیام گاہ کے ایک دریچے میں کھڑی دریا کا نظارا کر رہی تھی۔ کمرے کے دروازے سے باہر چیتے کا ایک بچہ جس کے گلے کی زنجیر دیوار کی میخ کے ساتھ لٹک رہی تھی، دہلیز پر سر رکھے غنودہ اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ نسوانی حُسن و جمال کے اس پیکرِ مجسّم کی چمکتی ہوئی سیاہ آنکھوں سے غصے اور نفرت کی آگ برس رہی تھی۔ ایک خادمہ بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا "شہزادی! سیاوخش آ گیا ہے۔"

"اُسے لے آؤ!" آذر میدخت نے یہ کہہ کر اضطراب کی حالت میں کمرے کے اندر ایک چکر لگایا اور پھر دریچے کے قریب دیوان پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل آدمی جو کانوں میں موتیوں کی بالیاں اور سر پر ہیروں سے مرصع ٹوپی پہنے ہوئے تھا کمرے کے اندر داخل ہوا اور جھک کر سلام کرنے کے بعد مؤدب کھڑا ہو گیا۔

آذر میدخت نے کہا "تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں نے فرخ زاد کو ثالث تسلیم کرنے میں غلطی کی ہے۔"

"نہیں، آپ نے غلطی نہیں کی۔ موجودہ حالات میں آپ کے لئے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا لیکن ---"

شہزادی نے بات کاٹتے ہوئے کہا "لیکن تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ فرخ زاد میری حمایت نہیں کرے گا۔"

"ہاں! علم لوگوں کا خیال یہی ہے کہ موجودہ حالات میں فرخ زاد ایران کی قسمت ایک عورت کے سپرد کرنا پسند نہیں کرے گا۔ مجھے ابھی یہ اطلاع ملی ہے کہ پوران دخت شاہ پور کے حق میں دستبردار ہو چکی ہے۔"

آذرمیدخت نے اطمینان سے جواب دیا "میرے لئے یہ بات غیر متوقع نہیں۔ اگر میں فرخ زاد کو اپنا طرفدار بنا سکوں تو مجھے پوران کی مخالفت کی پروا نہیں ہو گی۔ یہ شاہ پور کی بدقسمتی ہے کہ ہمارا مسئلہ کسی عورت کے سامنے نہیں، بلکہ ایک مرد کے سامنے پیش ہو گا۔"

"آپ کو فرخ زاد کے متعلق کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے۔"

"اگر خراسان کے حاکم کی بینائی جواب نہیں دے چکی، اُس کے کان نہیں بند ہو گئے یا اُس نے رہبانیت اختیار نہیں کر لی تو تمہیں اُس کی عمر کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔"

سیاوخش نے جھجکتے ہوئے کہا "آپ کا مطلب ہے کہ .... آپ ...."

شہزادی نے برہم ہو کر کہا "میرا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ فرخ زاد کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مجھے ایک نظر دیکھ لے۔"

"لیکن وہ سیدھا شاہی مہمان خانے میں آئے گا اور مدائن کے تمام اُمراء اُس کے استقبال کے لئے موجود ہوں گے۔ پھر شاید تمام رات وہ اُن کے ساتھ باتیں کرتا رہے۔"

"تمہارا مطلب ہے کہ مجھے اُس کے سامنے جانے کا موقع نہیں ملے گا۔"

"جی ہاں، میرا مطلب یہی ہے۔"

"پھر تم اس بات پر بھی خوش ہو گے کہ میں ایران کی ملکہ نہیں بن سکی۔"

سیاوخش نے احتجاج کیا "آپ کو معلوم ہے کہ آپ کو ایران کے تخت پر بٹھانا میری زندگی کی

سب سے بڑی خواہش ہے۔"

"اور تم اس کے لئے ہر خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہو؟"

"ہاں میں آپ کے اشارے پر جان دے سکتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت بھی آپ کے پاس آنا میرے لئے خطرے سے خالی نہیں، آج شاہ پور اور پوران کے جاسوس محل کے ہر گوشے میں پھیلے ہوئے ہیں۔"

"اگر تم محل کے داروغہ پر اعتماد کر سکتے ہو تو تمہیں ان جاسوسوں کی فکر نہیں کرنی چاہیئے۔"

"محل کا داروغہ میرا دوست ہے، تاہم موجودہ حالات میں وہ کوئی خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ ہو گا۔"

"وہ فریبرز سے ڈرتا ہے؟"

"ہاں اُسے یہ معلوم ہے کہ محل کے پہریدار فریبرز کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن جب اُسے آپ کی کامیابی کی اُمید نظر آئے گی تو وہ فریبرز کو اُس کے گھر جا کر بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا۔"

آذرمیدخت نے کہا "تم جاؤ اور شاہی آتشکدہ کے موبد کو میرے پاس بھیج دو۔"

"میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں گا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس مرحلہ پر موبد ہماری کیا مدد کر سکتا ہے۔"

آذرمیدخت مسکرائی "اگر یہ باتیں تمہاری سمجھ میں آ سکتیں تو تم کسی صوبے کے حاکم ہوتے۔"

سیاوخش نے جواب دیا "اگر دنیا کی ساری عقل میرے دماغ میں ہوتی تو بھی میں آپ کی غلامی کو بڑی سے بڑی حکومت پر ترجیح دیتا۔"

آذرمیدخت نے اپنے سامنے تپائی پر پڑا ہوا سونے کا صندوقچہ کھولا اور اُس میں سے ایک تھیلی نکال کر سیاوخش کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ موبد کو دے دینا اور اُسے یہ کہنا کہ یہ ایران کی ملکہ کا پہلا انعام ہے۔ اس کے بعد تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری پریشانی دُور کرنے کے لئے میں صرف اتنا بتا سکتی ہوں کہ فرخ زاد کے ساتھ میری پہلی مُلاقات شاہی محل کے آتشکدے میں ہو گی۔ اس کے بعد ایران کی قسمت کا فیصلہ ہو جائے گا اور پھر ایران کی ملکہ سے منہ مانگا انعام حاصل کر سکو گے۔"

سیاوخش نے دوزانو ہو کر شہزادی کی قبا کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔ "میں ایران کی ملکہ کی مسکراہٹوں سے زیادہ کسی اور انعام کا اُمیدوار نہیں ہوں۔"



آدھی رات کے وقت فرخ زاد مدائن کے امراء اور شاہی خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ ملاقاتوں سے فارغ ہو کر سونے کے کمرے میں داخل ہوا تو مہمان خانے کے ایک خادم نے محل کے آتشکدے کے موبد کی آمد کی اطلاع دی۔ سفر کی تھکاوٹ اور نیند کے باعث فرخ زاد کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ تاہم وہ بوڑھے موبد کو ملنے سے انکار نہ کر سکا۔

موبد نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "مجھے اس وقت آپ کے آرام میں مخل نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ آپ کا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اس لئے آپ آرام کریں۔"

"میں واقعی بہت تھک گیا ہوں لیکن اگر کوئی خاص بات ہے تو آپ تکلف سے کام نہ لیں۔"

موبد نے کہا۔ "یہ ایران کی خوش قسمتی ہے کہ اس نازک موقع پر آپ یہاں پہنچ گئے ہیں اور اُمراء نے نئے حکمران کے متعلق فیصلہ کرنے کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی ہے۔ میں آتشکدہ میں یہ دُعا کر رہا تھا کہ اہرمزد آپ کی راہنمائی کرے۔ پھر مجھے اچانک یہ خیال آیا کہ تنہا میری دُعا کافی نہیں۔ چنانچہ میں آپ کے پاس یہ درخواست لے کر آیا ہوں کہ آپ کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے مقدس آگ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کریں تو بہتر ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ جب آپ مقدس آگ کی پُوجا کرنے کے بعد آتشکدہ سے باہر نکلیں گے تو آپ کے ذہن کی تمام اُلجھنیں دُور ہو چکی ہوں گی اور اس کے بعد آپ کو کسی سے مشورہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہو گی۔ آپ کے لئے آتشکدہ کا دروازہ ساری رات کھُلا رہے گا اور میں وہاں آپ کا انتظار کروں گا۔"

فرخ زاد نے جواب دیا۔ "میں علی الصباح وہاں حاضر ہو جاؤں گا لیکن علی الصباح شاید میری آنکھ نہ کھُلے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں سونے سے پہلے اس مقدس فریضہ سے سبکدوش ہو جاؤں۔"

کاہن نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس کے بعد آپ زیادہ اطمینان کی نیند سو سکیں گے۔ اس وقت آپ تنہا وہاں جا سکتے ہیں لیکن صبح کے وقت آپ کے گرد میلہ لگ جائے گا اور آپ اطمینان سے

دُعا نہیں کر سکیں گے۔"

"آپ درست کہتے ہیں، اگر آپ نہ آتے تو میں اب تک گہری نیند سو چکا ہوتا لیکن اب شاید مجھے نیند بھی نہ آ سکے میرے ذہن میں واقعی کئی اُلجھنیں ہیں۔"

"آتشکدہ بالکل قریب ہے، آپ ابھی واپس آ جائیں گے۔"

"چلئے!"

فرخ زاد کاہن کے ساتھ باہر نکلا۔ دروازے پر پہریدار نے حیران ہو کر اُن کی طرف دیکھا اور پھر ادب سے سلام کرنے کے بعد ایک طرف ہٹ گیا۔ آتش کدہ میں داخل ہونے کے بعد فرخ زاد کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ وہ کاہن کے پیچھے کافور کی بتیوں سے روشن اور عُود، عنبر اور لوبان کی خوشبُو سے معطر راستے پر چلنے کے بعد وسطی کمرے میں داخل ہوا اور "مقدس آگ" کے گرد سُنہری جنگلے کے قریب رُک گیا۔

کاہن نے کہا۔ "جناب میں ایک اہم فرض پُورا کر چکا ہوں۔ اب آپ اُس جگہ پہنچ چکے ہیں جہاں ہمارے عظیم ترین حکمران انتہائی اہم فیصلے کیا کرتے تھے۔ ہمارے ساسانی تاجدار اور اُن کے سپہ سالار کسی ملک پر چڑھائی کرنے سے پہلے اپنے بزرگوں کی رُوحوں سے فتح کی بشارت حاصل کیا کرتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ اس جگہ آپ کی کوئی دُعا رائیگاں نہیں جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ جب تک آپ کا ضمیر مطمئن نہ ہو جائے آپ دُعا کرتے رہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مقدس آگ سے آپ کو کوئی اشارہ ضرور ملے گا۔ اب میں آپ کی تنہائی میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔ اس مقدس فریضہ سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ مجھے دروازے پر موجود پائیں گے۔"

فرخ زاد عمر رسیدہ کاہن کی باتوں سے کہیں زیادہ آتشکدہ کے پُراسرار ماحول سے متاثر ہو رہا تھا۔ وہ مقدس آگ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور کاہن دبے پاؤں باہر نکل گیا۔

یہ دیو قامت انسان جس کی جوانی کے بیشتر ایام جنگ کے میدانوں میں گزرے تھے اور جس کے سر کے آدھے بال سفید ہو چکے تھے، اپنی زندگی میں پہلی بار کسی اَن جانی اور اَن دیکھی طاقت کے سامنے گڑگڑاتے اور التجائیں کرتے ایک روحانی لذت محسوس کر رہا تھا لیکن آگ کی دھیمی روشنی اُس کی ذہنی اُلجھنیں دُور کرنے سے قاصر تھی۔ پھر اُس نے اپنے دل میں یہ عہد کیا کہ جب تک مجھے کوئی غیر مبہم اشارہ نہیں ملے گا

میں یہاں سے نہیں اُٹھوں گا۔ وہ دیر تک دُعائیں کرتا رہا معبد کی تیز خوشبو اس کے حواس پر غالب آنے لگی یہاں تک کر وہ غنودگی کی حالت میں زردشت اور اُس کے نامور روحانی اور سیاسی فرزندوں کی خیالی تصویریں دیکھ رہا تھا۔ پھر اُسے کسی کے لباس کی سرسراہٹ اور پاؤں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ اُس نے چونک کر سر اُٹھایا اور اُس کی نگاہیں نسوانی حُسن کے ایک پیکر پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ وہ اطلس کی قبا پہنے ہوئے تھی اور اُس کے سر پر سنہری تاج میں جواہرات چمک رہے تھے۔ اُس کے لمبے سیاہ بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور اُس کی آنکھوں میں تاریک رات کے ستاروں کی مسکراہٹیں تھیں۔ چند ثانیے وہ خواب اور حقیقت کے درمیان امتیاز نہ کر سکا۔ اگر وہ یہ کہتی کہ مجھے آگ کے شعلوں نے جنم دیا ہے تو وہ یقین کر لیتا پھر اگر وہ اچانک اس پُراسرار ماحول میں تحلیل ہو کر اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی تو بھی وہ اسے اپنے وہم کا کرشمہ خیال کرتا۔ وہ فاتحانہ انداز سے آگے بڑھی اور اُس کی بیباک مسکراہٹوں نے فرخ زاد کی نگاہوں سے توہمات کے پردے اُٹھا دئے۔

"تم ... تم کون ہو؟" اُس نے اُٹھ کر پوچھا۔

"میں ایران کی ملکہ ہوں اور تم شاید فرخ زاد ہو، وہ خوش نصیب جسے کل میرے سر پر سلطنت کا تاج رکھنے کی عزت نصیب ہو گی۔"

"تم آذرمیدخت ہو؟"

وہ جواب دینے کی بجائے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر دائیں ہاتھ چل پڑی۔ پھر چند قدم اُٹھانے کے بعد اُس نے ایک ثانیہ کے لئے مڑ کر دیکھا۔ اُس کا چہرہ ان مسکراہٹوں سے لبریز تھا جنہیں دیکھنے والے اپنا راستہ بھول جاتے ہیں۔ "ٹھہرو!" فرخ زاد نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ رُکنے کی بجائے ہنستی ہوئی معبد کے عقبی دروازے کے پیچھے غائب ہو گئی اور فرخ زاد دروازے کے قریب رُک کر مخمل کے پردے کے پیچھے اُس کے دلفریب قہقہے سُن رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی تھی۔ وہ واپس مُڑنا چاہتا تھا لیکن یہ نقرئی قہقہے اُس کے پاؤں کی زنجیریں بن چکے تھے۔ پھر یہ قہقہے اچانک خاموش ہو گئے۔ اس نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے پردہ اُٹھایا۔ باہر کے راستے کی طرح یہ اندرونی راستہ بھی کافور

کی قمقموں سے روشن تھا اور وہ چند قدم دُور کھڑی تھی۔ فرخ زاد اپنی نگاہوں میں ہزاروں التجائیں لئے آگے بڑھا اور اُس نے کہا: "آذرمیدخت، ٹھہرو!"

آذرمیدخت نے منہ پھیر لیا۔

"تمہیں معلوم تھا کہ میں اس وقت یہاں ہوں؟ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ موبد نے میرے ساتھ مذاق کیا ہو۔ ایران کی ملکہ میری طرف دیکھو، مجھے جواب دو!"

وہ بولی: "اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم اِس وقت یہاں ہو اور مجھے دیکھ کر اس قدر پریشان ہو گے تو میں یہاں آنے کی غلطی نہ کرتی۔"

اُس نے مغلوب سا ہو کر جواب دیا: "آذر تم نے کوئی غلطی نہیں کی اور میں پریشان نہیں ہوں۔"

"لیکن تمہارا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ تم مجھے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے۔"

"کاش تمہاری نگاہیں میرے دل کی گہرائیوں تک پہنچ سکتیں۔"

"تمہارے دل کا حال مجھے اُس وقت معلوم ہو گا جب تم دربار میں اپنا فیصلہ سُناؤ گے۔"

"دربار میں صرف میری عقل کا امتحان ہو گا۔"

"اور تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ شاید تمہاری عقل تمہارے دل کا ساتھ نہ دے سکے گی۔"

"یہ ہو سکتا ہے، لیکن ....."

آذرمیدخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "لیکن اس وقت تمہارا دل میرے ساتھ ہے۔"

"نہیں، نہیں اس وقت مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کیا کہنا چاہتا ہوں۔"

"تم مجھے ایران کی ملکہ کہہ چکے ہو اور کل اگر تمہاری عقل نے تمہارا راستہ نہ روک لیا تو ایران کی ملکہ کی قیام گاہ کا دروازہ تمہارے لئے ہر وقت کھلا ہو گا۔ اب تم جا کر آرام کرو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

وہ فرخ زاد کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہاں سے چل پڑی۔ فرخ زاد چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر بھاگ کر آگے بڑھا اور اس کا بازو پکڑتے ہوئے بولا: "آذر ٹھہرو! تم کہاں جا رہی ہو؟"

"یہ راستہ اندرونی محلات کی طرف جاتا ہے اور شاہی خاندان کے سوا کسی اور کو اُس دروازے

سے آگے قدم رکھنے کی اجازت نہیں۔ اب تم جاؤ، مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"مجھ سے؟"

"نہیں میں صرف اپنے دشمنوں کے جاسوسوں سے ڈرتی ہوں۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم دونوں یہاں ہیں تو وہ شاہ پور اور پوران دخت کو خبردار کر دیں گے اور یہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔"

فرخ زاد نے آذرمیدخت سے زیادہ اپنے آپ کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اگر مجھ پر کسی نے مجھ پر شک کیا تو میں کہہ سکوں گا کہ میں اپنی مرضی سے یہاں آیا تھا اور یہ محض اتفاق تھا کہ تم بھی یہاں آ پہنچ گئی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ انہیں تم پر اعتبار آ جائے۔ لیکن مجھ پر اعتبار نہیں آئے گا۔"

آذرمیدخت ہاتھ چھڑا کر آگے بڑھی اور اس نے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد تین بار بند دروازے پر دستک دی۔ باہر سے زنجیر کھلنے کی آواز آئی اور پھر دونوں کواڑ کھل گئے۔ آذرمیدخت دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہی الٹے پاؤں پیچھے ہٹی اور دہشت زدہ ہو کر فرخ زاد کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس نے سنبھلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "وہ آگے کھڑے ہیں، آپ باہر کے راستے سے نکل جائیں۔" لیکن فرخ زاد اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اس نے جواب دیا۔ "اب میری زندگی میں تمہارے سر کا بال بیکا نہیں ہو سکتا۔"

شاہ پور، پوران دخت اندر داخل ہوئے اور ان کے پیچھے چار مسلح سپاہی دروازے کے قریب رک گئے۔ وہ چند ثانیے رنج و اضطراب کی حالت میں آذرمیدخت اور فرخ زاد کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر شاہ پور نے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "آذر تم جاؤ۔"

آذرمیدخت نے ندامت کا اظہار کرنے کی بجائے گردن اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور پھر پوران سے مخاطب ہو کر کہا۔ "مجھے معلوم نہ تھا کہ تمہارے جاسوس اس جگہ بھی میرا پیچھا کریں گے۔"

پوران نے برہم ہو کر کہا۔ "تمہیں شرم آنی چاہیئے۔"

فرخ زاد نے شاہ پور سے کہا۔ "میں دعا کرنے کے لئے یہاں آیا تھا اور مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ اس وقت آتشکدہ کے اندر کوئی اور بھی ہوگا۔ یہ مجھے دیکھ کر بھاگ رہی تھیں میں نے صرف اپنی تشویش رفع

کرنے کے لئے ان کا پیچھا کیا ہے۔"

"اور اب آپ کی تشویش رفع ہو چکی ہے۔"

"ہاں اب مجھے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ یہ آذرمیدخت ہے۔"

شاہ پور نے پوران سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم آذر کو لے جاؤ، میں ان سے بات کرتا ہوں۔"

آذر بولی۔ "اگر تم میرے متعلق کوئی بات کرنا چاہتے ہو تو میں یہیں رہوں گی۔"

فرخ زاد نے کہا۔ "نہیں آپ جائیں۔ میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ میرے سامنے آپ کے متعلق کوئی توہین آمیز بات نہیں ہوگی۔ اگر آپ بھاگنے سے پہلے مجھے اپنا نام بتا دیتیں تو میں آپ کا پیچھا نہ کرتا۔ میں اس گستاخی کے لئے معذرت چاہتا ہوں۔"

"آؤ آذر!" پوران نے قدرے نرم ہو کر کہا اور وہ کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔

شاہ پور نے مسلح سپاہیوں کی طرف دیکھ کر ہاتھ سے اشارہ کیا اور وہ بھی واپس چلے گئے۔

شاہ پور چند ثانیے فرخ زاد کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ "آپ جانتے ہیں کہ محل کے اندر آذرمیدخت کی حفاظت میری اولین ذمہ داری ہے اور اس صورت میں جبکہ یہ میرے مقابلے میں سلطنت کی امیدوار بھی ہے، میری یہ ذمہ داری اور اہم ہو گئی ہے۔ اگر اسے کوئی حادثہ پیش آ جائے تو سلطنت کے امراء مجھے قابلِ معافی نہیں سمجھیں گے۔ یہ اپنی قیام گاہ سے غائب تھی اور ہم کافی دیر سے اسے تلاش کر رہے تھے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ اپنی عم زاد کا خیال رکھتے ہیں۔ اس بات کے باوجود کہ وہ تخت کے حصول کے لئے آپ کی مدِ مقابل ہے۔"

شاہ پور نے جواب دیا۔ "میری عم زاد خوبصورت بھی ہے اور مغرور بھی اور اگر خوشامدی نوکروں اور خادماؤں نے اس کے دل میں ملکہ بننے کا شوق پیدا کر دیا ہے تو مجھے اس پر برہم نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ شاہی محل کی ہر کنیز کے دل میں شہزادی بننے اور ہر شہزادی کے دل میں ملکہ بننے کی خواہش ہوتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اس کے ساتھ باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا، ورنہ ہو سکتا تھا کہ کوئی عقل کی بات اس کے دماغ میں آ جاتی۔"

فرخ زاد نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے اِس جگہ آذر میدخت سے مُلاقات کی توقع نہ تھی۔"

شاہ پور مُسکرایا۔ "مجھے معلوم ہے کہ آپ کو آتشکدہ کے موبد نے یہاں آنے پر آمادہ کیا تھا۔"

"اس کا یہ مطلب ہے کہ موبد کو آذر میدخت نے میرے پاس بھیجا تھا۔"

شاہ پور نے ہنس کر جواب دیا۔ "آپ کو موبد پر خفا نہیں ہونا چاہیئے۔ اُس نے صرف اپنا فرض پُورا کیا ہے۔"

"کیا آپ اُس سے خفا نہیں ہیں؟"

"نہیں بلکہ میں اُسے انعام کا حق دار سمجھتا ہوں۔ اگر وہ یہ خدمت اپنے ذمّے نہ لیتا تو اس وقت ہماری مُلاقات کبھی نہ ہوتی۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ آپ موبد کی اطلاع پر یہاں آئے تھے؟"

"ہاں اُس نے آذر میدخت کے ساتھ آپ کی مُلاقات کا انتظام کرنے کے بعد مجھے بھی خبردار کر دیا تھا لیکن ابھی یہ بات آذر میدخت پر ظاہر نہیں ہونی چاہیئے۔ ورنہ موبد کو سونے کی اُس تھیلی سے محروم ہونا پڑے گا جو اُس نے آذر میدخت سے حاصل کی ہے۔"

"لیکن آپ کو یہ کیسے معلوم ہُوا کہ کاہن نے آذر میدخت سے انعام حاصل کیا ہے؟"

شاہ پور نے مُسکرا کر جواب دیا۔ "میں وہ تھیلی دیکھ چکا ہوں اور آذر میدخت کے مقابلے میں دگنا انعام دے چکا ہوں اور میرا خیال ہے کہ اس کارگزاری کے بدلے آپ بھی اُسے انعام کا حقدار سمجھیں گے۔"

تھوڑی دیر بعد جب فرخ زاد اپنے بستر پر لیٹا ان واقعات پر غور کر رہا تھا تو آذر میدخت کی اَن گِنت تصویریں اُس کے دماغ میں گھوم رہی تھیں اور پچپن سال کی عمر میں اُس کی حالت اُس بچّے کی سی تھی جس کی جھولی کھلونوں سے بھر دی گئی ہو۔ اُسے جس قدر اِس تلخ حقیقت کا احساس تھا کہ آذر میدخت نے اُسے بیوقوف بنانے کی کوشش کی ہے، اُسی قدر وہ اِس بات سے مسرور تھا کہ شاہ پور کے سر پر تاج رکھنے کے بعد اُسی کی مُراد پُوری ہو سکتی ہے۔

فرخ زاد نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ اگر آپ کی عم زاد کے سر پر ایران کا تاج رکھ دیا جائے تو وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کرے گی لیکن میں آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ اگر کل آپ حکمران بن جائیں تو اُسے اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے۔"

شاہ پور نے جواب دیا۔ "اگر میں ایران کا حکمران بن جاؤں تو میری پہلی خواہش یہ ہوگی کہ آذر میدخت کے لئے کوئی ایسا شوہر تلاش کیا جائے جو اس کی قدر و قیمت جانتا ہو اور جس کی رفاقت میں وہ یہ محسوس نہ کرے کہ کسریٰ کی عم زاد ہونے کے باوجود اُسے اُس عزت سے محروم رکھا گیا جو صرف ایک شہزادی ہونے کی وجہ سے ہی نہیں بلکہ ایران کی سب سے زیادہ خوبصورت لڑکی ہونے کے باعث بھی اُس کا حق ہے۔"

فرخ زاد نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "آپ بہت فیاض ہیں اور فیاضی ایک اچھے حکمران کی اوّلین شرط ہے۔"

شاہ پور نے فرخ زاد کے چہرے پر ایک معنی خیز نگاہ ڈالتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت نے خراسان کے حاکم کو صرف مدائن کے نئے حکمران کے سر پر سلطنت کا تاج رکھنے کے لئے ہی نہیں بلکہ آذر میدخت کے لئے بھی زندگی کا سہارا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور اگر میرا یہ قیاس غلط نہیں تو ایران کی زمامِ کار سنبھالنے کے بعد میرا پہلا اعلان یہ ہوگا کہ میری عم زاد خراسان کے حاکم کے محل کی زینت بننے والی ہے۔ کیا میں یہ اُمید کر سکتا ہوں کہ اگر میں آپ کو آذر میدخت کا رفیقِ حیات بننے کی دعوت دُوں تو آپ انکار نہیں کریں گے۔ آذر کو حکومت کرنے کا شوق ہے اور سلطنت کے وزیرِ اعظم کی اہلیہ کی حیثیت میں اُس کا یہ شوق پُورا ہو سکتا ہے۔"

فرخ زاد نے تشکر اور احسانمندی کے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔ "میرے لئے اِس سے بڑی عزت اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ کے متعلق آذر میدخت کے خیالات کیا ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ کسریٰ کے تخت پر بیٹھنے کے بعد مجھے اُس کے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا پورا اختیار ہوگا۔ اب آپ آرام کریں۔"

اگلے روز صبح ہوتے ہی اُمرائے سلطنت اطاقِ کسریٰ میں جمع ہو چکے تھے۔ اس پُرشکوہ عمارت کے ایک وسیع گنبد کے نیچے ایک بلند پلیٹ فارم پر وہ سنہری تخت تھا جسے بیش قیمت جواہرات سے مزین کیا گیا تھا۔ سامنے ایک میز پر کسریٰ کا تاج پڑا ہُوا تھا اور تخت کے اُوپر موتیوں اور ہیروں سے مرصع چھتر جسے تاج کی شکل میں بنایا گیا تھا، ایک بھاری زنجیر کے ساتھ چھت سے منسلک تھا۔ پلیٹ فارم سے بے کر وسیع ہال کے آخری سرے تک فرش کے بیش قیمت قالین بھی موتیوں اور ہیروں سے مزین تھے اور دیواریں اطلس اور زربفت کے پردوں سے آراستہ تھیں۔ ان قالینوں اور پردوں پر جو نقش و نگار بنائے گئے تھے انہیں دیکھ کر پہاڑوں، ندیوں اور درختوں کا گمان ہوتا تھا۔ تخت کے دائیں بائیں شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں رونق افروز تھیں اور پلیٹ فارم سے نیچے سلطنت کے اکابر حسبِ مراتب اگلی اور پچھلی صفوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔

حاضرینِ مجلس کی نگاہیں تخت کے دو اُمیدواروں پر مرکوز تھیں۔ تخت کی دائیں طرف ایک کرسی خالی تھی اور اُس کے ساتھ دوسری کرسی پر شاہ پور رونق افروز تھا۔ بائیں طرف پہلی کرسی پر پوران دخت اور دوسری کرسی پر آذرمیدخت بیٹھی ہوئی تھی۔

آذرمیدخت اپنے لباس اور بناؤ سنگار کے لحاظ سے ایک دُلہن معلوم ہوتی تھی۔ وہ ہر نگاہ کے جواب میں مسکراہٹوں کے پھول برسا رہی تھی اور اُسے دیکھنے والے اشاروں میں اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اگر فرخ زاد نے اس شوخ اور بیباک لڑکی کی طرف سے اپنی آنکھیں بند نہ کر لیں تو اُسے ایک سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔

فرخ زاد ہال میں داخل ہُوا اور سب تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ اُس نے چبوترے کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھتے ہوئے اچانک آذرمیدخت کی طرف دیکھا اور ایک ثانیہ کے لئے رُک گیا۔ پھر وہ جلدی سے آگے بڑھا اور شاہ پور کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

حاضرین تھوڑی دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر وہ آپس میں سرگوشیاں

کرنے لگے۔ فرخ زاد قدرے توقف کے بعد اُٹھا اور اُس نے کہا: "معزز حضرات! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس عظیم ذمہ داری کے قابل سمجھا ہے۔ تاہم اگر مجھے اس بات کا احساس نہ ہوتا کہ آج ہم اپنی تاریخ کے نازک ترین دَور سے گزر رہے ہیں اور موجودہ حالات میں ایک معمولی خلفشار بھی ہمارے لئے تباہی کے دروازے کھول سکتا ہے تو میں یہ ذمہ داری قبول نہ کرتا۔ اب میں تخت کے ایک دعویدار کی تعریف یا دوسرے کی مذمت نہیں کروں گا۔ اگر یہ ممکن ہوتا کہ ایک تخت پر دو حکمران بٹھا دئیے جائیں تو میں یہ اعلان کرتا کہ ایران کے تخت کے لئے شہزادہ شاہ پور اور شہزادی آذرمیدخت یکساں موزوں ہیں، لیکن ایران کو صرف ایک حکمران کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں آپ سے پھر ایک بار یہ وعدہ لینا چاہتا ہوں کہ آپ متفقہ طور پر میرے فیصلے کی تائید کریں گے۔"

فرخ زاد یہاں تک کہہ کر رُک گیا۔ حاضرین چند ثانیے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر اُمراء کی پہلی صف سے ایک معمر آدمی اُٹھا اور اُس نے بلند آواز میں کہا: "ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے۔ اب آپ اپنا فرض پُورا کریں۔" اس کے بعد بہمن اُٹھا اور اُس نے کہا: "میں اس بات کی ذمہ داری لیتا ہوں کہ جو حضرات اس وقت یہاں موجود ہیں وہ متفقہ طور پر آپ کا فیصلہ قبول کریں گے۔" اس کے بعد دوسرے لوگ باری باری فرخ زاد پر اپنے یقین اور اعتماد کا اظہار کرنے لگے۔ پھر فرخ زاد نے شاہ پور کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا اور آگے بڑھ کر تخت پر بٹھا دیا۔ اس کے بعد مجوسی کاہن نے تاج اُٹھا کر شاہ پور کے سر پر رکھ دیا۔ فرخ زاد نے پہلے تخت کے سامنے سجدہ کیا۔ پھر شہنشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اُٹھ کر کہا: "حضرات! میں اپنا فرض پُورا کر چکا ہُوں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ شہزادی آذرمیدخت ایران کے نئے شہنشاہ کو مبارکباد پیش کرنے میں سبقت کریں۔"

آذرمیدخت چند ثانیے سکتے کے عالم میں فرخ زاد کی طرف دیکھتی رہی، پھر وہ اپنے کرب و اضطراب کو مصنوعی مسکراہٹوں میں چھپاتی ہوئی اُٹھی، لڑکھڑاتی ہوئی آگے بڑھی، دو زانو ہو کر شاہ پور کے ہاتھ کو بوسہ دیا، پھر پیچھے ہٹ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گئی۔ اس کے بعد شہزادی پوران دخت، شاہی خاندان کے دوسرے افراد اور سلطنت کے اُمراء اور فوجی عہدہ دار باری باری آگے بڑھ کر شاہ پور کی تعظیم کرنے لگے۔

لیکن آذرمیدخت کو اپنے گرد و پیش کا ہوش نہ تھا۔ وہ ایک زخمی ناگن کی طرح کبھی شاہ پور اور کبھی فرخ زاد کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جب یہ کاروائی ختم ہوئی تو شاہ پور نے حاضرینِ دربار سے مخاطب ہو کر کہا: "ہمیں اُن ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہے جو موجودہ حالات میں ایران کے حکمران پر عائد ہوتی ہیں اور ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں ایک دانشمندانہ اور تجربہ کار وزیر کی ضرورت ہے۔ فرخ زاد نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہمیں خراسان سے زیادہ مدائن میں اُن کی خدمات کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم انہیں اپنا وزیر مقرر کرتے ہیں اور خراسان کی حکومت اُن کے بیٹے رستم کے سپرد کی جاتی ہے۔ مدائن کے عوام اور اُمراء کو یہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم نے اُن پر کسی اجنبی کو مسلط کر دیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ فرخ زاد کو شاہی خاندان سے منسلک کر دیا جائے۔ آذرمیدخت ہماری عم زاد ہیں ہم اُن کے شکرگزار ہیں کہ اُنہوں نے ایران کے تخت پر ہمارا خیر مقدم کرتے ہوئے انتہائی کشادہ دلی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ ہمارے وزیر کی رفیقۂ حیات کی حیثیت سے سلطنت کے امور میں دلچسپی لیں کیونکہ جس طرح ہمیں فرخ زاد کی خدمات کی ضرورت ہے، اسی قدر فرخ زاد کو اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے ہماری عم زاد کے تعاون کی ضرورت ہو گی"۔

آذرمیدخت اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ کرب اور اضطراب کی حالت میں اُس کا سارا وجود لرز رہا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن آواز اُس کے حلق سے باہر نہ نکل سکی۔

شاہ پور نے اُس کی طرف دیکھا اور کہا: "آذر بیٹھ جاؤ! تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تم نے مقدس آگ کے سامنے جو عہد کیا تھا، ہم اُسے پورا کریں گے۔ تم نے کوئی ایسی بات نہیں کی جس پر کسریٰ کا خاندان شرمسار ہو۔ تم اس بات پر فخر کر سکتی ہو کہ تمہارا مقصد سلطنت کی بھلائی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اب ہم اپنی رعایا کو ایک ہفتہ کے لئے جشن منانے کی اجازت دیتے ہیں"۔

آذرمیدخت نڈھال سی ہو کر کرسی پر گر پڑی۔ شاہ پور اُٹھا اور عقب کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

باب ۱۷

فریبرز اپنے دفتر کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ زرنجت کمرے میں داخل ہوا اور سلام کرنے کے بعد مؤدب کھڑا ہو گیا۔ فریبرز نے اُس کی طرف دیکھے بغیر ہاتھ سے اشارہ کیا اور زرنجت آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ فریبرز نے تھوڑی دیر بعد اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "زرنجت میں تمہیں ایک اہم ذمہ داری سونپ رہا ہوں۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایک ہفتہ تک فرخ زاد اور شہزادی آذرمیدخت کی شادی ہونے والی ہے اور مدائن کے اُمراء کا ایک بااثر گروہ اس بات پر خوش نہیں؟"

"جناب میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ پر فوج میں بھی کافی اضطراب پایا جاتا ہے۔ میں اس قسم کی افواہیں سُن چکا ہوں کہ شاہ پور نے تخت حاصل کرنے کے لئے فرخ زاد کو شہزادی آذرمیدخت کا رشتہ پیش کیا تھا لیکن میرا خیال ہے کہ شہزادی کی اپنی خواہش بھی یہی تھی"۔

"تمہارا خیال غلط ہے۔ وہ اس رشتے پر قطعاً خوش نہیں اور جو امیر یہ محسوس کرتے ہیں کہ شاہ پور نے فرخ زاد کو وزیر بنا کر اُن کی حق تلفی کی ہے۔ اُس کی ناراضگی سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں فرخ زاد نے شاہ پور کے حق میں فیصلہ دے کر جس قدر دانشمندی کا ثبوت دیا ہے، وزارت کا عہدہ قبول کرنے اور پھر اس سے کہیں زیادہ آذرمیدخت کے ساتھ شادی رچانے میں اسی قدر حماقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اُس کے مخالفین کے لئے مدائن کے عوام کو اس بات پر مشتعل کرنا مشکل نہیں کہ کسریٰ کی بیٹی کی شادی شاہی خاندان سے باہر ہو رہی ہے۔ میں تمہیں فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں۔ کل اُس نے شہنشاہ سے درخواست کی تھی کہ اُسے خراسان سے اپنے سپاہیوں کے چند دستے مدائن میں منتقل کرنے

کی اجازت دی جائے۔ شہنشاہ نے مجھے مشورے کے لئے بلایا تھا اور میں نے انہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر فرخ زاد کو خراسان کے سپاہی مدائن میں لانے کی اجازت دی گئی تو یہاں اُس کی مخالفت اور بڑھ جائے گی۔ اگر اُسے یہاں کوئی خطرہ ہے تو میں اُس کی حفاظت کی ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہوں۔ چنانچہ شہنشاہ نے فرخ زاد کی حفاظت میرے سپرد کی ہے اور میں یہ ذمہ داری تمہیں سونپ رہا ہوں۔ بظاہر اس بات کا کوئی خطرہ نہیں کہ مدائن کے اُمراء یا شاہی خاندان کے افراد فرخ زاد کے ساتھ کھلے تصادم کا خطرہ مول لینے کی جرأت کریں گے۔ تاہم ہمیں ہر وقت چوکس اور بیدار رہنا چاہیئے۔ دو دن فرخ زاد اپنی نئی قیام گاہ میں منتقل ہو جائے گا اور جب تک ہمیں مدائن کے حالات کے متعلق اطمینان نہیں ہو جاتا تم اُس کے ساتھ رہو گے۔ آذر میدخت شہنشاہ کے ساتھ سخت تکرار کے بعد فرخ زاد سے شادی کرنے پر رضامند ہوئی ہے۔ لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُس کے دل میں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے شہنشاہ کے ساتھ جھگڑا کرنے کے بعد اُس نے اپنی غلطی محسوس کر لی ہو یا سنجیدگی سے اپنے مستقبل کے متعلق سوچنے کے بعد اُس نے فیصلہ کیا ہو کہ تخت سے محروم ہونے کے بعد شہنشاہ کے وزیر کی بیوی کی حیثیت سے وہ شاہی خاندان کے باقی افراد سے ممتاز رہ سکتی ہے۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ محض حالات سے مجبور ہو کر اپنے غم و غصہ کو مسکراہٹوں میں چھپانے کی کوشش کر رہی ہو اور اُسے اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کے لئے مناسب وقت کا انتظار ہو۔ اُس کی رگوں میں ساسانی خون ہے اور مجھے یقین ہے کہ اگر حالات ذرا ساز گار ہوئے تو تم اُسے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے بڑے سے بڑا خطرہ مول لینے کے لئے تیار پاؤ گے۔ فرخ زاد ایک مضبوط آدمی ہے لیکن مدائن کے اُمراء کو یہ بات راس نہیں آسکتی کہ ایک مضبوط آدمی سلطنت کا وزیر بن کر اُن کی گردن پر سوار ہو جائے۔ اگر آذر میدخت نے کوئی سازش نہ کی تو بھی وہ زیادہ عرصہ آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔"

فریبرز یہاں تک کہہ کر رُک گیا۔ پھر اُس نے میز سے ایک کاغذ اُٹھایا اور زربخت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ اُن لوگوں کی فہرست ہے جو گزشتہ چند برس میں سابق حکمرانوں کے خلاف قریباً ہر سازش میں حصہ لے چکے ہیں۔ یہ نام حفظ کر لو اور پھر اس کاغذ کو جلا ڈالو۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ان دنوں شاہ پور کی

حمایت میں سب سے زیادہ نعرے لگاتے ہیں لیکن اگر فرخ زاد شہزادی آذر میدخت کو تخت پر بٹھا دیتا تو یہی لوگ اُس کے حامیوں کی پہلی صف میں کھڑا ہونے کی کوشش کرتے۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہونا چاہیئے کہ تم فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہو اور آذر میدخت پر بھی تمہیں اپنے شبہات ظاہر نہیں کرنے چاہئیں۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھو، کانوں سے سُنو، دماغ سے سوچو لیکن اپنی زبان قابو میں رکھو۔ جب یہ لوگ تمہاری طرف سے بے پروا ہو جائیں گے تو تم زیادہ سُن سکو گے، زیادہ دیکھ سکو گے، بہتر سوچ سکو گے اور وقت آنے پر بہتر فیصلہ کر سکو گے۔ تمہارے ساتھ صرف بیس پچیس ایسے آدمی ہونے چاہئیں جن کی ذہانت، وفاداری اور بہادری پر تم اعتماد کر سکو۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

زربخت نے اُٹھ کر سلام کیا لیکن جب وہ دروازے کی طرف بڑھا تو فریبرز نے اُسے آواز دے کر روک لیا اور کہا۔ "رات سروش کا ایلچی آیا تھا۔ اُس نے لکھا ہے کہ یاسمین تمہاری بہن کو بہت یاد کرتی ہے اور وہ عرب لڑکا وہاں بہت خوش ہے۔"

زربخت نے سوال کیا۔ "وہ واپس نہیں آئے گا؟"

فریبرز نے جواب دیا۔ "سروش نے لکھا ہے کہ جب میری فوج جنگ میں شریک ہوگی تو یہ کمسن سپاہی میرے ساتھ ہوگا اور ایران کے آزمودہ کار سپاہی اُس کے کارناموں پر فخر کریں گے۔"

O

آذر میدخت اپنے محل کے ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھی تھی۔ ایک کنیز اُس کے بال سنوارنے میں مصروف تھی اور دوسری اس کے سامنے آئینہ لئے کھڑی تھی۔ ایک اور خادمہ کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔ "جناب سیاوخش آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔"

آذر میدخت نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کنیزیں باہر نکل گئیں۔ سیاوخش کمرے میں داخل ہوا۔ شہزادی نے ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا، لیکن پھر اچانک سنجیدہ ہو کر بولی۔ "اب تمہیں میرے پاس آنے میں بہت زیادہ احتیاط برتنی چاہیئے۔ اگر شاہ پور کے کسی جاسوس کو شبہ ہو گیا تو میری حالت ایک قیدی سے مختلف نہیں ہوگی۔"

سیاد خش نے آگے بڑھ کر شہزادی کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور پھر پیچھے ہٹ کر اُس کے سامنے دیوان پر بیٹھتے ہوئے بولا "شاہ پور کو معلوم ہے کہ شاہی محلات کا محافظ میرا ماموں زاد ہے اور میں اُس کے پاس آیا کرتا ہوں۔"

آذر میدخت بولی۔ "فرض کرو، اگر شاہ پور یا پوران دخت اچانک اس طرف آ نکلیں تو تم انہیں یہ کہہ کر مطمئن کر سکو گے کہ تم غلطی سے اپنے ماموں زاد کی بجائے یہاں آ گئے ہو؟"

وہ مُسکرایا "آپ فکر نہ کریں، اُن کے راستے میں پہریدار کھڑے ہیں اور جب اُن میں سے کوئی اپنے محل سے باہر نکل کر آپ کی قیامگاہ کا رُخ کرے گا تو مجھے اطلاع مل جائے گی اور مجھے یہاں سے باغ کے راستے اپنے ماموں زاد کے گھر تک پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن اس وقت شاہ پور کے ساتھ فرخ زاد کی ملاقات ہو رہی ہے اور جب تک یہ ملاقات ختم نہیں ہوتی شاہ پور کے نوکر یا جاسوس کسی اور طرف توجہ نہیں دیں گے۔ میں آپ کو یہ بتانے کے لئے آیا ہوں کہ اُمرا اور فوجی سرداروں کی اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔ وہ فرخ زاد کو اس بات کا موقع نہیں دینا چاہتے کہ وہ مدائن میں پاؤں جمائے۔ فوج اس خبر سے کافی بے چین ہے کہ فرخ زاد موقع ملتے ہی اپنے بیٹے رستم کو سپہ سالار کے عہدے پر فائز کرنے کی کوشش کرے گا اور شاہ پور کسی مسئلے میں بھی اُسے ناراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

آذر میدخت نے کہا "تمہیں یہ باتیں بتانے کے لئے یہاں آنے کا خطرہ مول لینے کی ضرورت نہ تھی۔ محل کے اندر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو مجھے باہر کے حالات سے باخبر رکھتے ہیں۔ میں صرف یہ سُننا چاہتی ہوں کہ جو اُمرا اور فوجی سردار میرے طرف دار ہیں، اُنہوں نے بغاوت کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے کون سا دن مقرر کیا ہے؟"

سیاد خش نے جواب دیا "ہمیں بغاوت کا پرچم اُٹھانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ ہمارے سامنے مسئلہ صرف یہ ہے کہ ایک صبح جب اہلِ مدائن گہری نیند سے بیدار ہوں تو وہ یہ خبر سُنیں کہ شہزادی آذر میدخت کے ایک جانثار نے شاہ پور اور فرخ زاد کو اُس کے راستے سے ہٹا دیا ہے۔"

آذر میدخت مسکرائی "اور آذر میدخت کے اُس جانثار کا نام سیاد خش ہے۔"

"ہاں میں یہ کام اپنے ذمے لے چکا ہوں، لیکن میرے راستے میں چند دشواریاں ہیں یہی وجہ ہے کہ میں آج آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میرے لئے فرخ زاد سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل نہیں ہو گا، لیکن اس کے بعد اگر شاہ پور کی محافظ فوج فوراً میدان میں آ گئی تو بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جو آپ کا ساتھ دینا پسند کریں گے۔ بدقسمتی سے محافظ فوج کا سالار شاہ پور کا انتہائی وفادار ہے۔"

آذر میدخت نے کہا "میں فریبرز کو اچھی طرح جانتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم فرخ زاد اور شاہ پور کو راستے سے ہٹا سکو تو وہ میری مخالفت نہیں کرے گا۔"

سیاوخش نے کہا: "لیکن اُس نے ایک ایسے نوجوان کو فرخ زاد کا محافظ بنا دیا ہے جسے میں خطرناک سمجھتا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"اُس کا نام زرنجت ہے۔"

"تم اُس سے ڈرتے ہو؟"

سیاوخش نے تلملا کر جواب دیا "میں ایران کی ہونے والی ملکہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ میں صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ فریبرز نے محافظ فوج کے بہترین سپاہی فرخ زاد کی نئی قیام گاہ کی حفاظت کے لئے بھیج دیے ہیں اور زرنجت ان سپاہیوں کا افسر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر فریبرز فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس نہ کرتا تو وہ اپنی فوج کے انتہائی وفادار افسر کو پڑاؤ میں ایک اہم ذمہ داری سے ہٹا کر فرخ زاد کی حفاظت پر متعین نہ کرتا۔ عام حالات میں یہ کام فوج کے ایک معمولی عہدیدار کے سپرد ہونا چاہیئے تھا۔"

آذر میدخت نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس میں پریشان ہونے کی کون سی بات ہے۔ موجودہ حالات میں ایک معمولی عقل کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اہلِ مدائن فرخ زاد کی تقرری پر خوش نہیں ہیں اور اس خبر نے اُنہیں اور زیادہ مضطرب کر دیا ہے کہ شاہ پور نے اُسے میری شادی کا لالچ دے کر تخت حاصل کیا ہے۔ اس لئے فرخ زاد کی حفاظت کے لئے جو انتظامات ہو رہے ہیں وہ میرے لئے غیر متوقع نہیں۔ اگر شاہ پور نے یہ کام فریبرز کے سپرد کیا ہے تو اُس نے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے یقیناً ایسے لوگوں کو منتخب کیا

ہوگا جن کی وفاداری اور فرض شناسی پر اُسے پورا بھروسہ ہو۔"

سیلوخش نے جواب دیا۔"شہزادی! میں پریشان نہیں ہوں لیکن آپ کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ ہمارے راستے کی مشکلات کیا ہیں اور ان مشکلات کا سامنا کرنے کے لئے ہمیں کونسی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔ میں نے پہلے ہی دن یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اگر محافظ فوج بروقت حرکت میں آگئی تو ہمارا بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ اب فریبرز نے زربخت کو فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ میرے خدشات بے بنیاد نہیں تھے۔ شہنشاہ کی محافظ فوج کے بعض سپاہیوں اور افسروں کے خیالات معلوم کرنے کے بعد میرا تأثر یہ ہے کہ اُن کی اکثریت زربخت کے اشاروں پر جان دیتی ہے۔ اور جب تک یہ نوجوان جو فریبرز کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہے، دارالحکومت میں موجود ہے، فریبرز کے خلاف ہماری کوئی سازش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر اُس نے شاہ پور یا فرخ زاد کے لئے کوئی خطرہ محسوس کیا تو اُسے صرف زربخت کو خبردار کرنے کی ضرورت پیش آئے گی اور وہ ایک ساعت کے اندر اندر تمام دستوں کو مستقر سے شہر اور شاہی محلات میں منتقل کر دے گا۔"

شہزادی نے کہا۔"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ فرخ زاد اور شاہ پور سے پہلے ہم فریبرز کو اپنے راستے سے ہٹا دیں ــــ؟"

"یہ بات مشکل نہیں، ہم فریبرز کو کسی وقت بھی ٹھکانے لگا سکتے ہیں۔ اُس کے مکان پر چند ذاتی نوکروں کے سوا اور کوئی پہریدار نہیں ہوتا۔ پھر اس کام کے لئے اُس کے دفتر کے کسی آدمی کی خدمات بھی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد ہمیں زربخت سے نپٹنا پڑے گا اور محافظ فوج کے آزمودہ کار سپاہی اُس کے ساتھ ہوں گے۔ ایران کی دوسری افواج سے مجھے کوئی اندیشہ نہیں۔ اگر آپ شاہ پور یا اُس کے چند حامیوں کی لاشیں روندتی ہوئی تخت تک پہنچ جائیں تو انہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی بلکہ میرے خیال میں اُن کی اکثریت فرخ زاد سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اِس انقلاب کا خیر مقدم کرے گی۔ لیکن موجودہ حالات کسی خانہ جنگی کے لئے سازگار نہیں، اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ کوئی مضبوط فوجی افسر تخت و تاج کا دعویدار بن کر میدان میں آجائے گا اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔ اس لئے ہمیں اپنی کارروائی کے

آغاز سے لے کر انجام تک سارے مراحل انتہائی قلیل عرصہ میں طے کرنے پڑیں گے۔"

آذر بولی۔"تم اس بات پر پریشان ہو کہ فریبرز نے شاہی فوج کے ایک جوان اور باا ثر افسر کو فرخ زاد کی حفاظت پر متعین کر دیا ہے۔ لیکن کیا میرے لئے ایران کی سلطنت کا سودا چکانے والا ایک نوجوان اس کی قیمت ادا نہیں کر سکتا؟"

"میں جس بات سے پریشان ہوں وہ یہ ہے کہ یہ نوجوان فریبرز کی حسین نواسی پر فدا ہو چکا ہے وہ اصفہان کے ایک بہت بڑے رئیس کی بیٹی ہے۔ میں اُسے دیکھ چکا ہوں اور مجھے شاہی فوج کے ایک افسر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کچھ عرصہ قبل جب یہ لڑکی یہاں آئی تھی تو زربخت صبح و شام فریبرز کے گھر کا طواف کیا کرتا تھا۔ اس افسر کو یقین ہے کہ زربخت اس لڑکی کا شوہر بننے والا ہے اور اُسے فرخ زاد کے ساتھ منسلک کرنے کا مقصد بھی یہی ہے کہ آگے چل کر اُس کے لئے ترقی کے راستے کھل جائیں۔"

آذرمیدخت نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔"تم ابھی یہ کہہ رہے تھے کہ فرخ زاد اس وقت شاہ پور کے پاس ہے۔"

"ہاں، میں اُسے شاہی محل کی ڈیوڑھی کی طرف جاتے ہوئے دیکھ چکا ہوں۔"

"اور زربخت بھی اُس کے ساتھ ہوگا؟"

"نہیں زربخت اُس کے ساتھ نہیں تھا۔ وہ عام طور پر فرخ زاد کی نئی قیام گاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ جب فرخ زاد دن کے وقت شہنشاہ کے پاس آتا ہے تو وہ دس مسلح جوان اُس کے ساتھ بھیج دیتا ہے لیکن اگر رات کے وقت فرخ زاد کو شاہ پور کے پاس آنا پڑے تو وہ ہمیشہ اُس کے ساتھ ہوتا ہے اور اُن کے ساتھ مسلح سپاہیوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ علی الصباح وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے پڑاؤ میں بھی جاتا ہے تاکہ شاہی فوج کے ساتھ اُس کا رابطہ قائم رہے۔"

آذرمیدخت نے کہا۔"میں صرف یہ جاننا چاہتی ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہوگا؟"

"میرے خیال میں وہ اس وقت فرخ زاد کے محل میں ہوگا۔"

آذرمیدخت نے تالی بجائی۔ ایک کنیز بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ آذرمیدخت نے کہا۔

"میری پالکی تیار کرواؤ۔ میں محل سے باہر جا رہی ہوں۔"

"یہ دیوانگی ہے، فرخ زاد کیا خیال کرے گا؟"

"فرخ زاد کو صرف اس بات کا افسوس ہوگا کہ جب میں اُس کا گھر دیکھنے گئی تھی تو وہ میرے استقبال کے لئے وہاں موجود نہ تھا۔"

"لیکن شاہ پور یہ بات کیسے پسند کرے گا کہ آپ شادی سے پہلے ....."

آذر میدخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "شاہ پور کے لئے اِس سے بڑی خبر اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں نے فرخ زاد کے ساتھ اپنا مستقبل وابستہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

سیاوخش نے کہا۔ "شہزادی! اگر آپ زربخت کو اپنا حامی بنانے کی اُمید پر وہاں جا رہی ہیں تو آپ کو مایوسی ہوگی۔"

آذر میدخت نے تلملا کر جواب دیا۔ "اگر وہ دیکھنے کے لئے آنکھیں رکھتا ہے تو مجھے اُس سے مایوسی نہیں ہوگی۔"

"لیکن آپ کس بہانے وہاں جائیں گی؟"

"بہانہ تلاش کرنا میرا کام ہے۔ میں وہاں ضرور جاؤں گی اور تم یہ دیکھو گے کہ جو تمہیں ایک پہاڑ دکھائی دیتا ہے، ایک تنکے سے زیادہ بے حقیقت ثابت ہوا ہے۔"

"لیکن اگر اُسے کسی سازش کا شبہ ہوگیا تو وہ کسی تاخیر کے بغیر فریبرز کو خبردار کر دے گا اور اس کے بعد حکومت کے سارے جاسوس ہمارے خلاف حرکت میں آجائیں گے۔"

"اُسے کوئی شبہ نہیں ہوگا۔"

"لیکن آپ اُسے کیا کہیں گی؟"

"مجھے کچھ کہنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، میں صرف یہ دیکھنے جا رہی ہوں کہ ہمارے لئے اُس سے نجات حاصل کرنے یا اُسے اپنا حامی بنانے کے امکانات کیا ہیں؟ اور میں اُس کی نگاہوں سے اِس سوال کا جواب معلوم کر سکوں گی۔ اب تم جاؤ اور آئندہ انتہائی ضرورت کے بغیر یہاں آنے کی کوشش نہ کرو۔

محل کا محافظ مجھے تمہاری سرگرمیوں کی خبر دیتا رہے گا۔"

سیاوخش بادلِ ناخواستہ اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا، رُکا اور ایک ثانیہ کے لئے مڑ کر شہزادی کی طرف دیکھنے کے بعد کمرے سے باہر نکل گیا۔

○

زربخت دریا کے دوسرے کنارے فرخ زاد کے محل کے ایک کمرے میں گہری نیند سو رہا تھا۔ ایک سپاہی بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اُس کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا۔ اُس نے کروٹ بدل کر آنکھیں کھولیں اور پھر جلدی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ سپاہی نے کہا۔ "معاف کیجئے جناب! میں نے نہیں سمجھا تھا کہ آپ ابھی سوئے ہیں اور رات کے وقت آپ کو آرام کا موقع نہیں ملا لیکن ....."

"وزیر اعظم واپس آگئے ہیں؟" زربخت نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔ "نہیں جناب! وہ نہیں آئے۔ شہزادی آذر میدخت تشریف لائی ہیں۔"

"کیا بک رہے ہو؟ اِدھر آؤ!"

سپاہی پریشان ہو کر آگے بڑھا اور زربخت اُس کی گردن پر ہاتھ ڈالنے کے بعد اُس کا منہ سونگھنے لگا۔

سپاہی نے احتجاج کیا۔ "جناب! میں نے شراب نہیں پی۔ میں نے افیون بھی نہیں کھائی۔ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی من چلی لڑکی ہمارے ساتھ مذاق کرنا چاہتی ہو لیکن وہ شاہی محل کی طرف سے ایک خوبصورت کشتی پر سوار ہو کر آئی ہے۔ ایسی کشتیوں پر صرف شاہی خاندان کے شہزادے اور شہزادیاں ہی سیر کے لئے نکلتے ہیں۔ اس کشتی کے ملاح بھی رئیس زادے معلوم ہوتے ہیں۔ اُس کا لباس اور زیور بھی شہزادیوں جیسا ہے۔ اُس کی خادمہ کے گلے میں بھی موتیوں کا ہار ہے۔ اُس نے کشتی سے اُترتے ہی یہ حکم دیا تھا کہ شہزادی آذر میدخت اِس محل کا مُعائنہ کرنے کے لئے تشریف لائی ہیں۔ اِس لئے تمام نوکر ایک طرف ہٹ جائیں پھر اُس نے پہرے داروں سے یہ کہا کہ تم اُلّوؤں کی طرح کیا دیکھ رہے ہو، اگر تمہارا کوئی افسر یہاں ہے تو اُسے شہزادی کے سامنے پیش کرو۔ میں نے صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ سو رہے ہیں اور وہ میرا منہ نوچنے کے لئے تیار ہو گئی۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہزادی آذر میدخت یہاں کیسے پہنچ گئیں؟"

"جناب یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آسکتی۔ لیکن آپ جلدی کیجئے۔"

زرنجت نے جلدی سے اپنے موزے پہنے اور اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

آذرمیدخت اور اُس کی خادمہ دروازے کے سامنے نمودار ہوئیں اور زرنجت دم بخود ہو کر اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اچانک اُس کی نگاہیں جھک گئیں۔

شہزادی نے شکایت کے لہجے میں کہا: "میرا نام آذرمیدخت ہے لیکن اس محل کے محافظ شاید مجھے کوئی بھوت سمجھتے ہیں؟"

زرنجت نے جھجکتے ہوئے گردن اُٹھائی اور آذرمیدخت کی مسکراہٹ اُس کے دل کی گہرائیوں میں اُتر گئی۔ "معاف کیجئے!" اُس نے کہا۔ "میں سو رہا تھا اور اس محل کے پہریداروں کے لئے آپ کی آمد غیر متوقع تھی اور مجھے بھی اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ تشریف لا رہی ہیں۔"

"اب اگر تم پہریداروں کے ہجوم کو ایک طرف کر سکو تو میں یہ محل دیکھنا چاہتی ہوں اور مجھے یقین ہے کہ فرخ زاد اس بات پر اعتراض نہیں کرے گا۔"

زرنجت نے آگے بڑھ کر کہا۔ "یہ محل آپ کا ہے اور اگر پہریداروں سے کوئی گستاخی ہوئی ہے تو میری معذرت قبول فرمائیے۔"

شہزادی نے جواب دیا۔ "پہریداروں کے حواس ابھی درست نہیں ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خراسان کے لوگ دن کی روشنی میں بھی انسان اور بھوت کے درمیان تمیز نہیں کر سکتے۔"

زرنجت نے کہا۔ "یہ پہریدار اسی جگہ کے باشندے ہیں، صرف چند نوکر خراسانی ہیں۔"

"اور تم؟" شہزادی نے انجان بن کر پوچھا۔

"میں بھی خراسانی نہیں ہوں۔" یہ کہہ کر زرنجت اُس سپاہی کی طرف متوجہ ہوا جو ابھی تک بدحواسی کی حالت میں کمرے کے اندر کھڑا تھا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو، جاؤ اور اپنے ساتھیوں کو ڈیوڑھی کی طرف لے جاؤ۔"

سپاہی جھجکتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا لیکن اُنہیں راستے میں دیکھ کر ٹھٹک گیا اور پھر جلدی سے مُڑ کر بھاگتا ہوا دوسرے دروازے سے باہر نکل گیا۔ آذرمیدخت اور خادمہ ہنس پڑیں۔

"اب آپ اطمینان سے اپنا محل دیکھ سکتی ہیں۔" زرنجت نے یہ کہہ کر ایک طرف کھسکنے کی کوشش کی۔

لیکن آذر بولی۔ "ٹھہرو! تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں بھی باہر جا رہا تھا۔"

"تم ہمیں مکان نہیں دکھاؤ گے؟"

"میں حاضر ہوں، لیکن میرا خیال تھا کہ شاید آپ میری موجودگی میں اُلجھن محسوس کریں۔"

"نہیں تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ ہم اسی جگہ سے شروع کرتے ہیں تم اس کمرے میں رہتے ہو؟"

"نہیں میرا کمرا باہر مہمان خانے کے ساتھ ہے۔ لیکن چونکہ ابھی نچلی منزل کے چار کمرے خالی ہیں اس لئے میں دن کے وقت یہیں رہتا ہوں۔ وزیر اعظم عام طور پر اُوپر کی منزل میں قیام فرماتے ہیں۔"

آذرمیدخت نے آگے بڑھ کر کمرے کے اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "یہ کمرا ایران کی سلطنت کے وزیر اعظم کے محل کا حصّہ معلوم نہیں ہوتا۔"

"جناب ابھی نچلی منزل کے کئی کمرے آراستہ نہیں ہوئے۔ صرف ملاقات کے کمرے کے علاوہ تین اور کمروں کو آراستہ کیا گیا ہے۔"

"ہمیں پہلے وہ کمرے دکھاؤ!"

"تشریف لائیے!" زرنجت یہ کہہ کر اُن کے آگے آگے چل دیا۔

وہ تین چھوٹے کمرے دیکھنے کے بعد ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے جو قالینوں، آبنوس کی کرسیوں، مخمل کے پردوں اور رنگا رنگ کی تصویروں سے آراستہ تھا۔ ایک کشادہ دریچے کے سامنے سنہری گلدانوں میں گلاب کے تازہ پھول مہک رہے تھے۔

آذرمیدخت نے کمرے کے درمیان ایک قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ قالین اس کمرے کے لئے موزوں نہیں اسے کسی اور کمرے میں ڈال دو۔"

"لیکن یہ تو وہ کل ہی خرید کر لائے تھے اور دوکاندار کہتا تھا کہ اِس سے زیادہ قیمتی قالین مدائن کے بازار میں نہیں مل سکتا۔"

آذر میدخت نے خادمہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم کشتی سے قالین اُٹھوا کر یہاں لے آؤ۔"

خادمہ باہر نکل گئی تو آذر میدخت زربخت کی طرف متوجہ ہوئی۔ "ہمیں یہ سارے قالین تبدیل کرنے پڑیں گے اور مجھے یہ پردے بھی پسند نہیں آئے لیکن تمہیں فرخ زاد سے یہ شکایت نہیں کرنی چاہیئے کہ میں اُن کی توہین کرنا چاہتی ہوں۔"

"آپ اطمینان رکھیں، مجھے یقین ہے کہ اگر آپ یہ سارا سامان اُٹھوا کر دریا میں پھینکنے کا حکم دیں تو بھی اُنہیں ملال نہیں ہوگا بلکہ وہ اس بات سے خوش ہوں گے کہ آپ نے اس مکان کو توجہ کے قابل سمجھا ہے۔"

شہزادی نے کہا۔ "اب اُوپر چلو! میں اُن کے کمرے دیکھنا چاہتی ہُوں۔"

زربخت خادمہ کا انتظار کرنا چاہتا تھا لیکن جب آذر میدخت دروازے کی طرف بڑھی تو وہ جلدی سے آگے بڑھ کر اُس کے ساتھ جا ملا۔ بالائی منزل کی سیڑھیاں چڑھتے وقت آذر میدخت نے اچانک مڑ کر دیکھا اور اُس کی دلفریب مسکراہٹ زربخت کے دل میں گھر کر گئی۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" شہزادی نے سوال کیا۔

"زربخت" اُس نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

پھر تھوڑی دیر بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں کھڑے تھے جس کا ایک دریچہ دریا اور دوسرا پائیں باغ کی طرف کھلتا تھا۔ شہزادی نے نڈھال سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اب میں تھک گئی ہُوں۔"

زربخت نے کہا۔ "آپ تھوڑی دیر آرام کریں، میں نیچے جا کر آپ کی خادمہ کو بھیجتا ہُوں۔"

"خادمہ کو بُلانے کی ضرورت نہیں، وہ ایک باتونی عورت ہے اور ان کمروں کا حال دیکھنے کے بعد میرا مذاق اُڑائے گی۔"

"میں آپ کے لئے شربت بھیجتا ہُوں۔"

"مجھے پیاس نہیں۔ تم بیٹھ جاؤ! میں چند ضروری باتیں کرنا چاہتی ہُوں۔"

زربخت جھجکتا ہوا چند قدم دُور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا لیکن اب

اِس دھڑکن سے خوف کے ساتھ ساتھ مسرت کا احساس بھی اُبھر رہا تھا۔ وہ بچپن کے ایام میں جن عجیب و غریب پریوں کی داستانیں سُنا کرتا تھا، اُن کی ایک جیتی جاگتی تصویر اُس کی نگاہوں کے سامنے تھی اور اُس کے ذہن میں نسوانی حُسن و جمال کے متعلق جو تصورات تھے وہ سب آذر میدخت کے خدوخال میں سمٹ کر آ گئے تھے۔ وہ اُس کی بیباک نگاہوں میں بیک وقت زندگی کی روشنی اور موت کی تاریکی دیکھ رہا تھا۔ اُس کا دل ایک اَن دیکھے خوف اور اَنجانی مسرت کے احساس کے درمیان پسا جا رہا تھا۔

شہزادی آذر میدخت نے کہا۔ "میں صرف اِس محل کو دیکھنے نہیں آئی تھی۔ میرا اصل مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ اس محل میں وہ شخص کس قدر محفوظ ہے جو میرا رفیقِ حیات بننے والا ہے۔ میں تم سے یہ وعدہ لینا چاہتی ہُوں کہ تم اپنے فرض سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں برتو گے۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ مجھ سے ذرّہ بھر کوتاہی نہیں ہوگی۔"

آذر میدخت نے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ ایک عمر رسیدہ آدمی جس کے بیٹے کی عمر مجھ سے زیادہ ہے، مجھے کس قدر خوش رکھ سکے گا، تاہم میں نے سلطنت کے حالات دیکھ کر اُس کے ساتھ شادی کرنا قبول کر لیا ہے۔ موجودہ حالات میں ایران کو ایک مضبوط وزیر کی ضرورت ہے اور فرخ زاد سے زیادہ کوئی اور شخص اِس عہدہ کے لئے موزوں نہ تھا۔ اُس کی زندگی بہت قیمتی ہے اور اگر اُسے کوئی حادثہ پیش آیا تو سلطنت کو انتہائی خطرناک حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ فرخ زاد کو واقعی کوئی خطرہ ہے لیکن احتیاط ضروری ہے۔ تمہارے پاس کتنے آدمی ہیں؟"

"میرے پاس تیس آدمی ہیں، ان کے علاوہ فرخ زاد کے دس خراسانی مُلازم بھی یہیں رہتے ہیں۔"

"مجھے یہ مکان ایسا قلعہ دکھائی نہیں دیتا جس کی حفاظت کے لئے تیس یا چالیس آدمی کافی ہوں۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "اس جگہ ہماری اوّلین ضرورت یہ ہے کہ باہر کا کوئی آدمی پہریداروں کی نگاہ سے بچ کر اندر نہ آ سکے اور اس کے لئے دس سپاہی ہر وقت محل کے چاروں طرف موجود رہتے ہیں۔ جب وہ باہر نکلتے ہیں تو کم از کم دس محافظ اُن کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ وزیرِ اعظم کی آمد و رفت کے

راستے پر شاہی جاسوسوں کی ایک خاصی تعداد موجود ہوتی ہے۔"

"میں یہ جانتی ہوں کہ محل سے باہر اُن کی حفاظت کے لئے کافی احتیاط برتی جاتی ہے لیکن اس مکان کی حفاظت کے لئے چند آدمی کافی نہیں ہوسکتے۔"

"اگر آپ کا یہ مطلب ہے کہ یہاں ہمیں اچانک کسی مسلح ہجوم کے حملے کا خطرہ پیش آسکتا ہے تو بھی میں آپ کو یہ اطمینان دلا سکتا ہوں کہ یہ مکان شاہی محلات سے کم محفوظ نہیں۔ خطرے کے وقت محافظ فوج آن کی آن میں پڑاؤ سے یہاں پہنچ سکتی ہے۔ رات کے وقت ہمیں اس مکان کی چھت پر مشعل جلانے کی ضرورت پیش آئے گی اور دن کے وقت ....."

زربخت کی زبان اچانک رُک گئی اور معذرت طلب نگاہوں سے آذرمیدخت کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ بولی "تم رُک کیوں گئے۔ یہ کوئی معمہ نہیں جسے میں نہ سمجھ سکوں۔ دن کے وقت ایک کبوتر سے کام لیا جا سکتا ہے۔"

زربخت نے نادم سا ہو کر کہا "میں نے آپ کے اطمینان کے لئے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جو مجھے نہیں کہنی چاہیے تھیں اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ مجھے غیر ذمہ دار نہ سمجھ لیں۔"

آذرمیدخت نے اُس کے سراپا پر نظریں گاڑتے ہوئے کہا "تم ایک مخلص آدمی ہو اور میں خلوص کی قدر کرتی ہوں۔ مجھے آتے ہی یہ معلوم ہوا تھا کہ تم سوئے ہو اور میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہ تھا کہ تمہیں اپنی ذمہ داری کا احساس ساری رات بے چین رکھتا ہے۔ اب میں فرخ زاد سے یہ کہہ سکوں گی کہ مجھے اس محل کی نسبت اس کے محافظ کو دیکھ کر زیادہ خوشی ہوئی ہے۔ تمہیں یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کرنی چاہیئے کہ میں نے فرخ زاد کی سلامتی کے متعلق کسی اندیشے کا اظہار کیا تھا۔ فرخ زاد کو یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ میں یہ مکان دیکھنے اور اپنی طرف سے ایک قالین کا تحفہ پیش کرنے کے لئے آئی تھی۔"

"مجھے کسی اور کو آپ کے متعلق کچھ بتانے کی ضرورت نہیں لیکن فرخ زاد یہ سُن کر خوش ہوں گے کہ آپ اُن کی سلامتی کے بارے فکر مند ہیں۔"

"بہت اچھا تم اُن سے یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے تمہیں چوکس اور بیدار رہنے کی ہدایت کی تھی لیکن

تمہاری کسی بات سے اُنہیں یہ وہم نہیں ہونا چاہیئے کہ مجھے اُن کے خلاف کسی سازش کا اندیشہ ہے۔"

"آپ اطمینان رکھیں۔"

"مجھے تمہارے مستقبل کے ساتھ دلچسپی رہے گی اور تم یہ وعدہ کرو کہ جب کسی معاملہ میں تمہیں میری اعانت کی ضرورت ہوگی تو بلا جھجک میرے پاس آؤ گے۔"

زربخت نے جواب دیا "میں آپ کا شکر گزار ہوں اور میرے لئے اس سے بڑا انعام اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ مجھے اپنی توجہ کا مستحق سمجھتی ہیں۔"

آذرمیدخت نے کہا "یہ ہماری پہلی ملاقات ہے اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں تمہیں مدت سے جانتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ جب ہمیں ایک دوسرے کو زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملے گا تو تم بھی مجھے اجنبی خیال نہیں کرو گے۔ تم یہیں رہو گے نا؟"

زربخت نے جواب دیا "اس جگہ میرا تقرر عارضی ہے اور کل تک میری یہی خواہش تھی کہ میں یہاں سے جلد از جلد سبکدوش ہو کر محافظ فوج کے مستقر میں چلا جاؤں۔"

"اور آج؟"

زربخت نے جواب دیا "آج ـــ اِس وقت مجھے یہ معلوم نہیں کہ مستقبل کے متعلق میری خواہشات کیا ہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں ایک خواب دیکھ رہا ہوں اور جب میری آنکھ کھلے گی تو مجھے اس بات کا ملال ہوگا کہ یہ خواب اتنی جلدی ختم کیوں ہوگیا۔ میں نے آپ کے متعلق سُنا تھا کہ ....."

"تم نے میرے متعلق کیا سُنا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ معاف کیجئے مجھے معلوم نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

"نہیں تمہیں بتانا پڑے گا۔"

"لیکن مجھے ڈر ہے کہ آپ خفا ہو جائیں گی۔"

"نہیں نہیں بتاؤ میں خفا نہیں ہوں گی۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

زربخت نے جھجکتے ہوئے جواب دیا "میں نے سُنا تھا کہ آپ بے حد مغرور اور خود پسند ہیں اور

معمولی آدمیوں کے ساتھ سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتیں۔"

اُس کی توقع کے خلاف آذرمیدخت کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

اُس نے کہا "اور اب تمہارا کیا خیال ہے؟"

زرنجت نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے جواب دیا "اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ کاش میں ساری دُنیا کو آپ کی مسکراہٹ دیکھنے کے لئے اپنی آنکھیں اور آپ کی باتیں سُننے کے لئے اپنے کان دے سکتا۔"

آذرمیدخت نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگانے کے بعد اُٹھتے ہوئے کہا "اب مجھے جانا چاہیئے۔"

زرنجت کچھ کہے بغیر اُس کے پیچھے چل دیا۔ وہ نیچے اُترے اور تھوڑی دیر بعد زرنجت دریا کے کنارے سنگِ مرمر کے چبوترے پر کھڑا، شہزادی آذرمیدخت اور اُس کی خادمہ کو کشتی پر سوار ہوتے دیکھ رہا تھا۔ جب کشتی کچھ دور نکل گئی تو وہ مُڑ کر برآمدے میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اُس کی نگاہوں کے سامنے آذرمیدخت کی تصویریں ناچ رہی تھیں، اُس کے کانوں میں ایک دلکش آواز گونج رہی تھی۔ کچھ دیر وہ خواب اور حقیقت کے درمیان ایک ایسی دُنیا میں کھویا رہا جس کی روشنی قوسِ قزح کی رنگینیوں سے لبریز تھی جس کی ہواؤں سے نغمے پھوٹتے تھے۔ پھر اُفق سے کوئی سایہ اُبھرا اور یہ دُنیا یکایک بھیانک تاریکیوں میں ڈوب گئی اور اُسے ایسا محسوس ہونے لگا کہ وہ رنگین فضاؤں میں پرواز کرنے کی بجائے سمندر کی گہرائیوں میں ڈوب رہا ہے، اُس کا دل کسی نے پکڑ لیا ہے اور اُس کی رگوں میں خون کی گردش رُک گئی ہے۔ وہ بھاگنا چاہتا ہے لیکن اُس کے پاؤں جکڑ دیئے گئے ہیں، وہ چیخنا چاہتا ہے لیکن اُس کی قوتِ گویائی سلب ہو چکی ہے۔ پھر شکست، بے بسی اور ندامت کے احساس کی گہرائیوں سے ایک سپاہی کی مدافعانہ قوتیں بیدار ہونے لگیں اور ضمیر نے اُس کے گرد وہ سارے حصار کھڑے کر دیئے جن کی دیواریں آذرمیدخت کی نگاہوں کی حرارت کے سامنے پگھل کر رہ گئی تھیں۔ اُس نے ایک جھرجھری لیتے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ "اہرمزد! میں کسریٰ کی بیٹی سے پناہ مانگتا ہوں۔"

○

فرخ زاد دوپہر کے وقت واپس آیا۔ جب وہ بالائی منزل کے زینے کے قریب پہنچا تو زرنجت

نے جھجکتے ہوئے کہا "جناب صبح شہزادی آذرمیدخت یہاں تشریف لائی تھیں۔"

"آذرمیدخت!" فرخ زاد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔

"ہاں جناب! وہ یہ محل دیکھنے آئی تھیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"جناب اُن کی آمد پر مجھے بھی حیرت ہوئی تھی۔ وہ ایک خادمہ کے ساتھ کشتی پر تشریف لائی تھیں۔"

"اُنہوں نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟"

"جناب اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے دل میں اچانک یہاں آنے کا خیال پیدا ہُوا تھا۔ محل کو دیکھنے کے بعد وہ بڑے کمرے کی زیبائش کے لئے ایک قیمتی قالین دے گئی ہیں۔"

فرخ زاد کا دل خوشی سے اُچھل پڑا، اُس نے پُوچھا "وہ قالین کہاں ہے؟"

"جناب اُن کا حکم تھا کہ اُسے بڑے کمرے میں بچھا دیا جائے۔"

فرخ زاد لپک کر مُلاقات کے کمرے میں داخل ہُوا اور اُس نے کمرے کے درمیان بچھے ہوئے قالین پر نظریں گاڑ دیں۔ پھر وہ بیٹھ گیا اور اُس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے زرنجت سے مخاطب ہُوا "یہ تحفہ واقعی بہت قیمتی ہے۔ نامعلوم کتنے شہنشاہ، کتنے شہزادے اور شہزادیاں اس پر پاؤں رکھ چکے ہیں۔ یہ جگہ اس کے لئے موزوں نہیں اِسے اُوپر میرے کمرے میں پہنچا دو!" پھر وہ اُٹھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"مجھے یقین نہیں آتا وہ یہاں آئی ہوں گی۔ تم نے اُنہیں اس سے پہلے بھی دیکھا تھا؟"

"نہیں۔"

"بیٹھ جاؤ!"

زرنجت اُس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

فرخ زاد نے کہا "مجھے افسوس ہے کہ میں یہاں نہیں تھا۔ اُنہوں نے میرے متعلق کچھ کہا تھا؟"

"جی ہاں، وہ آپ کی حفاظت کے متعلق کچھ فکرمند تھیں، اُن کا یہ خیال تھا کہ یہ محل زیادہ محفوظ نہیں لیکن میں نے اُنہیں مطمئن کر دیا تھا۔"

"سچ کہو کیا وہ واقعی میرے متعلق فکر مند تھیں؟"

"جی ہاں! اُن کی باتوں سے تو مجھے یہی محسوس ہوا تھا کہ اُنہیں جس قدر سلطنت کی بقا سے دلچسپی ہے، اُسی قدر وہ آپ کی اہمیت کو محسوس کرتی ہیں۔"

"تو اب وہ مجھ سے خفا نہیں ہیں؟"

"نہیں، اور میرا خیال ہے کہ وہ پہلے بھی آپ سے خفا نہیں تھیں۔"

"تمہیں معلوم نہیں کہ شاہ پور کی تخت نشینی کے دن اُس کی کیا حالت تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ میرا منہ نوچ ڈالے گی۔"

"جناب یہ اُس شہزادی کا غصہ تھا جو تاج اور تخت کی اُمیدوار تھی لیکن اب وہ اپنا مستقبل آپ کے ساتھ وابستہ کر چکی ہے۔"

"شاہ پور اور شہزادی لوران کو اس بات پر یقین نہیں آئے گا کہ آذر میدخت میرا مکان دیکھنے اور مجھے ایک بیش قیمت قالین کا تحفہ پیش کرنے آئی تھی۔ وہ اب تک یہی خیال کرتے ہیں کہ اُس نے مجبوری کی حالت میں میرے ساتھ شادی کرنا قبول کیا ہے۔ میں نے کئی بار اُن کے سامنے شہزادی کے ساتھ مُلاقات کی خواہش ظاہر کی ہے لیکن وہ ہمیشہ مجھے ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُنہیں یہ اندیشہ ہے کہ شاید شہزادی میرے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے اور پھر یہ معاملہ اس قدر بگڑ جائے کہ اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔"

زرنجت نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو شہزادی کے ساتھ ملاقات کے لئے کسی کا مشورہ یا اجازت لینے کی ضرورت نہیں، ویسے بھی قاعدہ یہی ہے کہ آپ اس قالین کے عوض کوئی بڑا تحفہ لیکر جائیں۔"

فرخ زاد نے کہا۔ "میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ تم ابھی بازار جا کر یہ معلوم کرو کہ دارالحکومت کا سب سے بڑا جوہری کون ہے اور اُسے کہو کہ اپنی دکان سے موتیوں کا بہترین ہار اور یاقوت کی انگوٹھی جو شہزادی کے شایانِ شان ہو، لے کر یہاں پہنچ جائے۔ اس کے بعد تمہیں آج ہی یہ تحائف لے کر شہزادی کے پاس جانا ہوگا۔ اس لئے جلد واپس آنے کی کوشش کرو۔"

زرنجت کا منہ اُتر گیا، اُس نے مضطرب سا ہو کر کہا۔ "آپ خود نہیں جائیں گے؟"

"میں کل جاؤں گا لیکن تم پریشان کیوں ہو گئے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے لئے شہزادی کی قیام گاہ تک رسائی حاصل کرنا مشکل نہیں ہوگا اور وہ یہ اعتراض نہیں کرے گی کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ تحائف کیوں بھیجے ہیں۔ تم اُسے یہ بتا سکتے ہو کہ میں تمہیں اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔"

زرنجت نے ادب سے سلام کیا اور باہر نکل گیا۔

غروبِ آفتاب سے ایک ساعت قبل شہزادی آذر میدخت فرخ زاد کا بھیجا ہوا ہار اور انگوٹھی پہن کر قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی تھی اور زرنجت اُس سے تین چار قدم دُور سر جھکائے کھڑا تھا۔ آذر میدخت مڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہوئی اور اپنا ہاتھ دکھاتے ہوئے بولی۔ "یہ انگوٹھی بہت خوبصورت ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے میری اُنگلی کا ناپ لے کر بنوائی ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ یہ آپ کو پسند آگئی۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

"اتنی جلدی؟"

"وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے اور یہ سننے کے لئے بے قرار ہوں گے کہ آپ نے مُلاقات کے لئے اُن کی درخواست قبول کر لی ہے۔"

"سچ کہو وہ اس بات پر برہم تو نہیں ہوئے تھے کہ میں اطلاع کے بغیر وہاں چلی گئی تھی؟"

"نہیں بلکہ اُنہیں اس بات کا افسوس تھا کہ وہ آپ کے استقبال کے لئے موجود نہ تھے۔"

"بیٹھ جاؤ! میں ابھی آتی ہوں۔" شہزادی یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلی گئی اور زرنجت کرسی پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد شہزادی واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک خنجر تھا جس کا دستہ جواہرات سے مزین تھا۔ وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شہزادی نے اُسے خنجر پیش کرتے ہوئے کہا۔ "فرخ زاد کا پہلا تحفہ لانے والے کو میرے گھر سے خالی ہاتھ نہیں جانا چاہئے۔ یہ تمہارے لئے ہے۔ فرخ زاد کے گھر سے رخصت ہوتے وقت بھی مجھے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا کہ میں تمہیں کوئی تحفہ نہ دے سکی۔"

"میں آپ کا شکر گزار ہوں۔" زرنجت نے یہ کہہ کر خنجر پکڑ لیا۔

خادمہ سونے کی طشتری میں صراحی اور جام اُٹھائے کمرے میں داخل ہوئی اور زربخت بدحواس ہوکر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ خادمہ نے طشتری تپائی پر رکھ دی، صُراحی اُٹھا کر جام بھرا اور زربخت کو پیش کر دیا۔ زربخت نے ملتجی ہوکر شہزادی کی طرف دیکھا اور پھر خادمہ کی طرف متوجّہ ہوکر کہا۔ "شکریہ لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں۔"

آذرمیدخت نے مُسکرا کر اغواقی شراب کا جام اُٹھا لیا اور ایک گھونٹ بھرنے کے بعد زربخت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اِس میں زہر نہیں تھا اور تمہیں اس بات کا خوف بھی نہیں ہونا چاہیئے کہ تم ایک جام پی کر مدہوش ہو جاؤ گے۔"

زربخت نے احساسِ ندامت سے مغلوب ہوکر شہزادی کے ہاتھ سے جام پکڑ لیا اور ایک ہی سانس میں اُسے خالی کرنے کے بعد طشت میں رکھتے ہوئے کہا۔ "معاف کیجئے میرا یہ مطلب نہ تھا، اب اگر آپ حکم دیں تو میں پُوری صراحی......"

شہزادی مسکرائی۔ "نہیں میں تمہیں ایسا حکم نہیں دے سکتی، ویسے یہ شراب اتنی بے ضرر ہے کہ پُوری صراحی پینے کے بعد بھی تم نشہ محسُوس نہیں کرو گے۔ تمہارے منہ سے بُو بھی نہیں آئے گی اور اگر تمہیں فرخ زاد کی ناراضگی کا خوف ہے تو ہم اُسے نہیں بتائیں گے۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

باب ١٨

اگلی رات، پہلی مرتبہ فرخ زاد اور زربخت ایک ہی دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ فرخ زاد بے حد خوش تھا اور بات بات پہ قہقہے لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"زربخت!" اُس نے کہا۔ "آج سے تم میرے دوست ہو۔ آذرمیدخت کے متعلق تمہاری رائے بالکل درست تھی۔ وہ مجھ سے نفرت نہیں کرتی، اُسے تمہاری وفاداری نے بہت متاثر کیا ہے۔ اُس نے کہا تھا کہ تمہیں زربخت جیسے جانثار کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ شاد پور نے آج بھی مجھے اُس کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ اُنہیں خدشہ تھا کہ وہ میری توہین کرے گی اور اگر تم نے میری حوصلہ افزائی نہ کی ہوتی تو میں اُس کے پاس جانے کی جرأت نہ کرتا۔ اس نے جاتے ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے شراب پیش کی تو مجھے اپنے ہاتھوں سے شراب پیش کی تو مجھے کچھ پریشانی ہوئی۔ پھر اُس نے خود ایک گھونٹ پی کر جام میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اس سے بہتر تحفہ پیش نہیں کر سکتی۔ ذرا چکھ کر دیکھو تم اس میں خراسان کے انگوروں کی مٹھاس اور پھُولوں کی مہک محسوس کرو گے۔" پھر میں نے ایک جام کی بجائے دو پی لئے لیکن میری تشنگی دُور نہ ہوئی۔ اس شراب میں نشہ نہیں تھا، صرف ایک ہلکا سا سُرور تھا جو میں ابھی تک محسُوس کر رہا ہوں۔ جب میں آنے لگا تو شہزادی نے اپنے نوکر کو شراب کی ایک صراحی دے کر میرے ساتھ کر دیا اور کہا کہ "میں نے مدت سے اس شراب کے دو مٹکے سنبھال کر رکھے ہوئے ہیں اور شادی کے دن میری طرف سے آپ کے لئے بہترین تحفہ یہی ہوگا۔" زربخت اسے چکھ کر دیکھو، شہزادی کہتی تھی کہ اس کی عمر میری عمر سے زیادہ ہے۔"

فرخ زاد نے اپنے سامنے رکھی ہوئی خوبصورت صراحی سے ایک جام بھرا اور زربخت کو پیش کر دیا۔ زربخت اُسے بتانا چاہتا تھا کہ میں یہ شراب پی چکا ہوں لیکن اُسے زبان کھولنے کا حوصلہ نہ ہُوا۔ اُس نے چپکے سے شراب کا جام منہ کو لگا لیا۔ فرخ زاد نے دوسرا جام بھرا اور پینے کے بعد کہا۔ "شہزادی کہتی تھی کہ یہ شراب ایک یونانی غلام تیار کیا کرتا تھا جو انطاکیہ میں قیصر کا ساقی تھا۔ خسرو پرویز نے انطاکیہ فتح کرنے کے بعد اُسے دست گرد میں شاہی شراب خانے کا نگران مقرر کر دیا تھا۔ پھر جب رومیوں کے ہاتھوں دست گرد کی تباہی آئی تو شاہی محل کے ملازم اس غلام کو مدائن لے آئے۔ اب وہ مر چکا ہے اور مدائن کے شاہی محل کے لئے اُس نے جو شراب تیار کی تھی وہ قریباً ختم ہو چکی ہے اور دو مٹکے صرف اس لئے بچ گئے تھے کہ شاہی مے خانے کے نئے منتظم نے شہزادی آذرمیدخت کو اس شراب خانے کا صحیح قدردان سمجھ کر درپردہ اُس کے پاس بھجوا دئیے تھے۔"

زربخت نے کہا۔ "میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اس نایاب تحفے میں حصہ دار بنا لیا ہے۔ یہ شراب واقعی بہت اچھی ہے۔"

"میں اچھی شراب سے زیادہ اچھے دوستوں کا قدردان ہوں اور تم میرے قدردان ہو۔"

"شہزادی نے آپ کے تحائف پسند کئے تھے؟" زربخت نے اُسے خوش کرنے کی نیت سے سوال کیا۔

"ہاں! وہ بہت خوش ہوئی تھی لیکن مجھے اِس بات کا افسوس تھا کہ میں اتنے دن اُس کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا رہا ہوں۔ شہزادی نے خراسان کی آب و ہوا، پہاڑوں، چشموں، پھولوں اور پھلوں کے متعلق کئی سوالات کئے تھے۔ اُس نے میرے محل کے متعلق بھی پوچھا تھا اور میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا کہ ہم شادی کے بعد چند دن کے لئے خراسان جائیں گے۔ زربخت میرا خیال ہے کہ شہزادی کے لئے ایک عالیشان محل خراسان میں اور دوسرا مدائن میں تعمیر کروا دوں۔ یہ مکان شہزادی کے شایانِ شان نہیں۔"

فرخ زاد دیر تک شہزادی آذرمیدخت کے متعلق باتیں کرتا رہا۔ زربخت بظاہر پوری توجہ سے سُن رہا تھا لیکن کبھی اُس کی نگاہیں اُس خلا میں بھٹکنے لگتیں جس کی وسعتیں آذرمیدخت کی تابانیوں سے لبریز تھیں۔ پھر جب وہ فرخ زاد کی طرف دیکھتا تو اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک فریب خوردہ آدمی کی سادگی

حماقت اور بے بسی اُس سے رحم کی طلبگار ہے۔

فرخ زاد کے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ "اگر آذرمیدخت تمہارے جذبات کا احترام کر سکے اور اُس کی مسکراہٹیں صرف تمہارے لئے ہوں تو تم یقیناً ایک خوش قسمت انسان ہو لیکن اگر تم نے اِس عمر میں ایک سراب کو حقیقت سمجھ لیا ہے اور آذرمیدخت وہی ہے جسے میری آنکھیں دیکھ چکی ہیں تو اہرمزد تمہاری حالت پر رحم کرے۔"



ایک ہفتہ بعد فرخ زاد اپنی زندگی کے حسین ترین سپنے کی تعبیر دیکھ رہا تھا۔ آذرمیدخت کے ساتھ اُس کی شادی کی رسومات ادا ہو چکی تھیں۔ شاہی باغ جہاں اُس کی برات کے قیام و طعام کے انتظامات کئے گئے تھے۔ ایک طلسم کدہ معلوم ہوتا تھا۔ دوپہر کے وقت مہمان اور میزبان جن کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی، رقص اور موسیقی سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور کنیزیں اُنہیں شراب کے سنہری جام پیش کر رہی تھیں۔ شاہ پور کی مسند کوئی ایک گز بلند چبوترے پر سجائی گئی تھی اور فرخ زاد اُس کے دائیں ہاتھ ایک سنہری کرسی پر رونق افروز تھا اور دوسرے لوگ شاہی مسند کے دائیں بائیں حسب مراتب اُس گول دائرے کے گرد رونق افروز تھے جہاں رقاصائیں، گویے اور بازیگر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ اس محفل میں بیرونی ممالک کے سفیر اور ایران کی باجگزار ریاستوں کے نمائندے بھی موجود تھے۔ کرسیوں کی قطاروں کے پیچھے مسلح سپاہی کندھے سے کندھا جوڑے کھڑے تھے۔

شہنشاہ سُرخ رنگ کی بھاری مرصع قبا پہنے ہوئے تھے۔ اس کا تاج بھی اُس کے قدوقامت کے تناسب سے بڑا معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے چہرے سے کوفت اور تھکاوٹ کے آثار ظاہر تھے اور اُسے اپنی قیامگاہ کے اُن کمروں کی یاد ستا رہی تھی جہاں وہ اس بوجھ سے آزاد ہو کر آرام کر سکتا تھا۔ اُس کے پیچھے دو آرمینی غلام شتر مرغ کے پروں کے مورچھل ہلا رہے تھے، تاہم وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس کا دم گھٹ رہا ہے۔

فرخ زاد کو گرمی، تھکاوٹ یا اپنے لباس کے بوجھ کا کوئی احساس نہ تھا اور اس محفل سے بھی اُسے صرف اس قدر دلچسپی تھی کہ یہ اُس کی شادی کی تقریبات کا ایک حصہ تھا اور اس کے اختتام پر وہ اپنی

دلہن کے ساتھ گھر پہنچ جائے گا۔ وہ بار بار سائبان کی طرف دیکھتا اور بھاری پردے سے سورج کی موہوم سی جھلک دیکھنے کے بعد اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ وقت کی رفتار سُست پڑ چکی ہے۔ پھر اُس کے خیالات اپنی دلہن پر مرکوز ہو کر رہ جاتے۔ اس محفل کی تجلیاں اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگتیں، وہ اُس محل میں جا پہنچتا جہاں مدائن کی خواتین آذر میدخت کے گرد جمع تھیں۔ وہ اُس کی طرف دیکھتا اور اُس کے احساس وشعور کی دُنیا مسرتوں کے ایک سیلاب میں گُم ہو کر رہ جاتی۔ فریبرز اُس کے دائیں ہاتھ آٹھویں کُرسی پر بیٹھا ہُوا تھا۔ تیسرے پہر جب رقص وسرُود کی محفل ختم ہو چکی اور ایک درباری شاعر ساسانی خاندان کے حکمرانوں کی شان میں قصیدہ پڑھ رہا تھا تو فریبرز کے پیچھے بیٹھنے والوں کی صف سے ایک فوجی افسر نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پُرزہ تھما دیا۔ فریبرز نے جلدی سے کاغذ پر نگاہ ڈالی۔ مُڑ کر پیچھے دیکھا اور رقعہ دینے والے کے ہاتھ کا اشارہ پا کر باہر نکل آیا۔ شامیانے سے باہر زربخت اُس کا منتظر تھا۔ اُس نے جلدی سے آگے بڑھ کر کہا: "جناب مجھے اِس وقت آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہیئے تھی لیکن....."

فریبرز نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا: "تمہیں کسی تمہید کی ضرورت نہیں میں تمہارے چہرے سے تمہاری پریشانی دیکھ سکتا ہوں۔"

زربخت نے کہا: "ہم نے آپ کی ہدایت کے مُطابق عوام کو محل کے قریب نہیں آنے دیا لیکن برات کی واپسی کے لئے باقی راستہ خالی کروانا بہت مشکل نظر آرہا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدائن کی ساری آبادی گھروں سے باہر نکل آئی ہے۔ دریا کے پُل پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں۔ آپ کا حکم ہے کہ لوگوں پر تشدد نہ کیا جائے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر برات کو آج ہی واپس جانا ہے تو کم از کم پُل خالی کرانے کے لئے ہمیں تشدد سے کام لینا پڑے گا۔ میں شہر کے کوتوال سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہُوں۔ وہ کہتا ہے کہ عوام کا ایک طبقہ اِس شادی سے خوش نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ راستے میں کوئی ناخوشگوار حادثہ پیش نہ آجائے۔ کوتوال کے نزدیک بہترین صورت یہی ہے کہ شہزادی کے لئے پالکی کی بجائے ہاتھی کی سواری مہیا کی جائے۔ تاکہ لوگ اُسے دیکھ کر مطمئن ہو جائیں۔ پھر اگر پندرہ بیس ہاتھی جلوس کے آگے ہوں تو عوام خود بخود راستے سے ہٹ جائیں گے۔"

فریبرز نے جواب دیا: "کوتوال بیوقوف ہے، اُسے یہ معلوم نہیں کہ ایک بدکا ہُوا ہاتھی ایک لاکھ احمق انسانوں کے ہجوم سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے اور مدائن کے عوام ہاتھیوں کو بدحواس کرنا جانتے ہیں۔"

"پھر آپ کا کیا حکم ہے؟"

فریبرز مسکرایا: "ہماری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ دُولہا اور دُلہن بخیریت اپنے گھر پہنچ جائیں اور میں نے اس کا انتظام کر لیا ہے۔ مدائن کے عوام آج اپنی شہزادی کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اُسے کشتی پر دریا کے پار پہنچا دیا جائے گا۔ شہزادی کے جہیز کا سامان بھی کشتیوں پر جائے گا۔" فریبرز نے کہا۔

"صبح جب میں نے تمہیں یہ ہدایت کی تھی کہ لوگوں کو محل کے دروازے سے دُور رکھا جائے تو مجھے ان تمام مشکلات کا پُورا احساس تھا۔"

"لیکن وزیرِ اعظم یہ تو محسُوس نہیں کریں گے کہ ہم پُل کے راستے اُن کی واپسی کے تسلی بخش انتظامات کرنے سے قاصر رہے ہیں؟"

"وزیرِ اعظم کی سب سے بڑی خواہش یہی ہے کہ وہ جلد اور بخیریت اپنے گھر پہنچ جائیں اور وہ اس بات پر خوش ہیں کہ اُنہیں براتیوں کے ہجوم سے نجات مل جائے گی اور اگر یہ ایک مجبُوری نہ ہوتی تو وہ خراسان سے آنے والے مہمانوں کو بھی اپنے ہاں ٹھہرانا پسند نہ کرتے۔ اب تم جاؤ اور کشتیوں کا خیال رکھو۔ کسی مشکوک آدمی کو گھاٹ کے قریب نہ آنے دو۔ تمہیں برات کی فکر نہیں کرنی چاہیئے، ہم اُسے آدھی رات تک بھی یہاں روک سکتے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ دُلہن اور دُولہا اپنے گھر پہنچ گئے ہیں تو وہ خود بخود مُنتشر ہو جائیں گے۔"



غروب آفتاب کے قریب شہزادی آذر میدخت اپنے آٹھ غلاموں اور پانچ کنیزوں کے ساتھ اپنے عمر رسیدہ شوہر کے گھر داخل ہوئی اور اُس کا پہلا مطالبہ یہ تھا کہ اُس کے ذاتی نوکروں کے سوا محل کے کسی پہریدار کو رات کے وقت ڈیوڑھی سے آگے نہیں آنا چاہیئے۔ چنانچہ فرخ زاد نے محل کے محافظوں کے لئے ڈیوڑھی سے باہر خیمے نصب کرانے کا حکم دیا اور اندرُونی حصے کی حفاظت شہزادی کے خدام کو سونپ

دی۔ خراسان اور دوسرے دور اُفتادہ علاقوں سے آنے والے خاص خاص مہمانوں کو محل کی نچلی منزل میں ٹھہرایا گیا۔

زربخت ناخوش تھا کہ شہزادی نے اُس کے ساتھیوں کو قابلِ اعتماد نہیں سمجھا، لیکن آذرمید خت نے اُس کی طرف ایک دلفریب مسکراہٹ کے ساتھ دیکھا اور کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ وزیرِ سلطنت کے گھر کی حفاظت کے لئے کسی لشکر کی ضرورت نہیں۔ جن آدمیوں نے آج تک میری حفاظت کی ہے میرے شوہر اُن کو ناقابلِ اعتماد نہیں پائیں گے۔ تاہم میرا یہ مطلب نہیں کہ اب یہاں تمہاری ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ میں نے تمہیں ایک ملازم کی بجائے اپنے شوہر کے بہترین دوست کی حیثیت سے دیکھا ہے۔ میں صرف یہ اطمینان چاہتی ہوں کہ تم یہیں رہو گے اور ہمیں ضرورت کے وقت تم کو دوسری آواز نہیں دینا پڑے گی۔ محل کی چاردیواری کے اندر تمہاری آزادی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور ہمارے نوکر تمہارے احکامات میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔"

رات کے وقت فرخ زاد اور اُس کے مہمان دسترخوان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ زربخت کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے فرخ زاد کے قریب پہنچ کر سرگوشی کے انداز میں کہا۔ "جناب! کشتیوں سے سامان اُتار لیا گیا ہے۔ فریبرز نے یہ ہدایت کی تھی کہ رات کے وقت کوئی کشتی محل کے قریب نہیں رہنی چاہیئے۔ لیکن شہزادی کا حکم ہے کہ اُن کی ذاتی کشتی واپس نہیں جائے گی۔"

"تمہیں اس پر کوئی اعتراض ہے؟"

"جناب مجھے اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے لیکن اس کشتی کے ساتھ ملاح بھی ہیں اور میں اُن کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔"

"تمہارے لئے یہ جاننا کافی نہیں کہ یہ ملاح شہزادی کے نوکر ہیں۔"

"جناب میں صرف یہ درخواست کرنے آیا ہوں کہ میرے چند آدمیوں کو دریا کی سمت پہرا دینے کی اجازت دی جائے۔"

"اگر شہزادی اپنے ملاحوں کو قابلِ اعتماد سمجھتی ہے تو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب اطمینان سے کھانا کھاؤ۔ آج تم بہت تھک گئے ہو۔"

زربخت ایک طرف بیٹھ گیا۔ کھانا کھانے کے بعد شراب کا دور شروع ہوا تو فرخ زاد نے اچانک اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "زربخت شہزادی کے سامان میں دو مٹکے تھے وہ اُتار لئے گئے ہیں یا نہیں؟"

"جی ہاں، اُنہیں اوپر پہنچا دیا گیا ہے۔"

فرخ زاد نے ایک نوکر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "تم جاؤ اور شہزادی سے کہو کہ میرے دوست آج عام شراب پینا پسند نہیں کرتے۔ اگر اُنہیں اعتراض نہ ہو تو ایک مٹکا یہاں لے آؤ۔"

نوکر باہر نکل گیا اور فرخ زاد قدرے توقف کے بعد اپنے مہمانوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "آج ہم تمہیں وہ شراب پلائیں گے جس کا راز صرف قیصرِ روم کے ساقی کو معلوم تھا۔"

پھر تھوڑی دیر بعد جب یہ شراب تقسیم کی گئی تو پینے والوں کے لئے اس کی مہک، رنگ اور ذائقے کے سوا گفتگو کا اور کوئی موضوع نہ تھا۔ فرخ زاد نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے مہمانوں کی طرف دیکھا اور پھر زربخت سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اہرمزد کی قسم یہ اُس شراب سے بہتر ہے جو شہزادی نے مجھے اُس دن پیش کی تھی۔ اُس کا نشہ بہت معمولی تھا لیکن یہ کچھ تیز معلوم ہوتی ہے۔ میرے دوستو! آج ہم بخل سے کام نہیں لیں گے۔ تم ایک ایک جام اور لے سکتے ہو۔ لیکن اس سے زیادہ نہیں۔"

شراب کا دوسرا جام ختم کرنے کے بعد فرخ زاد، زربخت کی طرف متوجہ ہوا۔ "کیا بات ہے زربخت! تم دوسرا جام نہیں پیئو گے؟"

"جناب میرے لئے ایک ہی کافی ہے۔"

"نہیں نہیں تم ایک جام اور لے سکتے ہو، میں تمہاری نگاہوں میں تشنگی دیکھ رہا ہوں۔" فرخ زاد نے ساقی کو اشارہ کیا اور اُس نے زربخت کو جام بھر کر پیش کر دیا۔

زربخت کی رگوں میں خون کی گردش تیز ہو چکی تھی، اُس کا سر چکرا رہا تھا۔ تاہم اُس نے فرخ زاد کی دلجوئی کے لئے دوسرا جام پی لیا۔

فرخ زاد کچھ دیر اپنے مہمانوں سے شراب کی تعریف سنتا رہا۔ پھر اُس نے ایک نوکر کو اشارہ کیا اور وہ مٹکا اُٹھا کر باہر نکل گیا۔

فرخ زاد اچانک اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے تھکی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب آپ لوگ آرام کریں۔"
زربخت جلدی سے اُٹھ کر اُس کے ساتھ ہو لیا۔ زینے کے قریب فرخ زاد نے مُڑ کر اُس کی طرف
دیکھا اور کہا۔ "کیا بات ہے زربخت! تم پریشان نظر آتے ہو؟"

"جی مَیں ٹھیک ہُوں، آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں بالکل ٹھیک ہُوں، تم جاؤ اور مہمانوں کا خیال رکھو۔" فرخ زاد یہ کہہ کر زینے پر چڑھنے لگا۔ تھوڑی
دیر بعد وہ آذر میدخت کے کمرے میں کھڑا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے کشادہ پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی۔

"آذر!" اُس نے آہستہ سے آواز دی۔ لیکن اُسے کوئی جواب نہ ملا۔ وہ بستر کے قریب ایک کُرسی پر
بیٹھ گیا اور کچھ دیر بغور اُس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے جھجکتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اُس کی
انگلیاں شہزادی کے خوبصورت بالوں سے کھیلنے لگیں۔

"آذر!" اُس نے دوبارہ آواز دی اور اُس کا ہاتھ اُس کی پیشانی اور چہرے سے پھسلتا ہُوا اُس
کی گردن پر جا رکا۔ اُس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اُس کی سانس تیز ہو رہی تھی۔ پھر اُس نے پلنگ کی دوسری طرف
آبنوس کی تپائی کی طرف دیکھا جہاں سونے کی صُراحی اور جام پڑا ہُوا تھا۔ جام میں شراب کے چند گھونٹ باقی
تھے۔ اُس نے جھک کر شہزادی کا منہ سونگھا مسکراتے ہوئے شراب کا جام اُٹھایا اور ایک ہی سانس
میں حلق سے اُتارنے کے بعد بستر پر بیٹھ گیا۔

"آذر! آذر میدخت!" اُس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

شہزادی نے آنکھیں کھولیں، مُسکرائی اور فرخ زاد کو ایسا محسُوس ہُوا کہ کمرے میں فانوس کی روشنی
مدھم ہو رہی ہے اور اُسے کسی پہاڑ کی بلندیوں سے ایک غار کی طرف لڑھکا دیا گیا ہے۔ پھر شہزادی کے
بازوؤں پر اُس کی گرفت اچانک ڈھیلی پڑ گئی اور کسی نامعلوم خوف سے اُس کا سارا وجُود لرزنے لگا۔

"آذر! آذر! یہ شراب، سچ کہو اس میں کیا تھا؟ اس نے میرے ہاتھ پاؤں جکڑ دیئے ہیں۔ تم نے شاید
اُس مٹکے میں بھی کچھ ملا دیا تھا۔"

"آپ زیادہ پی گئے۔" آذر میدخت نے سہمی ہوئی آواز میں۔۔۔

ایک ثانیہ کے لئے فرخ زاد کی مدافعانہ قوت بیدار ہوئی۔ اُس نے شہزادی کے بازو چھوڑ کر اُس
کی گردن دبوچنے کی کوشش کی لیکن اُس کی طاقت جواب دے چکی تھی۔ آذر نے اُس کے ہاتھ جھٹک
دیئے اور تڑپ کر ایک طرف نکل گئی۔ فرخ زاد منہ کے بل گر پڑا۔ "زربخت! زربخت!" اُس نے گردن
اُٹھا کر آواز دی۔ لیکن اُس آواز آذر میدخت کے قہقہوں میں گم ہو کر رہ گئی۔ شہزادی نے تالی بجائی اور
اُس کی کنیزیں عقبی کمرے سے نکل کر سامنے آگئیں۔ پھر ایک غلام کمرے میں داخل ہُوا اور اُس نے
شہزادی کے اشارے پر فرخ زاد کا بازو کھینچ کر بستر سے نیچے پھینک دیا۔

شہزادی نے غلام سے پوچھا۔ "زربخت کیا کر رہا ہے؟"

"وہ دریا کے کنارے بیٹھ کر اپنے سر میں پانی ڈال رہا ہے۔"

"اور مہمان؟"

"وہ کمروں میں جا چکے ہیں اور اُن کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن پر شراب اثر کر رہی ہے۔"

"مجھے زربخت سے خطرہ ہے۔ کاش میں اُسے اس صراحی سے چند گھونٹ پلا سکتی۔ اُس نے
اپنے ساتھیوں کو اندر تو نہیں بُلا لیا؟"

"نہیں، اُس نے کچھ دیر زینے کے سامنے ٹہلنے کے بعد اچانک ڈیوڑھی کا رُخ کیا تھا اور ہم درختوں
کی اوٹ سے اُس پر تیر برسانے والے تھے کہ اُوپر سے کوئی آواز سُنائی دی اور وہ لوٹ آیا اور میرے
ساتھیوں سے پُوچھنے لگا کہ مجھے کسی نے آواز تو نہیں دی۔ جب انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے کوئی
آواز نہیں سُنی تو وہ کچھ دیر زینے کی طرف دیکھتا رہا اور پھر دریا کے کنارے بیٹھ گیا۔

"اگر وہ سر پہ پانی ڈال رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اُسے تھوڑا بہت شک ضرور ہو گا۔"
غلام نے جواب دیا۔ "اگر اُسے شک نہ ہوتا تو وہ تلوار نیام سے نہ نکالتا۔ لیکن آپ مطمئن رہیں اگر وہ
پُوری طرح ہوش میں آگیا تو بھی میرے ساتھی آنکھ جھپکنے میں اُسے موت کی نیند سُلا دیں گے۔"
آذر میدخت نے برہم ہو کر کہا۔ "بیوقوف! آنکھ جھپکنے میں اُس کے تیس جانباز بھی محل کے
اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ اُسے صرف ایک آواز دینے کی ضرورت پڑے گی اور پھر محل کے اندر مہمان بھی موجود

ہیں ۔ شراب کا نشہ انہیں شور مچانے سے روک نہیں سکتا۔ تم فوراً نیچے جاؤ اور کشتی کے ملاحوں سے کہو کہ میں زدبخت کو ساتھ لے کر وہاں آ رہی ہوں۔"

"آپ ..... زدبخت کے ساتھ لیکن ..... ؟"

شہزادی مسکرائی۔ "بیوقوف تم بدحواس کیوں ہو گئے، جاؤ! کشتی میں میرا ہار گم ہو گیا ہے ملاحوں کا صرف یہ کام ہو گا کہ وہ زدبخت کو کشتی سے اُترنے کا موقع نہ دیں۔ لیکن اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اُسے قتل کر دیا جائے۔"

غلام مسکراتا ہوا باہر نکل گیا



زدبخت اپنے سر پر دریا کا ٹھنڈا پانی ڈالنے کے بعد قدرے تازہ دم ہو کر اُٹھا اور کچھ دیر چبوترے پر ٹہلنے کے بعد زینے پر بیٹھ گیا۔ وہ خوف جو اُس نے شراب پیتے ہی محسوس کیا تھا، آہستہ آہستہ دُور ہو رہا تھا اور وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ "یہ شراب یقیناً بہت تیز تھی۔ ہو سکتا ہے کہ اُس میں کوئی نشہ آور چیز ملا دی گئی ہو، لیکن اس میں زہر نہیں ہو سکتا۔ مجھے شہزادی پر شک نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ ممکن ہے کہ اُس نے فرخ زاد اور اُس کے مہمانوں کے ساتھ مذاق کیا ہو۔ بہر حال یہ عام شراب نہیں تھی۔ اگر میں سپاہیوں کو اندر بُلا لیتا تو یہ کتنی حماقت ہوتی۔" اُس کا ذہنی اضطراب دُور ہو چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی وہ نیند کا غلبہ محسوس کر رہا تھا۔ پھر اُسے قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔ اُس نے اچانک مُڑ کر پیچھے دیکھا اور مبہوت سا ہو کر رہ گیا۔ آذرمیدخت، اُس کی ایک کنیز اور دو غلام جن میں سے ایک مشعل اُٹھائے ہوئے تھا، اُس کے سامنے کھڑے تھے۔ ایک ثانیہ کے لئے اُسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ شہزادی نے مسکرا کر کہا۔ "میرا خیال تھا کہ نیچے سب سو گئے ہوں گے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ تم پر شراب نے کوئی اثر نہیں کیا یا شاید تمہیں اس مٹکے سے کوئی حصہ نہیں ملا۔"

آذرمیدخت کے ان الفاظ نے زدبخت کے رہے سہے خدشات دُور کر دئے۔ اُس نے جواب دیا۔ "مجھے دریا کے پانی میں سر ڈبونے کے بعد کچھ ہوش آیا ہے۔ ورنہ میں تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ شاید ....."

شہزادی نے ایک دلکش قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "تم یہ سمجھ رہے تھے کہ میں نے کوئی نیا زہر ایجاد کیا ہے؟"

"نہیں میرا خیال تھا کہ شاید آپ نے مذاق کیا ہو۔ لیکن آپ اس وقت ....."

"میرا ہار گم ہو گیا ہے، شاید کشتی میں گر پڑا ہو۔ تمہارے دوست نے ایک جام اور پی لیا ہے اور اُسے اپنی نیند ساری دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی معلوم ہوتی ہے، لیکن وہ ہار میری ماں کی نشانی تھا۔ اور اُسے تلاش کئے بغیر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ، ممکن ہے کہ ہمیں ملاحوں کی تلاشی لینی پڑے۔"

"میں حاضر ہوں۔"

زدبخت کے اشارے پر ایک غلام مشعل اُٹھا کر اُن کے آگے آگے چل دیا۔ وہ کشتی میں داخل ہوئے اور ملاح مؤدب کھڑے ہو گئے۔ شہزادی نے اپنے ہار کا ذکر کیا اور وہ کشتی کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔ زدبخت کا سر چکرا رہا تھا۔ تاہم شہزادی کو خوش کرنے کے لئے وہ بھی اُن کے ساتھ شریک ہو گیا۔ تھوڑی دیر جب وہ مایوسی کی حالت میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے تو زدبخت نے کہا۔ "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کا ہار محل میں رہ گیا ہو؟"

"نہیں کشتی پر سوار ہوتے وقت ہار میرے گلے میں تھا۔ تم اچھی طرح دیکھو۔ اگر کشتی سے نہ ملے تو ملاحوں کی تلاشی لو۔"

"میں باہر سے پہریداروں کو بُلاتا ہوں۔" زدبخت نے یہ کہہ کر کشتی سے اُترنے کی کوشش کی لیکن ایک غلام نے آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک لیا اور اس کے ساتھ ہی باقی ملاح جو شہزادی کے اشارے کے منتظر تھے اُس پر ٹوٹ پڑے اور وہ ڈنڈوں اور مُکوں کی پے در پے ضربوں سے نڈھال ہو کر مُنہ کے بل گر پڑا۔

شہزادی چلائی۔ "اِسے چھوڑ دو! اِسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں۔"

وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ایک ملاح نے اُس کا بازو پکڑ کر سیدھا کر دیا۔ اُس کی پیشانی سے خون

بہہ رہا تھا۔ اُس نے کراہتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ شہزادی کی طرف دیکھا۔ اُس کے لرزتے ہوئے ہونٹوں سے مبہم سی آوازیں نکلیں، "آذرمیدخت! آذرمیدخت!" اور پھر اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"اِس کے سر پر پٹی باندھ دو!" آذرمیدخت نے یہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔ ایک غلام بھاگ کر کشتی کی چھت پر چڑھ گیا اور مشعل بلند کرکے ہوا میں لہرانے لگا۔ پھر اچانک دریا کے دوسرے کنارے سے ایک مشعل بلند ہوئی اور اُس نے کہا: "وہ آرہے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی سی کشتی جس پر چار آدمی سوار تھے، شہزادی کی کشتی کے قریب آکر رُک گئی۔

شہزادی نے آہستہ سے آواز دی: "سیاوخش! میں یہاں ہوں۔"

سیاوخش اپنی کشتی سے اُتر کر شہزادی کے پاس پہنچا اور اُس نے کہا: "محل کے محافظ آپ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں۔ ایک ساعت تک میرے آدمی فریبرز کے گھر کا محاصرہ کر لیں گے۔ محافظ فوج کے لشکر میں افراتفری پھیلانے کے انتظامات ہو چکے ہیں۔ مجھے صرف زرنجت کے متعلق پریشانی تھی۔"

"تمہیں زرنجت کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اِدھر دیکھو!"

غلام نے زرنجت کے قریب ہو کر مشعل جھکا دی۔ سیاوخش نے جھک کر اُس کی نبض دیکھی اور پھر جلدی سے اپنا خنجر نکالتے ہوئے کہا: "یہ زندہ ہے۔"

"نہیں! نہیں!" شہزادی نے اُس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا: "میں اِسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اس پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤ گے۔"

"لیکن ایسے آدمی کا زندہ رہنا خطرناک ہے۔"

"یہ میرا حکم ہے، اسے کسی قید خانے میں بھیج دو۔ لیکن میں تمہیں فرخ زاد کے متعلق فیصلہ کرنے کا اختیار دیتی ہوں۔"

"وہ زندہ ہے؟" سیاوخش نے حیران ہو کر سوال کیا۔

"ہاں وہ بے ہوش پڑا ہوا ہے۔"

"اور اُس کے مہمان؟"

"وہ سب سو رہے ہیں۔"

"اور اُس کے خراسانی نوکر؟"

"وہ باہر خیموں میں ہیں۔ زرنجت کے آدمی بھی وہاں ہیں لیکن اُن کے متعلق محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ وہ سوئے نہیں ہوں گے۔ اب تمہیں اس مکان پر حملہ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔"

"یہ حالات میری توقع سے کہیں زیادہ سازگار ہیں۔ اب ہمارا پہلا مسئلہ فرخ زاد سے نجات حاصل کرنا ہے۔"

"اگر تمہارا زہر بے اثر ثابت نہ ہوا تو ہم اُس سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔ میں نے آدھا زہر شراب کی صراحی میں ڈال دیا تھا اور اُس میں سے چند گھونٹ وہ پی چکا ہے۔ اس سے قبل اُس نے مہمانوں کے ساتھ جو شراب پی تھی، وہ اُسے صبح تک بے ہوش رکھنے کے لئے کافی تھی۔"

سیاوخش نے کہا: "میرا زہر بیس آدمیوں کو ہلاک کرنے کے لئے کافی تھا۔ پھر بھی میں اُس کے متعلق اطمینان حاصل کر لینا ضروری سمجھتا ہوں، آپ میرے ساتھ آئیں گی؟"

"نہیں، تم اپنا کام کرو۔"

سیاوخش کشتی سے اُتر کر ایک غلام کی راہنمائی میں مکان کی طرف بڑھا اور زینہ طے کرنے کے بعد فرخ زاد کے کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ثانیہ توقف کے بعد اُس نے خنجر نکالا۔ سہمی ہوئی کنیزوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر جب اُنہوں نے آنکھیں کھولیں تو سیاوخش کے قدموں میں فرخ زاد کی لاش تڑپ رہی تھی اور فرش پر وہ قالین جو اُسے آذرمیدخت نے عطا کیا تھا، اُس کے خون سے تر ہو رہا تھا۔

ایک ساعت بعد شہزادی کے نوکر زرنجت کو کشتی سے اُٹھا کر مکان کے برآمدے میں لٹا چکے تھے اور وہ سیاوخش کے ساتھ دریا کے کنارے کھڑی تھی۔

سیاوخش نے بے چین سا ہو کر کہا: "میں حیران ہوں کہ ابھی تک میرے ساتھیوں نے اطلاع کیوں نہیں دی!"

شہزادی نے جواب دیا: "ہم نے تخت کے لئے جان کا سودا کیا ہے۔ اگر فریبرز قبل از وقت

خبردار ہوگیا اور اُسے شاہی فوج کے پڑاؤ تک رسائی حاصل کرنے کا موقع مل گیا تو ہمیں ایران کی سرزمین میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملے گی لیکن تمہیں ایک اذیت ناک موت کی فکر نہیں ہونی چاہیئے۔ میرے کمرے میں زہر آلود شراب کی صراحی پڑی ہوئی ہے، شاہ پور ہمیں خراسانیوں کے حوالے نہیں کر سکے گا۔"

سیاوخش نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا۔ "نہیں نہیں آپ حوصلے سے کام لیں۔ مجھے اپنے ساتھیوں پر اعتماد ہے۔"

کشتی سے ایک ملّاح نے آواز دی۔ "جناب اُس طرف دیکھئے۔"

وہ دریا کے پار دیکھنے لگے۔ وہاں پہلے ایک اور پھر دو مشعلیں دکھائی دینے لگیں۔ سیاوخش نے مسرت سے اُچھلتے ہوئے کہا۔ "ملکہ عالم آپ کا ایک اور دشمن اس دُنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔ اب دریا کے پار آپ کے جانثار آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ کشتی پر سوار ہو جائیں آپ کے وکر فی الحال یہیں رہیں گے۔" پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم بھی یہیں رہو اور کسی کو مکان کے اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دو۔ جو مہمان سو رہے ہیں اُنہیں سونے دو اور اگر کوئی ہوش میں آجائے تو اُسے آواز نکالنے کا موقع نہ دو۔ تھوڑی دیر تک محافظ فوج کے وہ افسر یہاں پہنچ جائیں جو ہمارے ساتھ ہیں۔ پھر تمہیں محل سے باہر پہرہ دینے والے سپاہیوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ صبح تک نذبخت کے متعلق تمہیں ہدایات مل جائیں گی۔ میں اُس کی جان بچانے کا وعدہ کر چکا ہوں، لیکن اگر یہ ہوش میں آجائے تو تم اسے فرار ہونے کا موقع نہیں دو گے۔"



رات کے تیسرے پہر شاہی محل کے ناظم اور پہریداروں نے دروازے سے باہر آذرمیدخت کو سلامی دی۔ پھر آن کی آن میں پانچ سو مسلح آدمیوں نے شہنشاہ کی قیام گاہ کی ناکہ بندی کر لی جو وفادار افراد اور پہریدار اس سازش سے بے خبر تھے، اُنہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ لیکن اُن کی پیش نہ گئی۔ حملہ آور لاشوں کو روندتے ہوئے آگے بڑھے۔ شاہ پور خواجہ سراؤں اور کنیزوں کی چیخ پکار اور تلوار کی جھنکار سُن کر گہری نیند سے بیدار ہوا تو حملہ آور دروازہ توڑ رہے تھے۔ اُس نے محل کے دوسرے حصے میں پناہ لینے کی

نیت سے عقب کا دروازہ کھولا تو اُس کے سامنے ننگی تلواروں کی دیوار کھڑی تھی۔ وہ اُلٹے پاؤں اپنی خوابگاہ میں داخل ہوا تو حملہ آور اُسے تنگ گھیرے میں لے چکے تھے۔ وہ بستر پر گر پڑا۔ کسی نے دوسرا دروازہ کھول دیا اور مسلح آدمیوں کا ایک ہجوم اندر آگیا۔ وہ چلّایا۔ "میں تمہارا شہنشاہ ہوں۔ میں درفش کاویانی کا محافظ ہوں، میں ساسانیوں کے تخت اور تاج کا وارث ہوں۔ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے بچاؤ، میں تخت چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے جلاوطن کر دو لیکن مجھے قتل نہ کرو۔"

پھر آذرمیدخت کمرے میں داخل ہوئی اور مسلح آدمی اِدھر اُدھر سمٹ گئے۔ شاہ پور چلّایا۔ "آذر! آذرمیدخت میں تمہارا ابن عم نادم ہوں۔ مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ! اہلِ ایران تمہیں معاف نہیں کریں گے انہیں روکو، انہیں روکو۔ آذرمیدخت! آذرمیدخت!"

ایک ثانیہ کے لئے آذرمیدخت کی گردن جھک گئی اور ایک ثانیہ کے لئے شاہ پور کی مایوس نگاہوں میں اُمید کی روشنی آگئی۔ آذرمیدخت نے سیاوخش کی طرف دیکھا اور اُس کی قوتِ فیصلہ جواب دے گئی۔ پھر سیاوخش کا ہاتھ بلند ہوا اور اس کے ساتھ ہی حملہ آوروں کی تلواریں بلند ہونے لگیں اس نے اچانک اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ شاہ پور کے منہ سے آخری چیخ نکلی اور اس کے ساتھ ہی پندرہ بیس مسلح تلواریں اُس کے خون میں ڈوب گئیں۔

تھوڑی دیر بعد آذرمیدخت کے حلیف مدائن کے اُمراء اور فوج کے اکابر کو جگا جگا کر یہ پیغام دے رہے تھے کہ شاہ پور مر چکا ہے اور اُس کی جانشین کو قصرِ ابیض میں آپ کا انتظار ہے اور وہ جو زمانے کی ہر کروٹ کو اپنے لئے سازگار بنانے کے خوگر تھے۔ اس خبر کی تفصیلات پوچھے بغیر شاہی ایوان کا رُخ کر رہے تھے اُن کے سامنے یہ سوال نہ تھا کہ کون مر رہا ہے اور کون اُس کی جگہ لے گا بلکہ یہ تھا کہ نئے حکمران کا قرب حاصل کرنے میں اُن کا کوئی حریف اُن سے آگے نہ نکل جائے۔ اور جب اُنہوں نے یہ دیکھا کہ کسریٰ کے تخت پر آذرمیدخت رونق افروز ہے اور اُس کا کوئی مدِمقابل وہاں موجود نہیں تو اُنہوں نے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ اُس نے یہاں تک پہنچنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کیا ہے۔

باب ۱۹

علی الصباح ماہ بانو گہری نیند سے بیدار ہوئی تو مکان کے صحن میں نوکر شور مچا رہے تھے۔ پھر کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اُس نے اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا: "کون ہے؟"

"دروازہ کھولیے!" نوکر نے گھُٹی ہوئی آواز میں کہا۔

ماہ بانو کا دل دھڑکنے لگا اور اُس نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔ صحن میں اُس کے دو نوکروں کے ساتھ فردوس کھڑی تھی۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور اُس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ ماہ بانو کا دل بیٹھ گیا۔

"فردوس! تم اس وقت! بولو کیا ہُوا؟"

لیکن بوڑھی عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چند ثانیے پتھرائی ہوئی آنکھوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اچانک اُس نے جھرجھری لی اور چیخیں مارتی ہوئی آگے بڑھ کر ماہ بانو کے ساتھ لپٹ گئی۔ اُس نے بولنے کی کوشش کی لیکن اُس کی آواز سسکیوں میں دب کر رہ گئی۔ ماہ بانو کا اضطراب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ چلّانا چاہتی تھی لیکن آواز اُس کے حلق سے نہ نکلتی تھی۔ اس کا دل ایک ناقابلِ برداشت بوجھ سے پِسا جا رہا تھا۔ پھر وہ فردوس کے بازو جھنجھوڑنے لگی: "فردوس مجھے بتاؤ، مجھے بتاؤ، بولو!"

فردوس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا: "وہ مر چکے ہیں میری بیٹی! میرا شوہر اور ہمارے آقا قتل ہو چکے ہیں۔"

ایک ثانیہ کے لیے ماہ بانو کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ پھر وہ چلّائی: "میرا بھائی کہاں ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ وہ تین دن سے وہاں نہیں آیا۔"

"اُنہیں کس نے قتل کیا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ قاتل باغ کی دیوار پھاند کر اندر آ گئے تھے اور اُنہوں نے اندر آتے ہی برآمدے کے سامنے دو پہرے داروں پر حملہ کر دیا تھا۔ نیلوفر کا باپ اور یاسمین کا نانا ان کی چیخ پکار سُن کر گھر سے باہر نکلے۔ نیلوفر کے باپ کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ برآمدے کے قریب ایک پہرے دار کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ دوسرا زخمی ہونے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چلّایا: "آپ بھاگ جائیں۔ وہ دیوار پھاند کر اندر آ گئے ہیں۔"

پھر درختوں کی اوٹ سے تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ وہ دونوں زخمی ہو کر گر پڑے۔ میں بھاگ کر آگے بڑھی لیکن آقا نے اچانک اُٹھ کر میرا راستہ روک لیا اور مجھے دھکا دے کر گرا دیا۔ پھر وہ خود بھی گر پڑے۔ اتنی دیر میں نیلوفر اپنے باپ کے قریب پہنچ کر چیخیں مار رہی تھی۔ آقا نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور چلّا کر کہہ رہے تھے، نیلوفر! اندر چلی جاؤ۔ پھر وہ بھی گر پڑی۔ اس کے بعد وہ درختوں سے نمودار ہوئے۔ ان کے چہروں پر نقاب تھے۔ میں آقا کی گرفت سے آزاد ہو کر نیلوفر کی لاش کے ساتھ لپٹ گئی۔ ایک آدمی مجھے قتل کرنے لگا لیکن دوسرے نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر کسی نے مشعل اُٹھا کر باری باری سب کو دیکھا۔ آقا نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک آدمی نے اُن کے سر پر تلوار ماری اور اُن کی لاش تڑپنے لگی۔ اس کے بعد ڈیوڑھی سے دوسرے نوکر وہاں پہنچ گئے۔ اُنہوں نے تھوڑی دیر مقابلہ کیا لیکن حملہ آوروں نے آن کی آن میں ہمارے تین آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ دو نوکر بھاگ گئے۔ پھر کسی نے کہا، ان کا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں، وہ ڈیوڑھی سے باہر نکلتے ہی ہمارے ساتھیوں کے تیروں کی زد میں ہوں گے۔ اب چلو ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ اور مجھے دیر تک یقین نہ آیا کہ وہ جا چکے ہیں۔ پھر میں مشعل اُٹھا کر اپنے شوہر، اپنی بیٹی اور آقا کی لاشیں دیکھ رہی تھی تو بھاگنے والے نوکروں میں سے ایک واپس آ گیا اور اُس نے بتایا کہ اُن کے ساتھی کو ڈیوڑھی سے باہر نکلتے ہی قتل کر دیا گیا ہے۔

"تم اس نوکر کے ساتھ آئی ہو؟"

"ہاں وہ مجھے یہاں پہنچا کر واپس چلا گیا ہے۔ وہ فرخ زاد کے محل سے تمہارے بھائی کا پتہ کرنے گیا ہے۔ ماہ بانو مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ سب مر چکے ہیں لیکن میں نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ان کی لاشیں ٹھنڈی ہو چکی ہیں۔ رات فریبرز میرے شوہر سے یہ کہہ رہا تھا کہ زربخت بہت مصروف ہے۔ اس لئے تم ماہ بانو کو چند دن کے لئے یہاں لے آؤ۔ اور نیلوفر بہت خوش تھی۔ وہ کہتی تھی کہ میں صبح ہوتے ہی اپنے ابا کے ساتھ جاؤں گی۔"

"لیکن وہ کون تھے؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ وہ ڈاکو نہیں تھے۔ انہوں نے ہمارے گھر سے کوئی چیز نہیں اُٹھائی اور جب وہ جانے لگے تو ایک آدمی اپنے ساتھیوں سے کہہ رہا تھا کہ تم اندھے ہو۔ تم نے ایک عورت کو قتل کر دیا ہے۔"

ماہ بانو اپنے نوکروں سے متوجہ ہوئی۔ "تم فردوس کا خیال رکھو اور میرے لئے گھوڑا تیار کر دیں خود اپنے بھائی کے پاس جا رہی ہوں۔"

ایک نوکر نے جواب دیا۔ "نہیں آپ کا اس وقت گھر سے نکلنا ٹھیک نہیں۔"

"مجھے یقین ہے وہ فریبرز کے قتل کی اطلاع ملنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی تاخیر نہیں کریں گے۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں اگر اُن کی طرف سے کوئی اطلاع نہ ملی تو میں چلا جاؤں گا۔ لیکن موجودہ حالات میں آپ کا گھر سے نکلنا کسی طرح مناسب نہیں۔"

"نہیں تم ابھی جاؤ اور فوراً واپس آنے کی کوشش کرو۔ اور دیکھو فریبرز کے قتل کے متعلق میرے بھائی یا فرخ زاد کے سوا کسی کو کچھ نہ بتانا۔"

ایک ساعت بعد ماہ بانو انتہائی اضطراب کی حالت میں نوکر کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی اچانک باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور وہ بھاگتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی۔ چند ثانیے بعد اس کا نوکر مکان میں داخل ہوا اور اُس نے گھوڑے سے کودتے ہوئے کہا۔ "پہریداروں نے مجھے فرخ زاد کے محل کے

باہر روک لیا تھا۔ ان میں سے اکثر مجھے جانتے تھے۔ لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ صبح سے پہلے محل کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ میں نے زربخت کے متعلق پوچھا تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ وہ اندر ہے اور اس وقت آرام کر رہا ہوگا۔ میں اُنہیں یہ تاکید کر آیا ہوں کہ وہ زربخت کو فوراً گھر بھیج دیں۔ فریبرز کے گھر کا پہریدار مجھے راستے میں مل گیا تھا اور اب وہ واپس آ رہا ہے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ شہنشاہ اور فرخ زاد کے ہوتے ہوئے کسی کو فریبرز کے گھر پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ وہ اُن کے دوست تھے۔"

نوکر نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ صبح ہوتے ہی مدائن کی ساری فوج فریبرز کے قاتلوں کا کھوج نکالنے کے لئے حرکت میں آ جائے گی۔ اُن کا خون رائیگاں نہیں جائے گا۔"

ماہ بانو فردوس سے مخاطب ہوئی۔ "تم نے کسی کو پہچاننے کی کوشش نہیں کی؟"

"نہیں، اُن کے چہرے نقاب میں چھپے ہوئے تھے۔"

"اگر اُن کا مقصد صرف فریبرز کو قتل کرنا تھا تو فوج میں اُن کے مخالف گروہ سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ بہرحال ہمیں صبح کا انتظار کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو کو باقی رات کا ایک ایک لمحہ مہینوں سے زیادہ طویل محسوس ہوتا تھا اور فردوس کی یہ حالت تھی کہ وہ کبھی حملے کے واقعات دُہرانے شروع کر دیتی اور کبھی ماہ بانو سے لپٹ کر رونے لگتی۔ پھر جب مشرق کے سرمئی اُفق پر صبح کے آثار ظاہر ہونے لگے تو ماہ بانو نے اپنے دوسرے نوکر کو گھوڑا دے کر فرخ زاد کے محل کی طرف روانہ کر دیا۔ نوکر طلوع آفتاب کے وقت واپس آیا اور اُس نے یہ اطلاع دی کہ مدائن میں انقلاب آ چکا ہے۔ لوگ آذرمیدخت کے حق میں نعرے لگا رہے ہیں اور فوج کے دستے گلیوں اور بازاروں میں گشت کر رہے ہیں۔

ماہ بانو صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے بذاتِ خود باہر جانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ آدمان وہاں پہنچ گیا اور اُس نے صحن میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔ "زربخت کہاں ہے؟"

ایک ثانیہ کے لئے ماہ بانو کی نگاہوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ پھر اُس نے سنبھلنے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا۔ "وہ فرخ زاد کے گھر میں تھا۔ تم وہاں نہیں گئے؟"

آدمان نے جواب دیا۔ "فرخ زاد قتل ہو چکا ہے اور اُس کے گھر میں شراب سے مدہوش مہمانوں کے سوا کوئی نہیں۔ میں فریبرز کے گھر سے بھی ہو آیا ہوں۔ شاید آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ بھی قتل ہو چکا ہے۔ آذرمیدخت تخت پر قابض ہو چکی ہے۔ اُس نے شاہ پور کو قتل کروا دیا ہے۔ شہر کے مذہبی پیشوا آذرمیدخت کی حمایت میں تقریریں کر رہے ہیں اور فوج کے سرداران حالات سے خوش نہیں ہیں تاہم وہ ملکہ کے ساتھ وفادار رہنے اور سلطنت کا امن بحال رکھنے کا عہد کر چکے ہیں۔ آذرمیدخت کو جن افسروں سے بغاوت کا خطرہ تھا، اُنہیں گرفتار کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ کا بھائی کہیں رُوپوش ہے تو آپ اُسے خبردار کر دیں کہ اُسے فوج یا عوام سے کسی بغاوت کی توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ فریبرز اور فرخ زاد اور شاہ پور کی موت کے بعد کسی کو نئی ملکہ کے خلاف سر اُٹھانے کی جرأت نہیں ہو گی۔ شاہی محل کی چار دیواری کے اندر پوران دخت، آذرمیدخت کے ساتھ ٹکر لے سکتی تھی لیکن وہ کہیں روپوش ہو چکی ہے۔ محافظ فوج کی کمان سیاوخش اپنے ہاتھ میں لے چکا ہے اور اُسے یہ معلوم ہے کہ آپ کا بھائی فریبرز اور فرخ زاد کا جاں نثار تھا۔ اس لئے اس کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر سیاوخش کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ میں فرخ زاد کے محل کے چوبداروں سے ملا ہوں۔ وہ سب یہی کہتے ہیں کہ آپ کا بھائی رات کے وقت محل کے اندر تھا لیکن اب اس کا سُراغ نہیں ملتا۔"

ماہ بانو بے حس و حرکت کھڑی آدمان کی باتیں سُنتی رہی۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "وہ یہاں نہیں آیا۔ اور اُس نے ہمیں کوئی اطلاع بھی نہیں دی۔ لیکن اگر وہ زندہ ہے تو میں پُورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ اپنے دوستوں کے قاتلوں سے پناہ لینے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

آدمان نے کہا۔ "میں اُس کا دوست ہوں اور آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ زندبخت کے علاوہ آپ کی زندگی اور عزت کے لئے بھی خطرہ ہے۔ وہ یقیناً آپ کے پاس آئے گا اور اُسے یہ سمجھانا آپ کا فرض ہے کہ تم اکیلے ایران کی حکومت کے خلاف جنگ نہیں کر سکتے۔"

"لیکن وہ ہے کہاں؟"

"کاش مجھے معلوم ہوتا۔"

"کیا تم یہ تصور کر سکتے ہو کہ میرا بھائی فرخ زاد کو موت کے منہ میں چھوڑ کر بھاگ گیا ہو گا؟"

"نہیں میرا خیال تھا کہ شاید وہ زخمی ہو گیا ہو اور پھر اُس نے مایوسی کی حالت میں کہیں پناہ لینے کی کوشش کی ہو؟"

"اگر تمہیں شک ہے تو تم گھر کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

آدمان نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے کہا۔ "اگر موجودہ حالات میں آپ مجھے زندبخت کا دشمن خیال کریں تو مجھے شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔ کاش میں آپ کو اپنا سینہ چیر کر دکھا سکتا۔ میں اُس کا دوست ہوں اور میری طرح فوج کے ہزاروں سپاہی اُس کے دوست ہیں۔ وہ سب یہی چاہتے ہیں کہ آپ کا بھائی زندہ رہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہلِ ایران دیر تک اس حکومت کو برداشت نہیں کریں گے جس کی بنیاد ظلم اور بدعہدی پر رکھی گئی ہے۔ خراسان میں فرخ زاد کا بیٹا خاموش نہیں بیٹھے گا۔ وہ مدائن پر آندھی کی طرح نازل ہو گا اور پھر یہی لوگ جو آذرمیدخت کو مبارکباد دے رہے ہیں اسے اپنے تمام مصائب کے ذمہ دار ٹھہرائیں گے لیکن سرِدست دانائی یہی ہے کہ ہم صبر اور حوصلے سے اس وقت کا انتظار کریں۔ اگر زندبخت مدائن میں ہے تو اُس نے یقیناً کسی دوست کے ہاں پناہ لی ہو گی۔ میں اُسے تلاش کرتا ہوں۔"



زندبخت کو ہوش آیا تو وہ ایک کشادہ کمرے میں پڑا ہوا تھا۔ بند دروازے کے دراڑوں اور چھت کے قریب ایک روزن سے ہلکی سی روشنی اندر آ رہی تھی۔

"میں کہاں ہوں؟" اُس نے اپنے دل سے سوال کیا۔ اُس کی تمام حسیات خوف و ہراس کی تاریکیوں میں گم ہو کر رہ گئیں۔ پھر اُس کے ذہن میں گزشتہ واقعات کی مبہم سی تصویریں اُبھرنے لگیں اور اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ وہ اُٹھا اور سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے تاریک سائے رقص کر رہے تھے۔ پیاس کے مارے اُس کا بُرا حال تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا۔ وہ گھسٹتا ہوا دروازے

کے قریب پہنچا اور دراڑ سے باہر جھانکنے لگا۔ اُسے ایک کشادہ صحن میں کھجور کے درخت اور اُن سے آگے ایک بلند دیوار دکھائی دی۔

قدرے توقف کے بعد وہ زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے لگا۔ اچانک اُسے چند آدمیوں کی آوازیں اور تیز تیز قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ وہ ایک طرف ہٹ گیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ دروازہ کھُلا اور چار مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

”میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟“ اُس نے سوال کیا۔

ایک مسلح نوجوان نے جواب دیا۔ ”تم ہماری قید میں ہو اور یہ جگہ شہر سے کافی دُور ہے۔ اس لئے شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں۔“

”لیکن مجھے کس کے حکم سے یہاں لایا گیا ہے؟“

”ہمیں تمہارے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی اجازت نہیں۔ تمہارے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ اس جگہ کوئی تمہاری مدد کو نہیں آسکے گا۔“

زربخت نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا۔ ”تم مجھے پانی دے سکتے ہو؟“

نوجوان نے اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”ان کے لئے کھانا اور پانی لے آؤ۔“

دو آدمی کمرے سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی پانی کا مشکا اُٹھائے کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے ایک پیالہ بھر کر زربخت کو پیش کیا۔ زربخت نے ایک ہی سانس میں پیالہ خالی کر دیا لیکن اُس کی پیاس نہ بجھی۔ چنانچہ اُس نے یکے بعد دیگرے دو پیالے اور پی لئے۔ اتنی دیر میں دوسرے آدمی نے لکڑی کے طشت میں روٹی، کھجوریں اور پنیر کا ایک ٹکڑا زربخت کے سامنے رکھ دیا لیکن زربخت کھانے کی طرف توجہ دینے کی بجائے کبھی ان مسلح آدمیوں کی طرف اور کبھی نیم وا دروازے سے باہر دیکھتا رہا۔ جہاں کشادہ صحن میں چند اُونٹ درختوں کی چھاؤں میں بیٹھے جگالی کر رہے تھے اور اُن سے آگے ایک چھپر کے نیچے چند گھوڑے اور بیل نظر آ رہے تھے۔ صحن کا باقی حصہ اُس کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ تاہم بکریوں کی ممیاہٹ سُننے کے بعد اُس کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہ تھا کہ یہ جگہ قید خانے کی بجائے

کسی زمیندار کا مکان ہے۔ اُس نے ذرا آگے کھسک کر باہر جھانکنے کی کوشش کی لیکن ایک نوجوان نے جو اپنے لباس سے پہریداروں کا افسر معلوم ہوتا تھا جلدی سے اُٹھ کر دروازہ بند کر دیا اور کہا۔ ”اگر تمہارے دل میں کبھی بھاگ نکلنے کا خیال آئے تو تمہیں اتنا ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ ڈیوڑھی تک پہنچنے سے پہلے تمہیں چاروں طرف سے تیروں کی بارش کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں اس جگہ کوئی تکلیف نہ ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں تمہیں اس سے بہتر کھانا پیش نہیں کر سکا لیکن آئندہ ہم تمہارے لئے بہتر انتظام کر سکیں گے۔ اب کچھ کھا لو۔ میں تمہاری تسلی کے لئے اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں قید کرنے والے تمہیں زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔“

زربخت نے کہا۔ ”اگر تم مجھے یہ بتا سکو کہ میں فرخ زاد کے محل سے یہاں کس طرح پہنچ گیا ہوں تو میں تمہارا ہر حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔“

نوجوان نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور چند ثانیے سوچنے کے بعد جواب دیا۔ ”تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ جو لوگ تمہیں یہاں لائے تھے۔ انہوں نے ہمیں اس کے سوا کچھ نہیں بتایا کہ تم ایک خطرناک آدمی ہو اور اگر تم بھاگ گئے تو ہم سب کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اور میں تمہیں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ تم زیادہ عرصہ یہاں نہیں رہو گے۔ وہ یہ کہتے تھے کہ وہ بہت جلد تمہیں کسی محفوظ جگہ لے جائیں گے۔“

”یہ کسی زمیندار کا گھر ہے؟“

”ہاں لیکن یہاں صرف اُس کے نوکر اور مزارع رہتے ہیں اور تمہاری قید کے ساتھ اُس کا کوئی تعلق نہیں۔ وہ عام طور پر مدائن میں رہتا ہے اور تمہیں ایک بڑے آدمی کے نوکر یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی تمہارا دشمن نہیں۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ تم کون ہو۔“

زربخت نے کہا۔ ”میں اپنی جان بچانے کے لئے تمہاری زندگی خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کروں گا لیکن اگر تم مجھے اس بڑے آدمی کا نام بتا سکو تو میری بہت سی اُلجھنیں دُور ہو جائیں گی۔ مجھے یہ تمام واقعات ایک خواب سا محسوس ہوتے ہیں۔“

نوجوان نے جواب دیا۔ ”ہمیں اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں۔“

زربخت نے مایوس ہو کر کہا۔ "تم مجھے یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ مدائن یہاں سے کتنی دُور ہے؟"

"اِس سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"کچھ نہیں۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ میں کتنے پہر یا کتنے دن بیہوش رہا ہوں۔"

نوجوان مسکرایا۔ "مدائن یہاں سے سات کوس دُور ہے لیکن تمہیں یہ اُمید نہیں رکھنی چاہیئے کہ وہاں سے کوئی تمہاری مدد کے لئے آئے گا اگر اس بات کا احتمال ہوتا تو وہ تمہیں اس جگہ نہ چھوڑتے۔"

زربخت کچھ کہنا چاہتا تھا کہ خوش پوش زمیندار جس کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ معلوم ہوتی تھی اچانک کمرے میں داخل ہُوا اور مسلح آدمی اُٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اُس نے غضب ناک ہو کر پہرے داروں کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تمہیں قیدی کے سامنے خاموش رہنے کی ہدایت کی گئی تھی۔"

زربخت نے کہا۔ "آپ کے نوکروں کا کوئی قصور نہیں۔ میں نے اُنہیں باتوں میں لگا لیا تھا۔ آپ ایک قیدی کو یہ پُوچھنے کے حق سے محروم نہیں کر سکتے کہ اُسے قید کرنے والا کون ہے۔"

زمیندار نے جواب دیا۔ "نوکروں کو تمہارے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہ تھی لیکن میں تمہارے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہوں۔ تمہیں اُس شخص کے حکم سے یہاں بھیجا گیا ہے جو ایران کی نئی ملکہ کا دستِ راست ہے۔"

"ایران کی نئی ملکہ؟" زربخت نے چونک کر پُوچھا۔

"ہاں شہزادی آذرمیدخت ایران کی نئی ملکہ بن چکی ہے اور تمہارے متعلق ان کا یہ حکم ہے کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ تھوڑی دیر تک شاہی طبیب تمہارا زخم دیکھنے کے لئے یہاں پہنچ جائے گا اور پھر جب تم تندرست ہو جاؤ گے تو وہ تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔ مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ وہ تمہیں صرف چند دنوں کے لئے مدائن سے باہر رکھنا چاہتے ہیں۔"

زربخت کچھ دیر سکتے کے عالم میں عمر رسیدہ آدمی کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کہا۔ "یہ ناممکن ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ فرخ زاد نے شہنشاہ سے غداری کر کے آذرمیدخت کو تخت پر بٹھا دیا ہو۔ ایران کی فوج کبھی یہ برداشت نہیں کرے گی۔"

زمیندار نے کہا۔ "گزشتہ چار پہر میں مدائن کئی ناقابلِ یقین واقعات دیکھ چکا ہوں۔ فرخ زاد اور شاہ پور قتل ہو چکے ہیں۔ سیاوخش جس کے حکم سے تمہیں یہاں بھیجا گیا ہے، نئی ملکہ کا وزیر بن چکا ہے۔ شہزادی پوران کہیں رُوپوش ہو چکی ہے۔"

زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "نہیں نہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایران کی فوج نے شاہ پور اور فرخ زاد کے قاتلوں کی اطاعت قبول کر لی ہو۔ کم از کم شاہی لشکر کے سالارِ اعلیٰ سے غداری کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔"

زمیندار نے جواب دیا۔ "میں نے تمہیں ابھی سارے واقعات نہیں سُنائے۔ شاہی فوج کا سالارِ اعلیٰ بھی قتل ہو چکا ہے اور کئی وہ افسر جن سے بغاوت کا خطرہ ہو سکتا تھا گرفتار کر لئے گئے ہیں۔"

"نہیں نہیں، تم غلط کہتے ہو۔ ایران کے کسی آدمی کو فریبرز پر ہاتھ اُٹھانے کی جرأت نہیں ہو سکتی۔"

زربخت نے کرب کی حالت میں بوڑھے آدمی کا گریبان پکڑ لیا۔ لیکن اچانک اُس کی طاقت جواب دے گئی اور وہ مُنہ کے بل گر پڑا۔ اُسے دوبارہ ہوش آیا تو وہ فرش پر ایک بوسیدہ قالین کی بجائے ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہُوا تھا اور زمیندار کے علاوہ شاہی طبیب اُس کے قریب بیٹھا ہُوا تھا۔



دس دن بعد زربخت مکمل طور پر تندرست ہو چکا تھا۔ اب اس قلعہ نما مکان کے اندر اس کی حیثیت ایک قیدی کی نہیں بلکہ ایک مہمان کی سی تھی۔ زمیندار کے نوکر اُس کے آرام کا پُورا خیال کرتے تھے۔ دن کے وقت اُسے مکان کے صحن میں گھومنے پھرنے کی آزادی تھی۔ تاہم اُسے کوٹھڑی سے باہر نکالا جاتا تو ڈیوڑھی کا دروازہ بند کر دیا جاتا اور مسلح آدمی پُوری مستعدی کے ساتھ پہرا دیتے۔ زربخت کو ان نوکروں سے زیادہ زمیندار کے طرزِ عمل پر حیرت ہوتی۔ وہ صبح ہوتے ہی وہاں پہنچ جاتا اور اس کا پہلا سوال عام طور پر یہی ہوتا کہ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ پھر وہ اُسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتا اور بار بار تسلی دینے کی کوشش کرتا کہ وہ آپ کو بہت جلد مدائن بُلا لیں گے۔ "ابھی سیاوخش سے میری ملاقات نہیں ہو سکی۔ وہ بہت مصروف ہے اور میرا خیال ہے کہ مدائن کے حالات سے ملکہ بھی کافی پریشان ہے ابھی

اُسے فوج کی وفاداری کے متعلق زیادہ اطمینان نہیں ہوا۔ اگر تمہارے متعلق اُن کے دل میں کوئی بُرا ارادہ ہوتا تو وہ اتنے دن تمہیں یہاں نہ چھوڑتے۔ پھر وہ اس طرح کی باتیں چھیڑ دیتا: "یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں سیاوخش کو ناراض نہیں کر سکتا۔ ورنہ میں ایک دن کے لئے بھی تمہیں یہاں ٹھہرنے پر مجبور نہ کرتا۔ آپ وعدہ کریں کہ جب آپ کا بس چلے گا تو آپ میرے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دیں گے۔" اور زربخت اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتا: "مجھے تمہاری مجبوریوں کا پورا احساس ہے۔"

مداش کے حالات کے متعلق زربخت کو اُس سے جو باتیں معلوم ہوئیں وہ یہ تھیں کہ ابھی تک پوران دخت کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر وہ خراسان نہیں پہنچ گئی تو شہر کے آس پاس کسی بڑے آدمی کے ہاں پناہ لے چکی ہے۔ بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ملکہ نے اُسے قتل کروا دیا ہے لیکن یہ افواہ درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ملکہ نے اُسے قتل کروا دیا ہوتا تو حکومت اُس کی تلاش میں اس قدر مستعدی کا مظاہرہ نہ کرتی۔"

زربخت نے کئی بار اس کے ذریعے اپنی بہن کا حال دریافت کرنے کا ارادہ کیا لیکن مصلحتیں اس خواہش پر غالب آجاتیں اور وہ یہ سوچ کر خاموش ہو جاتا کہ جو آدمی سیاوخش کے حکم سے اُسے قید میں رکھ سکتا ہے اُسے ماہ بانو کے متعلق اعتماد میں لینا کسی طرح مناسب نہیں۔

گیارھویں دن زمیندار نے زربخت کو یہ خبر سنائی کہ "آج میرے پاس تمہارا آخری دن ہے۔ کل سیاوخش کے آدمی تمہیں مداش لے جائیں گے۔ تمہیں ملکہ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور سیاوخش کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ تم ایک مجرم کی حیثیت سے وہاں نہیں جاؤ گے۔ ممکن ہے کہ تمہیں فوج میں کوئی بڑا عہدہ مل جائے لیکن تمہاری کامیابی کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم سیاوخش اور ملکہ کو کس حد تک مطمئن کر سکتے ہو۔"

زربخت نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا: "اگر ملکہ، سیاوخش خسرو پرویز کے قاتل ہیں تو میں انہیں مطمئن نہیں کر سکوں گا۔"

"کیا تم ان لوگوں میں شامل ہونا پسند کرو گے جنہیں مداش کے چوراہوں پر پھانسیاں دی گئی ہیں؟"

زربخت نے اپنے وجود میں کپکپی محسوس کرتے ہوئے جواب دیا: "میں ظالموں کے ساتھ تعاون نہیں کروں گا۔"

"لیکن تم اپنی جان کھو کر کسی کے کام نہیں آسکو گے۔ تمہیں اُس وقت کے لئے زندہ رہنا چاہیے جب تک کہ سازگار حالات پیدا نہیں ہوتے۔ وہ درخت جن کے تنوں میں لچک نہیں ہوتی تیز آندھیوں سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہے کہ اگر میں تمہیں یہاں رکھنے کے لئے سیاوخش کے حکم کی تعمیل نہ کرتا تو میرا اور میرے بال بچوں کا حشر کیا ہوتا؟ میں ایک معمولی زمیندار ہوں جس نے ساری زندگی ملک کے سیاسی حالات میں دخل نہیں دیا۔ میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں مداش میں سیاوخش کا پڑوسی ہوں اور کچھ عرصہ سے اُس نے اپنی جاگیر کا انتظام بھی مجھے سونپ دیا ہے۔"

زربخت نے کہا: "مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں بلکہ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا اس قدر خیال رکھا۔"

زمیندار بولا: "میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اگر سچ پوچھو تو میں جس قدر سیاوخش سے ڈرتا ہوں اسی قدر تم سے ڈرتا ہوں۔ آج وہ غالب ہے، کل تم غالب آسکتے ہو۔ پھر اگر تم بھی کسی بے گناہ قیدی کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ گے تو میں اُس کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار نہیں کر سکوں گا لیکن اگر تم مجھ سے کوئی اچھا کام لو گے تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ ایک طاقتور آدمی بہت کچھ سوچ سکتا ہے لیکن ایک کمزور اور بیکس انسان صرف اپنی جان، اپنی روٹی اور اپنے لباس کے متعلق سوچ سکتا ہے۔"

زربخت نے کہا: "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ملک قا[illegible] کے پاؤں پڑوں؟"

"نہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنے جذبات کے اظہار کے لئے موزوں وقت کا انتظار کرو۔ پاؤں پر گرنے کے بعد اگر تم اُن کی شاہ رگ پر ہاتھ ڈال سکو تو کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ وہ تمہیں کھڑا ہونے یا خالی ہاتھ اُٹھانے سے پہلے ہی مسل دیں۔ زربخت تم ابھی جوان ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی حادثہ تمہیں زندگی سے بیزار کر دے۔ شہر میں یہ افواہ گرم ہے کہ رستم اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ کیا تم اس دن کا انتظار نہیں کرو گے کہ جب وہ مداش میں داخل ہو تو میرے جیسے کمزور لوگ تمہارے پاس پناہ لے سکیں؟"

"نہیں!" اُس نے جواب دیا: "میں موت سے پہلے مرنا پسند نہیں کروں گا۔"

باب ۲۰

زربخت شاہی محل کے ایک کمرے میں آذرمیدخت کے سامنے کھڑا تھا۔ ایران کی ملکہ نے مسلح پہریداروں کو اشارہ کیا۔ وہ کمرے سے باہر نکل گئے لیکن سیادخش جو اُن کے ساتھ آیا تھا زربخت کے قریب کھڑا رہا۔

"سیادخش! تم جا سکتے ہو۔" ملکہ نے اضطراب کی حالت میں پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

سیادخش نے حیرت زدہ ہو کر پہلے ملکہ پھر زربخت کی طرف دیکھا اور اُلٹے پاؤں کمرے سے باہر نکل گیا۔

آذرمیدخت چند ثانیے خاموشی سے زربخت کی طرف دیکھتی رہی پھر اُس کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے کہا "ہم نے سیادخش کو حکم دیا تھا کہ جب تک حالات درست نہیں ہوتے تمہیں کسی محفوظ جگہ رکھا جائے اور ہم نے اُسے یہ حکم بھی دیا تھا کہ تمہیں کوئی تکلیف نہ دی جائے۔"

زربخت نے گھٹی آواز میں کہا۔ "مجھے سیادخش سے کوئی شکایت نہیں اور میں آپ کا بھی شکرگزار ہوں۔"

"نہیں تمہارا چہرہ بتا رہا ہے کہ اگر تمہارا بس چلے تو تم میرا گلا گھونٹنے سے دریغ نہیں کرو گے۔ لیکن تم اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتے کہ میں ایران کی ملکہ ہوں اور تمہاری کوئی خواہش ایسی نہیں ہو سکتی جسے میں پورا نہ کر سکوں۔ سیادخش کو یہ معلوم نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو کتنا جانتے ہیں۔

اس کا خیال ہے کہ تم ہمارے دشمن ہو۔ لیکن اگر تم اس کی یہ غلط فہمی دُور کر سکو تو میں کسی اُلجھن کا سامنا کیے بغیر تمہاری عزت اور کامرانی کے راستے کھول سکتی ہوں۔"

زربخت نے جواب دیا۔ "معاف کیجئے اب میں عزت اور ذلت کے راستوں کی تمیز نہیں کر سکتا۔ میں جس خاتون کو جانتا تھا وہ فرخ زاد کی بیوی تھی۔ میں اُس کے اشاروں پر جان دے سکتا تھا۔ اُس کی خواہش پر زہر آلود شراب پی سکتا تھا اور اُس کے ساتھ ہی میں اس بات پر فخر کر سکتا تھا کہ مجھے اس سے کسی انعام کا لالچ نہیں۔ اب اگر ایران کی ملکہ مجھے زبان کھولنے کی اجازت دیتی ہے تو میں صرف اتنا پوچھنا چاہتا ہوں کہ شاہ پور، فرخ زاد اور فریبرز کے قاتل کون ہیں ؟"

آذرمیدخت کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا اور اُس نے اپنے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "شاہ پور کے اصلی قاتل وہ ہیں جنہوں نے مجھ سے بیوفائی کر کے اُسے تخت پر بٹھا دیا اور فرخ زاد کا قاتل وہ ہے جس نے اُسے وزارت کا لالچ دے کر میرے ساتھ بدعہدی کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں فریبرز کو ہلاکت سے نہ بچا سکی۔ اگر میرا بس چلتا تو میری یہی کوشش ہوتی کہ تمہاری طرح اُسے بھی چند دن کے لئے کسی محفوظ جگہ پہنچا دیا جائے۔ لیکن وہ میرے دشمنوں کے گروہ میں شامل ہو چکا تھا اور اس کا زندہ رہنا میرے لئے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے فریبرز کے ساتھ تمہارے تعلقات کا علم ہے۔ لیکن تم جوان ہو اور مجھے یہ اُمید ہے کہ تم ہلاک ہونے والوں کا ساتھ دینا پسند نہیں کرو گے۔ تم ایران کے سپاہی ہو اور ایران کی ملکہ کو تمہاری ضرورت ہے۔ میری طرف دیکھو زربخت! اور مجھے اس سوال کا جواب دو کہ اگر ایران کا تاج تمہارے ہاتھ میں دے دیا جاتا اور پھر تم سے یہ پوچھا جاتا کہ تمہارے خیال میں اس کا حقدار کون ہے تو تم کیا جواب دیتے ! بولو کیا میں اس قابل نہیں ہوں ؟"

زربخت کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن شہزادی کی مسکراہٹ نے اُس کے لبوں پر مُہر لگا دی۔

آذرمیدخت بولی۔ "اگر فریبرز کو گھر سے نکلنے اور اپنے لشکر کو خبردار کرنے کا موقع مل جاتا تو مدائن کو ایک خطرناک تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔ ان حالات میں اُس کی جان بچانا میرے بس کی بات نہ

تھی لیکن تمہاری حالت مجھ سے مختلف ہے۔ اگر تم چاہو تو اپنے لئے کوئی خطرہ مول لئے بغیر سینکڑوں بلکہ ہزاروں جوانوں کو ہلاکت کا راستہ اختیار کرنے سے روک سکتے ہو۔ شاہی لشکر کے کئی افسر رُوپوش ہیں اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اہلِ مدائن کو ایک علم بغاوت پر اکسا رہے ہیں۔ میں نے اُس کی کمان سیاوش کو سونپ دی تھی لیکن وہ عام معافی کا اعلان کرنے کے بعد بھی باغی عناصر کو مطمئن نہیں کر سکا۔ کسی نے یہ مشہور کر دیا ہے کہ فریبرز کی طرح تم بھی قتل ہو چکے ہو۔ میرا ابتدا سے ہی یہ ارادہ تھا کہ اگر تم ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جاؤ تو شاہی رسالے کی کمان تمہارے سپرد کر دی جائے۔ میں چند باغیوں سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ اگر میں چاہوں تو انہیں دو دن کے اندر اندر گرفتار کیا جا سکتا ہے لیکن میں ان کا اعتماد اور تعاون حاصل کرنا چاہتی ہوں اور مجھے اس مقصد کے لئے تمہارے تعاون کی ضرورت ہے۔ زربخت! مجھے یقین ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔ یہ باغی عناصر پوران دخت کے ساتھ مل چکے ہیں اور وہ کسی خفیہ پناہ گاہ سے حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازش کر رہی ہے۔ ابھی تک ہمارے جاسوس اس کا سُراغ لگانے میں کامیاب نہیں ہو سکے لیکن تمہارے لئے یہ بات مشکل نہیں ہو گی۔ میں یہ چاہتی ہوں تم چند دن کے لئے رُوپوش ہو جاؤ اور باغی افسروں سے رابطہ پیدا کر کے پوران دخت کی جائے پناہ کا سُراغ لگانے کی کوشش کرو۔ جب مجھے پوران کے خطرے سے نجات مل جائے گی تو محافظ فوج کی کمان تمہارا پہلا انعام ہو گا اور اس کے بعد تمہاری کوئی ایسی خواہش رد نہیں کی جائے گی جسے پورا کرنا ایران کی ملکہ کے اختیار میں ہو۔"

زربخت نے کہا۔ "لیکن میری ایک خواہش ایسی ہے جسے ایران کی ملکہ اس وقت بھی پورا کر سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اپنے گھر جا کر اپنی بہن کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں زندہ ہوں۔"

آذرمیدخت کی آنکھوں کی چمک اچانک ماند پڑ گئی اور اُس نے ایک دم سنجیدہ ہو کر کہا۔

"زربخت! تم قیدی نہیں ہو۔ تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔"

"میں آپ کا شکرگزار ہوں۔" زربخت یہ کہہ کر مُڑا۔ لیکن آذرمیدخت نے کہا۔ "ٹھہرو! گھر جا کر تمہیں پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو گا۔"

زربخت کا دل بیٹھ گیا۔ اُس نے کرب کی حالت میں آذرمیدخت کی طرف دیکھا اور چلایا۔ "میری بہن!"

"وہ گھر میں نہیں ہے۔ لیکن کاش مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے۔ وہ انقلاب کے دو دن بعد گھر سے غائب ہو گئی تھی اور تمہارے نوکر بھی اُس کے ساتھ رُوپوش ہو چکے ہیں۔ وہاں صرف ایک بوڑھی خادمہ تھی جسے شاید وہ مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ وہ سکتے کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ طبیبوں کی کوشش سے تھوڑی دیر کے لئے ہوش آ گیا تھا لیکن وہ تمہاری بہن کے متعلق کسی سوال کا جواب نہ دے سکی۔ اُس کی زبان مفلوج ہو چکی ہے۔ میں نے ان واقعات کی اطلاع ملتے ہی شاہی طبیب کو تمہارے گھر بھیج دیا تھا لیکن وہ اس کی جان نہ بچا سکا۔ کاش میں دو دن قبل تمہاری بہن کا پتہ کر سکتی۔ لیکن مجھے اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ تمہاری بہن یہاں رہتی ہے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جاسوس پوران دخت اور اس کا ساتھ دینے والے افسروں کی تلاش میں وہاں پہنچ گئے تھے۔ اب اگر تم اپنے دوستوں سے رابطہ پیدا کرو تو تمہارے لئے اس کا سُراغ لگانا مشکل نہیں ہو گا۔ انہوں نے پہلے دن ہی یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ فریبرز کی طرح تم بھی قتل ہو چکے ہو اور اگر تمہاری بہن ان کی باتوں میں آ کر پوران دخت کے پاس پہنچ گئی ہو تو مجھے تعجب نہیں ہو گا۔"

زربخت پتھرائی ہوئی آنکھوں سے آذرمیدخت کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کا غصہ اضطراب میں اور اضطراب خوف میں تبدیل ہو چکا تھا۔ وہ چیخنا چاہتا تھا لیکن اس کے حلق میں آواز نہ تھی۔ آذرمیدخت مسند سے اُتر کر آگے بڑھی۔ زربخت کی نگاہیں جھک گئیں۔ پھر اُسے ایک ہلکی ہلکی مہک کے ساتھ آذرمیدخت کے لباس کی سرسراہٹ محسوس ہونے لگی۔

"زربخت مجھ پر یقین کرو۔ میں تمہاری دشمن نہیں ہوں۔"

زربخت نے کرب کی حالت میں اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"میری طرف دیکھو!" شہزادی نے یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اُس کے کندھے پر رکھ دیا۔

زربخت کا سارا وجود لرز اُٹھا۔ اُس نے اچانک گردن اُٹھائی اور آذرمیدخت کا ہاتھ جھٹک دیا۔ وہ چند ثانیے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ ملکہ کے چہرے پر مسکراہٹوں کی جگہ اضطراب کے آثار ظاہر ہونے لگے اور زربخت کی نگاہوں کا خوف نفرت میں تبدیل ہونے لگا۔ اُس نے کانپتی ہوئی آواز

میں کہا۔" اگر میں اپنی بہن کے متعلق آپ کی باتیں صحیح مان لوں تو میرا صرف ایک سوال باقی رہ جاتا ہے۔"

آذرمیدخت نے پُرامید ہو کر کہا۔ "پوچھو! میں تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گی۔"

"آپ نے فریبرز کے نوکروں کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟"

"اگر اُس کے نوکر مزاحمت نہ کرتے تو اُنہیں خراش تک نہ آتی۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ چند آدمی اپنی حماقت کے باعث قتل ہو گئے تھے۔"

زرنجت نے کہا۔ "میں آپ سے ایک بوڑھی خادمہ، اُس کے شوہر اور بیٹی کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ ایک سفید ریش نوکر اور اُس کی نوجوان لڑکی اچانک تیروں کی زد میں آکر ہلاک ہو گئے تھے۔"

زرنجت کے دل پر ایک چرکا لگا۔ اُس نے نڈھال سا ہو کر آذرمیدخت کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں سے نفرت اور انتقام کی آگ برسنے لگی۔

آذرمیدخت بولی۔ "تم اس لڑکی کو جانتے تھے۔ میں نے سُنا ہے کہ وہ خوبصورت تھی۔"

زرنجت چلایا۔ "ہاں میں اُسے جانتا ہوں۔ میں نے اُس کی آنکھوں میں جو روشنی دیکھی تھی وہ میری نگاہوں سے کبھی اوجھل نہیں ہوگی۔ کاش میں اُسے یہ بتا سکتا کہ تمہارے آنسو ایران کی سلطنت سے زیادہ قیمتی ہیں۔"

"تو یہ اطلاع غلط نہ تھی کہ تم صرف اس لڑکی کی خاطر صبح و شام فریبرز کے گھر کا طواف کیا کرتے تھے۔"

زرنجت نے جواب دیا۔ "جب وہ زندہ تھی تو مجھے اُس کے متعلق سوچتے ہوئے بھی ندامت محسوس ہوتی تھی لیکن اب میں مدائن کے چوراہوں میں کھڑا ہو کر یہ اعلان کر سکتا ہوں کہ اس کے سر کا ایک ایک بال ایران کی مغرور شہزادیوں سے زیادہ قیمتی تھا۔" زرنجت کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔

ایک ثانیہ کے لئے آذرمیدخت کے دماغ سے پندار کا نشہ اُتر چکا تھا۔ ایک ثانیہ کے لئے

وہ صرف ایک عورت تھی ــــ اُس نے کہا۔ "زرنجت مجھے افسوس ہے۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر کمزور ہو۔"

زرنجت نے ایسا محسوس کیا کہ اُس کے سر پر آگ کے انگارے رکھ دیئے گئے ہیں وہ غضبناک ہو کر چلایا۔ "مجھے اپنی کمزوری کا اعتراف ہے۔ لیکن میں ظالموں سے رحم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ میں قاتلوں اور لٹیروں کا ساتھ نہیں دُوں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ ان پردوں کے پیچھے تمہارے جلّاد کھڑے ہیں۔ تم اُنہیں آواز دے سکتی ہو۔ اب میں بھاگنے کی کوشش نہیں کروں گا۔"

شہزادی زرنجت کے الفاظ سے زیادہ اُس کی نگاہوں سے مرعوب ہو کر چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اُس نے ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "تم واقعی پاگل ہو۔ لیکن تم نے اپنی بہن کے متعلق کیا سوچا ہے؟"

زرنجت کو ایسا محسوس ہوا کہ اُس کی رگوں میں خون کی گردش رُک گئی ہے۔ وہ سکتے کے عالم میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ آذرمیدخت نے تالی بجائی۔ معاً سیادخش کے ساتھ آٹھ مسلح آدمی کمرے میں داخل ہوئے اور اُنہوں نے زرنجت کو گھیرے میں لے لیا۔

شہزادی نے کہا۔ "اس بیوقوف کو سوچنے کے لئے وقت کی ضرورت ہے اسے لے جاؤ۔"

جب زرنجت ننگی تلواروں کے پہرے میں کمرے سے باہر نکل رہا تھا تو آذرمیدخت نے آواز دی۔ "سیادخش ٹھہرو!"

سیادخش مُڑ کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ شہزادی نے آگے بڑھ کر کہا۔ "میں نے اُسے قید میں رکھنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کے ساتھ کوئی سختی نہیں ہونی چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ چند دن تک اس کا دماغ درست ہو جائے گا۔"

سیادخش نے احتجاج کیا۔ "آپ اس گفتگو کے بعد بھی اس سے یہ توقع رکھتی ہیں کہ اس کا دماغ ٹھیک ہو جائے گا؟"

"ہاں اگر وہ اس قدر تلخی سے پیش نہ آتا تو میں اسے زیادہ [illegible] سمجھتی۔ اس وقت اس

کی حالت ایک زخمی انسان کی تھی اور مجھے یقین ہے جب اس کے زخم مندمل ہو جائیں گے تو وہ زندگی سے اِس قدر بیزاری کا اظہار نہیں کرے گا۔"

"ملکۂ عالم! ایسے آدمی کا زندہ رہنا نہایت خطرناک ہے۔ کم از کم اسے محل کے اندر قید رکھنا کسی طرح مناسب نہیں۔ اگر آپ اسے شہر کے قید خانے میں رکھنا مناسب نہیں سمجھتیں تو اس کی نگرانی مجھے سونپ دیجئے۔ میں اسے اپنے مکان کے تہ خانے میں رکھ سکتا ہوں۔"

آذرمیدخت نے جواب دیا: "ہم اس قدر عظیم خطرہ مول لے چکے ہیں کہ اب چھوٹے خطرات کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ اور تمہارے مکان کا کوئی حصہ ہمارے محل کے زمین دوز قید خانے سے زیادہ محفوظ نہیں ہو سکتا۔"



زرنجت کو تنہائی کی قید میں تین ہفتے گزر چکے تھے۔ اسے باہر کے حالات کا کوئی علم نہ تھا۔ اسے کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ اُس کی زمین دوز کوٹھری اس قدر تاریک تھی کہ اُس کے اندر دن کے وقت بھی چراغ کے بغیر دیکھنا مشکل تھا۔ صبح شام آہنی دروازہ کھلتا اور شاہی غلام مسلح پہریداروں کی حفاظت میں صفائی کرنے، خورد و نوش کا سامان پہنچانے اور چراغ میں تیل ڈالنے کے بعد رخصت ہو جاتے۔ آرام کے لئے اُسے صاف ستھرا بستر مہیا کیا گیا تھا۔ چند دن اس پر یہ احساس غالب رہا کہ آذرمیدخت اُس کا امتحان لے رہی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہے کہ تنہائی کی قید اُسے اپنی بے بسی کا اعتراف کرنے پر مجبور کر دے گی۔ چنانچہ اُس نے کسی سے ہمکلام ہونے کی کوشش نہ کی۔ اُس نے دو دن کھانے کو بھی ہاتھ نہ لگایا لیکن پھر جب اسے باہر کے حالات کے متعلق اضطراب محسوس ہونے لگا اور اُس نے پہریداروں سے گفتگو کرنے کی کوشش کی تو اُسے اپنے سوالات کا کوئی جواب نہ ملا۔ وہ خاموشی سے کوٹھری میں داخل ہوتے، پچھلے وقت کا بچا ہوا کھانا اُٹھا کر لے جاتے اور اُس کی جگہ تازہ کھانا رکھ دیتے۔ پھر جب آہنی دروازہ بند ہو جاتا تو وہ دیر تک اپنے آپ کو کوستا رہتا۔

"میں واقعی پاگل ہوں۔ مجھے آذرمیدخت کے ساتھ تلخی سے پیش نہیں آنا چاہیئے تھا۔ میں اس

قید خانے میں رہ کر اپنی بہن کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اگر میں نے ذرا ضبط سے کام لیا ہوتا تو وہ مجھے آزاد کرنے کے لئے تیار تھی۔ آزاد ہونے کے بعد میرے لئے کوئی جائے پناہ تلاش کرنا مشکل نہ ہوتا۔ اب مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ اس محل سے باہر کیا ہو رہا ہے۔ میرے لئے یہی راستہ باقی رہ گیا ہے کہ میں ملکہ کو اپنی وفاداری کا فریب دے کر آزاد ہونے کی کوشش کروں۔"

پھر اُسے اپنی کمزوری پر ندامت محسوس ہونے لگتی اور وہ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔ "زرنجت! تم قباد کے بیٹے ہو۔ تم اس ظالم کے سامنے سر نہیں جھکاؤ گے جس کے ہاتھ فریبرز اور نیلوفر کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔" اپنی بہن کے متعلق سوچتے ہوئے بار بار اُس کے ذہن میں یہ سوال آتا کہ وہ بوڑھی عورت جس کی موت کا ذکر ملکہ نے کیا تھا کون تھی۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ قباد کی بیوی فریبرز کے گھر میں اپنے شوہر اور بیٹی کی لاشیں چھوڑ کر ماہ بانو کے پاس پہنچ گئی ہو۔ اگر ماہ بانو کو اُس نے خبردار کیا ہو تو وہ اصفہان کے سوا اور کہاں جا سکتی تھی؟"

بیس دن کی روحانی اور ذہنی اذیتوں سے مغلوب ہو کر اُس نے پہریداروں سے التجا کی کہ میں داروغہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ وہ کوئی جواب دئے بغیر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد آہنی دروازہ کھلا اور داروغہ نے اندر داخل ہو کر کہا: "آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے؟"

زرنجت نے شکست خوردہ لہجے میں جواب دیا: "ہاں مجھے ملکہ کے پاس لے چلو۔"

داروغہ نے جواب دیا: "ملکۂ عالم یہاں نہیں ہیں۔"

"وہ کہاں ہیں؟" زرنجت نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"معاف کیجئے میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن اگر میرے آدمیوں نے آپ کی خدمت میں کوئی کوتاہی کی ہے تو میں آپ کی شکایت دُور کر سکتا ہوں۔"

"مجھے کوئی شکایت نہیں، میں صرف ملکہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"جب وہ آئیں گی تو اُن کی خدمت میں آپ کی درخ[illegible] پیش [illegible] دی جائے گی۔"

داروغہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور پہریداروں نے دروازہ بند کر دیا۔

زربخت نے آٹھ دن اور بے چینی کی حالت میں گزار دیے۔ پھر ایک رات جب وہ نیم خوابی کی حالت میں بستر پر پڑا تھا، کوٹھری کا دروازہ کھلا اور محل کا داروغہ دو سپاہیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ زربخت جلدی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور جواب طلب نگاہوں سے داروغہ کی طرف دیکھنے لگا۔

داروغہ نے کہا: "آپ ملکۂ عالم کی قدم بوسی کے لئے تیار ہو جائیں۔"

"اس وقت؟"

"ہاں ابھی۔" داروغہ یہ کہہ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ زربخت چند منٹ اضطراب کی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر دروازے سے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ دو مشعل بردار نمودار ہوئے اور دروازے سے باہر رُک گئے۔

داروغہ نے مُڑ کر زربخت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ملکۂ عالم تشریف لا رہی ہیں۔" زربخت کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

آذرمیدخت نمودار ہوئی۔ اس نے ایک ثانیہ کے لئے رُک کر زربخت کی طرف دیکھا پھر آگے بڑھی اور زربخت سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑی ہو گئی۔ اُس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اُس کا چہرہ اُترا ہُوا تھا اور اُس کی نگاہوں میں بجلیوں کی چمک کی بجائے برستے ہوئے بادلوں کی اُداسی تھی۔ لیکن اس کے باوجود اُس کے حُسن کی دلکشی اور رعنائی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ کچھ دیر زربخت کو اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ اُس کی ساری حسیات آذرمیدخت کی اُداس نگاہوں میں گم ہو کر رہ گئی تھیں۔ پھر جب اُسے اپنے گرد و پیش کا احساس ہونے لگا تو داروغہ اور اُس کے ساتھی وہاں سے جا چکے تھے۔

آذرمیدخت نے اپنے ہونٹوں پر مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا: "یہ عجیب بات ہے کہ آج جب کہ مجھے اپنے سائے سے خوفزدہ ہونا چاہیئے میں تمہارے سامنے ننگی تلواروں کے پہرے کے بغیر کھڑی ہوں اور مجھے یہ اطمینان محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ یہاں پہنچ جائیں تو تم اپنی نفرت کے باوجود میرے لئے ڈھال بن جاؤ گے۔ چند دن قبل یہ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ جنہوں نے مرتے دم تک میرا ساتھ دینے

کا وعدہ کیا تھا میرے دشمن بن جائیں گے اور میں اس حال میں تمہارے پاس آؤں گی۔ زربخت! میرا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔ مجھے یہ سارے واقعات ایک خواب محسوس ہوتے ہیں۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔"

زربخت نے بڑی مشکل سے کہا: "میں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتا کہ میں ایک قیدی ہوں باہر کے حالات کا مجھے کوئی علم نہیں۔"

آذرمیدخت نے کہا: "مجھے شکست ہوئی ہے۔ فوج کے سردار دشمن کے ساتھ مل گئے تھے۔ اور جو لشکر میرے ساتھ رہ گیا تھا وہ جنگ شروع ہوتے ہی میدان سے بھاگ گیا تھا۔ اب رستم مدائن کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سیاوخش یہاں سے دو منزل دُور اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرے گا لیکن اُسے کمک کی ضرورت ہے۔ جو دستے میدان چھوڑ کر بھاگ آئے ہیں انہیں دوبارہ جمع کیا جا سکتا ہے۔ امراء اور کاہن بھی خراسانیوں کے ہاتھوں شہر کی تباہی پسند نہیں کریں گے۔ اگر ہم صرف چند گھنٹے رستم کو مدائن سے دُور رکھ سکیں تو ہماری کامیابی یقینی ہے۔ اہل مدائن مغرور سپاہیوں کو گھروں سے نکال کر میدان میں دھکیل دیں گے۔ میں نے یہاں پہنچتے ہی شاہی فوج سے پانچ ہزار سواروں کو سیاوخش کی فوری اعانت کے لئے پیش قدمی کا حکم دے دیا ہے اور باقی دستوں کو تمہاری کمان میں دینا چاہتی ہوں۔"

"میری کمان میں؟"

"ہاں، اور مجھے یقین ہے کہ اگر تم ہمت سے کام لو تو صبح تک مدائن کا سارا لشکر تمہارے گرد جمع ہو جائے گا۔ زربخت! اب باتوں کا وقت نہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔"

آذرمیدخت نے یہ کہہ کر زربخت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس کے ساتھ قید خانے سے نکلا۔ مشعل بردار سپاہی اور محل کا داروغہ جو دروازے سے چند قدم دُور کھڑے تھے آگے آگے چل دیے۔ زربخت نے ایک سحر زدہ انسان کی طرح آذرمیدخت کے ساتھ زمین دوز راستہ اور اس کے بعد ایک زینہ طے کیا۔ پھر وہ غلام گردشوں اور برآمدوں میں سے گزرتے ہوئے محل کے ایک کشادہ کمرے میں داخل

ہوتے۔ آذرمیدخت نڈھال سی ہوکر ایک کرسی پر گر پڑی اور زربخت سے مخاطب ہوکر بولی "میں بہت تھک گئی ہوں۔ میں نے آج ایک لمحہ آرام کئے بغیر تین منزل سفر کیا ہے۔ کاش میں تھوڑی دیر سو سکتی۔" پھر کچھ دیر آنکھیں ملنے کے بعد وہ محل کے داروغہ کی طرف مخاطب ہوئی۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو۔ زربخت اب تمہاری قید میں نہیں۔ اگر میں آٹھ پہر اور زندہ رہ سکی تو ایران کے سارے لشکر کی کمان اس کے ہاتھ میں ہوگی۔ تم جاؤ اور جب وہ دربار میں جمع ہوجائیں تو ہمیں اطلاع دو اور دیکھو زربخت کو بہترین اسلحہ اور گھوڑے کی ضرورت ہے۔"

داروغہ بھاگتا ہوا باہر نکل گیا اور آذرمیدخت پُرامید ہوکر زربخت کی طرف دیکھنے لگی۔

زربخت نے کہا "مجھے زرہ اور اسلحہ کی ضرورت نہیں۔ اب آپ کا آخری احسان مجھ پر یہی ہوسکتا ہے کہ مجھے دوبارہ اس کوٹھڑی میں بھیج دیا جائے۔"

ملکہ کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اُس نے کہا "زربخت! تم مجھے مایوس نہیں کروگے۔ آج مجھے تمہاری ضرورت ہے اور مجھ سے زیادہ ایران کو تمہاری ضرورت ہے۔ تم مدائن پر خراسان کے وحشیوں کا قبضہ پسند نہیں کروگے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ جب تم محافظ دستوں کے ساتھ شہر میں گشت کروگے تو آن کی آن میں مدائن کا پورا لشکر تمہارے گرد جمع ہوجائے گا۔ رستم نے پوران دخت کی شہ پر فوج کشی کی ہے۔ وہ کہیں مدائن کے آس پاس چھپی ہوئی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ جب عوام شہر کی حفاظت پر کمربستہ ہوجائیں گے تو وہ اپنی خفیہ پناہ گاہ سے باہر آکر کھلے بندوں رستم کا ساتھ دینے کی جرأت نہیں کرے گی۔ میں نے صوبوں کے حاکموں، قبائل کے سرداروں اور جنوبی سرحد کی چوکیوں کے سالاروں کو احکام بھیج دئیے ہیں کہ وہ اپنے اپنے لشکر کے ساتھ مدائن پہنچ جائیں۔ اب ہماری کامیابی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ ہم کم از کم اُن لوگوں کی آمد تک دشمن کو شہر میں داخل ہونے سے روک سکیں۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں نے سیاوخش کا مشورہ قبول نہ کیا اور رستم کا راستہ روکنے کے لئے اس لشکر کو کافی سمجھ لیا جس کے راہنما دشمن کے ساتھ ملے ہوئے تھے لیکن اب بھی ہمارے لئے مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، تھوڑی دیر میں شہر کے اُمرا اور کاہن یہاں جمع ہو جائیں گے اور جب میں اُنہیں یہ

بتاؤں گی کہ تم مدائن کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرچکے ہو تو وہ پورے خلوص کے ساتھ تمہارا خیر مقدم کریں گے۔"

زربخت نے کہا "میں اس ذمہ داری کا اہل نہیں ہوں اور اگر ہوتا بھی تو میرا جواب یہی ہوتا کہ میں اس جنگ سے الگ تھلگ رہنا چاہتا ہوں۔"

آذرمیدخت تلملا کر اُٹھی اور اپنا سر پکڑ کر پھر بیٹھ گئی۔ قدرے توقف کے بعد اُس نے زربخت کی طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں غم و غصہ کی بجائے التجائیں تھیں۔ "زربخت!" اُس نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم میرا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ آذرمیدخت دوبارہ اُٹھی، لڑکھڑاتی ہوئی زربخت کی طرف بڑھی۔ پھر اچانک اُس کی طاقت جواب دے گئی اور وہ قالین پر گر پڑی۔

ایک لمحہ کے لئے زربخت نے ایسا محسوس کیا کہ اُس کی رگوں میں خون کی گردش رُک گئی ہے پھر اُس نے اچانک آگے بڑھ کر آذرمیدخت کو اپنے مضبوط بازوؤں میں اُٹھا کر دیوان پر لٹا دیا اور دوزانو ہوکر اُسے جھنجھوڑنے لگا۔

"آذرمیدخت! آذرمیدخت!" اُس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ پھر وہ بلند آواز میں چلایا۔ "کوئی ہے؟"

چند خواجہ سرا اور کنیزیں بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور وہ اُٹھ کر پیچھے ہٹ گیا۔ ایک کنیز آذرمیدخت کی نبضیں ٹٹولتے ہوئے چلائی۔ "طبیب کو بلاؤ۔ ملکۂ عالم بیہوش ہوگئی ہیں۔"



تھوڑی دیر بعد شاہی طبیب آذرمیدخت کے تیمارداروں سے کہہ رہا تھا۔ "ملکۂ عالم کو دولے سے زیادہ آرام کی ضرورت ہے۔ یہ بہت جلد ہوش میں آجائیں گی لیکن اس کے بعد انہیں سو جانا چاہیئے۔"

ایک خواجہ سرا نے کہا "ملکہ عالم دربار لگانے کا حکم دے چکی ہیں۔ اس لئے آج رات سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

کنیزیں ملکہ کو اُٹھا کر دوسرے کمرے میں لے گئیں اور زربخت کی طرف کسی نے توجہ دینے کی

ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ کچھ دیر کمرے میں ٹہلتا رہا اور پھر دیوان پر بیٹھ گیا۔ دو پہریدار کمرے میں داخل ہوئے اور وہ نیا لباس، نئی زرہ اور تلوار اُس کے سامنے رکھ کر چلے گئے۔

زرنجت نے دوبارہ اُٹھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ اچانک اُس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوا "کیا میں لباس تبدیل کر کے یہاں سے نکل سکتا ہوں؟" اور اس کے ساتھ ہی اُس کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ پھر وہ سوچ رہا تھا "میں ملکہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ لیکن موجودہ حالات میں میرا یہاں رہنا بھی ٹھیک نہیں۔ آذرمیدخت ہوش میں آتے ہی میری طرف متوجہ ہو گی اور اپنے حکم کی تعمیل سے انکار کی صورت میں میری بوٹیاں نوچنے کے لئے تیار ہو جائے گی لیکن کیا میں انکار کر سکوں گا؟ مجھے دوبارہ اس آزمائش میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ میں ایک قیدی ہوں اور میرا فرض ہے کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں۔ اگر کسی نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی تو میں اُسے یہ کہہ کر مطمئن کر سکوں گا کہ میں ملکہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔ مجھے وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔"

زرنجت نے جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ زرہ پہنی، جب وہ تلوار کا تسمہ اپنی کمر سے باندھ رہا تھا تو ایک کنیز کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا "ملکہ عالم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔"

زرنجت کا دل بیٹھ گیا۔ وہ بادلِ ناخواستہ کنیز کے پیچھے ہو لیا۔

آذرمیدخت تکئے کے سہارے بستر پر بیٹھی تھی۔ وہ زرنجت کو دیکھ کر مسکرائی "مجھے یقین تھا کہ تم میرا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔"

اُس نے بددلی سے جواب دیا "آپ کو مجھ پر اس قدر اعتماد نہیں کرنا چاہیئے۔"

ملکہ نے کہا "اب ایسی باتوں کا وقت نہیں۔ میں اس بات پر نادم ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اپنی غلطیوں کی تلافی کر سکوں گی۔ میں کبھی یہ فراموش نہیں کروں گی کہ انتہائی مایوسی اور بے بسی کے وقت تم میرا آخری سہارا تھے۔"

ایک غلام کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے کہا "ملکہ عالم! داروغہ قدم بوسی کی اجازت چاہتا ہے۔"

"اُسے کہو میں ابھی آ رہی ہوں۔"

غلام باہر نکل گیا اور آذرمیدخت نے زرنجت سے مخاطب ہو کر کہا "دربار میں میرا انتظار ہو رہا ہے تم میرے ساتھ چلو۔ میں لشکر کے سامنے تمہارے نئے عہدے کا اعلان کروں گی۔"

ایک لونڈی نے کہا "ملکہ عالم! طبیب کہتا تھا آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں۔ میرا تاج لاؤ۔ مجھے مدائن کی حفاظت کے متعلق اطمینان کئے بغیر نیند نہیں آئے گی۔"

داروغہ کمرے میں داخل ہوا اور اُس نے تین بار فرشی سلام کرنے کے بعد کہا "ملکہ عالم! میں اس گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن حالات ایسے ہیں کہ میں ۔۔۔۔"

ملکہ نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا "میں حالات سے بے خبر نہیں ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ دربار میں میرا انتظار ہو رہا ہے۔ تم جا کر اعلان کر دو کہ میں آ رہی ہوں۔"

داروغہ نے کہا "ملکہ عالم! ایوان خالی پڑا ہے۔ قاصدوں نے جن لوگوں کو گھروں سے نکالا تھا وہ راستے ہی سے لوٹ گئے ہیں۔"

ملکہ بستر سے اُتر کر کھڑی ہو گئی "تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ملکہ عالم! قاصد یہ اطلاع لائے ہیں کہ لوگوں کے ہجوم گلیوں اور بازاروں میں نعرے لگا رہے ہیں۔ انہیں ہماری شکست کی اطلاع مل چکی ہے۔ شہر میں یہ افواہ بھی گرم ہے کہ پوران دخت مدائن میں موجود ہے۔"

"یہ غلط ہے۔ اگر وہ شہر میں ہوتی تو اب تک گرفتار ہو چکی ہوتی۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ شہر سے باہر کسی جگہ چھپی ہوئی ہو۔ لیکن لوگ اُس کے حق میں نعرے لگا رہے ہیں۔"

آذرمیدخت نڈھال سی ہو کر ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "میں نے شہر کے دروازے بند رکھنے کا حکم دیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ عوام صبح تک شکست سے بے خبر

رہیں گے اور ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا لیکن ہمارے دشمن ہم سے زیادہ مستعد ہیں۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ غداروں کے ایلچی مجھ سے پہلے یہاں پہنچ گئے ہوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ مدائن کے لوگ ان غداروں کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جائیں جنہوں نے ایران کو رستم کے پاس فروخت کر دیا ہے۔ زدبخت! تم اپنے لشکر کے پڑاؤ میں پہنچنے کی کوشش کرو اور اُنہیں حکم دو کہ وہ شہر میں پھیل جائیں اور عوام کا اعتماد بحال کرنے کی کوشش کریں۔"

داروغہ نے کہا۔ "ملکۂ عالم! میری اطلاع یہ ہے کہ فوج کے سپاہی عوام کے ساتھ شامل ہو کر آپ کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں۔ محافظ فوج کے چند افسروں کو اُن کی راہنمائی کرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔"

برآمدے میں بھاگتے ہوئے آدمیوں کا شور سُنائی دیا۔ وہ دم بخود ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔

شہر کا کوتوال اور شاہی محل کے محافظ دستوں کے دو افسر ہانپتے کانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔ اور کوتوال نے کسی تمہید کے بغیر کہا۔ "ملکۂ عالم! عوام کا ہجوم محل کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ہم نے اُنہیں پُل کے قریب روکنے کی کوشش کی تھی لیکن میرے بیس پچیس آدمی ہلاک اور اس سے کہیں زیادہ زخمی ہو چکے ہیں۔ میں نے محافظ فوج سے مدد مانگی تھی لیکن اس کا پڑاؤ خالی ہو چکا ہے۔ وہاں آپ کے وفادار یا تو قتل ہو چکے ہیں یا بھاگ گئے ہیں۔ باغی سپاہیوں نے شہر کے شمالی دروازے پر قبضہ کر لیا ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ شاہی محل خطرے میں ہے۔"

آذرمیدخت نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "تمہیں یہ مژدہ سُنانے کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ اب جاؤ اور ہمیں شہر کے حالات سے باخبر رکھو۔ اپنے آدمیوں سے کہو وہ عام شہریوں کے بھیس میں شہر کے اندر پھیل جائیں اور عوام کو ان خطرات سے خبردار کریں جو انہیں خراسانیوں کی فتح کی صورت میں پیش آ سکتے ہیں۔ اگر تمہارا کوئی جانباز پوران دخت کو تلاش کر کے موت کے گھاٹ اُتار سکے تو اُسے اُس کے وزن کے برابر سونا انعام دیا جائے گا۔"

کوتوال ادب سے سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا اور ملکہ فوجی افسروں کی طرف متوجہ ہوئی۔ "تمہیں باہر کے حالات سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں مدائن کے عوام کو جانتی ہوں۔ اگر وہ آج میرے خلاف ہو چکے ہیں تو کل میرے دشمنوں کے خلاف بھی نعرے لگا سکتے ہیں انہیں صرف خراسانیوں سے پیش آنے والے خطرات کا احساس دلانے کی ضرورت ہے۔ اگر ہمارے جاسوسوں نے اپنا فرض پورا کیا تو کل تک شہر کی فضا بدل جائے گی۔ تمہاری پہلی اور آخری ذمہ داری شاہی محل کی حفاظت ہے۔ جاؤ اپنا فرض پورا کرو۔"

افسر کمرے سے باہر نکل گئے۔ محل کا داروغہ بھی اُن کے ساتھ ہو لیا۔ آذرمیدخت نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور خواجہ سرا اور کنیزیں بھی کمرے سے باہر نکل گئیں پھر وہ زدبخت کی طرف متوجہ ہوئی۔ "میں تمہیں ایک اہم مہم پر بھیج رہی ہوں۔ تم راتوں رات سیاوخش کے پاس پہنچنے کی کوشش کرو۔ جو سوار میرے پاس آئے تھے ان میں سے ایک تمہارے ساتھ جائے گا۔ تم سیاوخش سے کہو کہ وہ دشمن کو روکنے کی بجائے مدائن پہنچ جائے۔"

زدبخت اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتا تھا کہ اُسے کسی بہانے محل کی چار دیواری سے باہر نکلنے کا موقع مل جائے اور وہ اپنے دل میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر اُسے بھاگنے کا موقع نہ ملا تو اُس کے لئے ملکہ کے پاس رہنے کی بجائے قید خانے میں پناہ لینا بہتر ہو گا۔ چنانچہ اُس نے بلا تکلف جواب دیا۔ "میں تیار ہوں۔" ملکہ نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اُتاری اور زدبخت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شاید سیاوخش تم پر شک کرے لیکن جب تم میری انگوٹھی دکھاؤ گے تو اُسے اطمینان ہو جائے گا۔" زدبخت نے ملکہ کے ہاتھ سے انگوٹھی لے کر جیب میں ڈال لی۔

ملکہ نے کہا۔ "میں نے تمہارے لئے بہترین گھوڑا تیار رکھنے کا حکم دیا تھا۔ چلو میں دروازے تک تمہارے ساتھ چلتی ہوں لیکن ٹھہرو! میں ابھی آتی ہوں۔" ملکہ یہ کہہ کر برابر کے کمرے میں چلی گئی۔ چند ثانیے بعد وہ واپس آئی تو اُس کے ہاتھ میں ایک چھلکتا ہوا جام تھا۔ اُس نے کہا۔ "میں تمہارے چہرے پر پژمردگی اور تمہاری آنکھوں میں نیند اور تھکاوٹ دیکھ رہی ہوں یہ پینے کے بعد تم تازہ دم ہو جاؤ گے۔"

اور جب زربخت چند ثانیے تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا تو ملکہ نے ایک گھونٹ پینے کے بعد جام اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ وہ شراب نہیں"۔ زربخت نے ملکہ کے ہاتھ سے جام پکڑ لیا اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔

پھر وہ کمرے سے باہر نکلے۔ ملکہ نے اُس کا بازو تھام رکھا تھا۔ جگہ جگہ قندیلوں کی روشنی میں طویل برآمدوں اور سنگِ مرمر کے راستوں سے گزر کر وہ محل سرا اور بیرونی عمارات کے درمیان باغ میں داخل ہوئے۔ آٹھویں رات کی چاندنی ایک دلکش منظر پیش کر رہی تھی۔ ملکہ نے اچانک رُک کر زربخت کی طرف دیکھا اور کہا "زربخت! میں جس کشتی پر سوار ہوں اُس کے پیندے میں کئی سوراخ پیدا ہو چکے ہیں اگر مدائن سے باہر نکل کر تم یہ محسوس کرو کہ تم اپنے پیچھے ایک ڈوبتا ہوا جہاز چھوڑ آئے ہو اور پھر پیچھے مُڑ کر دیکھنا پسند نہ کرو تو مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہوگا۔ لیکن میں تمہیں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اگر میں شہزادی نہ ہوتی اور میرے دل میں ایران کی ملکہ کہلانے کا شوق پیدا نہ ہوتا تو مجھے تمہاری رفاقت کے سوا کوئی اور خواہش نہ ہوتی"۔

آذرمیدخت کے آخری الفاظ سسکیوں میں دب کر رہ گئے اور زربخت پہلی بار یہ محسوس کر رہا تھا کہ ایران کی ملکہ صرف ایک عورت ہے۔ ایک ثانیہ کے لئے اُس کے دل میں نفرت کی بجائے رحم کے جذبات بیدار ہوئے۔ لیکن پھر اس کی حالت سمندر کے ساحل کی اس چٹان کی سی تھی جس پر سے پانی کی ایک لہر گزر گئی ہو۔

اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا "ملکہ! مجھے دیر ہو رہی ہے"۔ ملکہ نے شکایت کے لہجے میں کہا "میرا نام آذرمیدخت ہے۔ جب تم واپس آؤ گے تو میں تمہاری زبان سے کوئی اور نام سُننا پسند نہیں کروں گی۔ تم جلد واپس آؤ گے نا؟"

زربخت نے بڑی مشکل سے جواب دیا "کاش مجھے معلوم ہوتا لیکن اب باتوں کا وقت نہیں۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ واپس جائیں اور آرام کریں"۔

"نہیں میں تمہیں رخصت کرنے کے بعد فصیل پر چکّر لگاؤں گی۔ تم میری فکر نہ کرو۔ میں بالکل ٹھیک

ہوں۔ چلو"۔ ملکہ نے یہ کہہ کر اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

○

بیرونی ڈیوڑھی سے کچھ فاصلے پر انہیں انسانوں کے ہجوم کی چیخ و پکار سُنائی دینے لگی۔ آذرمیدخت نے کہا "وہ آ رہے ہیں۔ وہ اس طرف آ رہے ہیں"۔

تھوڑی دیر بعد وہ دروازے کے سامنے مسلّح پہرے داروں کے درمیان کھڑے ہجوم کے نعرے سُن رہے تھے۔

محل کا داروغہ برج کے زینے سے نمودار ہوا اور اُس نے آگے بڑھ کر کہا "ملکۂ عالم! گھوڑے تیار ہیں لیکن ہم دروازہ نہیں کھول سکتے"۔

ملکہ نے کہا "انہیں مشرق یا مغرب کے دروازے سے باہر نکال دو"۔

"وہاں بھی یہی حالت ہے۔ اب ہم دروازہ نہیں کھول سکتے۔ آپ انہیں سُرنگ کے راستے باہر نکال دیں"۔

"میں دیکھنا چاہتی ہوں"۔ ملکہ یہ کہہ کر زینے کی طرف بڑھی اور زربخت اور داروغہ اُس کے پیچھے ہو لئے۔ برج پر پہنچ کر انہیں حدِ نگاہ تک انسانوں کا ہجوم دکھائی دیا۔ وہ کچھ دیر اُن کے نعرے سُنتے رہے۔ بالآخر زربخت نے کہا "میں دروازے سے ذرا دُور ہٹ کر فصیل سے نیچے اُتر سکتا ہوں۔ مجھے صرف ایک رسّے کی ضرورت ہے۔ میں محل سے نکلنے کے بعد گھوڑے کا انتظام کر سکوں گا"۔

داروغہ نے کہا "لیکن بلوائی ہر جگہ موجود ہیں۔ انہوں نے پورا محل محاصرے میں لے رکھا ہے۔ اور اس کے بعد تمہیں شہر کے دروازوں پر بھی بلوائیوں کے ہجوم کا سامنا کرنا پڑے گا"۔

آذرمیدخت بولی "نہیں زربخت! تم مجھے ان حالات میں چھوڑ کر نہیں جاؤ گے۔ اگر اس ہجوم نے محل پر حملہ کر دیا تو مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑے گی۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ ہم دونوں خفیہ راستے سے باہر نکل سکتے ہیں"۔

ملکہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے زرنجت کا بازو پکڑ لیا اور داروغہ سے مخاطب ہو کر بولی۔ "اگر تم صبح تک بلوائیوں کو محل کے دروازوں سے دُور رکھ سکو تو ہم بچ سکتے ہیں۔ پہرہ داروں کو تسلی دینے کی کوشش کرو کہ ایک بہت بڑی فوج ہماری مدد کے لئے آ رہی ہے۔ اگر بلوائی آگے بڑھیں تو تم تیر چلا سکتے ہو۔ لیکن تمہاری کوشش یہی ہونی چاہیئے کہ اُن کے ساتھ تصادم نہ ہو۔"

زرنجت نے کہا۔ "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ میں اُن لوگوں کے ساتھ رہوں اور آپ کچھ دیر آرام کر لیں۔"

"نہیں تم میرے ساتھ چلو۔ میں ایک ضروری کام تمہارے سپرد کرنا چاہتی ہوں۔"

زرنجت ملکہ کے ساتھ چل دیا۔ زینے سے اُترتے ہوئے اُس نے محسوس کیا کہ ملکہ کے پاؤں ڈگمگا رہے ہیں۔ دروازے سے تھوڑی دُور زرنجت کے بازو پر اُس کے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی ہونے لگی۔ اُس نے لڑکھڑاتے ہوئے چند قدم اُٹھائے اور پھر اچانک اُس کی ہمت جواب دے گئی۔ وہ بیہوش ہو کر گرنے کو تھی کہ زرنجت نے اُسے اپنے مضبوط بازوؤں میں تھام لیا۔ پھر وہ اُسے اُٹھا کر بھاگتا ہوا آگے بڑھا۔ دوسری ڈیوڑھی کے دروازے پر چند پہرہ داروں میں سے دو آدمی اُس کے ساتھ ہو لئے۔

باب ۲۱

آذرمیدخت کو ہوش آیا تو وہ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی اور چند خواجہ سرا، غلام اور کنیزیں اُس کے گرد جمع تھے۔ بوڑھا طبیب اور زرنجت اُس کے بستر کے قریب کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ملکہ نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ پھر اُس کی نگاہیں زرنجت کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔

طبیب نے شکایت کے لہجے میں کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ ہوش میں آتے ہی بھاگنے کی کوشش کریں گی تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں سے نہ ہلتا۔"

"میں کتنی دیر بے ہوش رہی ہوں؟" ملکہ نے سوال کیا۔

"اب صبح ہونے والی ہے۔ میں نے آپ کو نیند آور دوا پلا دی تھی۔ لیکن ابھی آپ کی نیند پوری نہیں ہوئی۔ آپ کو کم از کم ایک پہر اور سونا چاہیئے تھا۔"

ملکہ تلملا کر اُٹھ بیٹھی اور اُس نے کہا۔ "تم بہت بیوقوف ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسی دوا نہ تھی جو مجھے دائمی نیند سُلا سکتی؟ اگر تم مجھے دشمن کی آمد تک بے ہوش رکھ سکتے تو وہ تمہیں بڑے سے بڑے انعام کا مستحق سمجھتے۔" طبیب پریشان ہو کر زرنجت کی طرف دیکھنے لگا۔

آذرمیدخت چلائی۔ "زرنجت تم خاموش کیوں ہو۔ تم نے اس بیوقوف کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ محل میں داخل ہوتے ہی مجھ پر بھوکے بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑیں گے۔ تم نے مجھے جگانے کی کوشش کیوں نہ کی؟"

زرنجت نے جواب دیا۔ "میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا کہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"

"کیا وہ جا چکے ہیں ؟"

"نہیں ابھی تک اُنہوں نے محل پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

طبیب نے ملکہ کو زرنجت کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر قدرے اطمینان محسوس کیا اور بولا۔ "ملکہ عالم! انہیں اندیشہ تھا کہ آپ ہوش میں آنے کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی آرام سے نہیں بیٹھیں گی اور میں نے اُن کا مشورہ ماننے کے بعد آپ کو نیند آور دوا پلائی تھی۔"

ملکہ نے حیرت زدہ ہو کر زرنجت کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تمہیں یہ معلوم تھا کہ ہم ہر لحظہ موت کے قریب جا رہے ہیں۔"

"ہاں، لیکن مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہمارے لئے فرار کا کوئی راستہ نہیں۔ میں نے باہر نکلنے کی کوشش کی تھی، لیکن پہریداروں نے مجھے فصیل کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔"

"تم مجھے نیند کی حالت میں چھوڑ کر جا رہے تھے ؟"

"ہاں میرا خیال تھا کہ اگر میں باہر نکل سکوں تو شاید......"

زرنجت اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ اُس کی آواز حلق میں اٹک کر رہ گئی۔

ملکہ نے بوڑھے طبیب کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم جاؤ!"

طبیب بادلِ ناخواستہ اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

ملکہ نے غلاموں اور خواجہ سراؤں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم دروازے سے باہر کھڑے رہو۔ اگر پہریدار اس طرف آئیں تو اُنہیں یہ کہو کہ میں آرام کر رہی ہوں۔"

اُنہوں نے حکم کی تعمیل کی اور کمرے کے اندر صرف چار لونڈیاں رہ گئیں۔

زرنجت نے کہا۔ "اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں باہر نکلنے کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ہوں۔ اگر میں پکڑا گیا تو بھی لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے میرا یہ کہہ دینا کافی ہوگا کہ میں آپ کی قید میں تھا۔"

ملکہ نے جواب دیا۔ "باہر نکلنے کے لئے تمہیں کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں، اگر تم طبیب

کو نیند آور دوا پلانے کا مشورہ نہ دیتے تو اب تک ہم بہت دُور جا چکے ہوتے۔ اب بھی ہمارے لئے آخری راستہ بند نہیں ہوا۔ مجھے محل سے باہر لوگوں کی توجہ سے بچنے کے لئے صرف لباس تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ تم تھوڑی دیر ساتھ والے کمرے میں میرا انتظار کرو۔"

زرنجت اُٹھ کر برابر کے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ بے چینی کی حالت میں ٹہل رہا تھا آذر مید خت ایک سپاہی کا لباس پہنے کمرے میں داخل ہوئی۔ اُس کے ساتھ ایک بوڑھا خواجہ سرا اور دو غلام تھے جن میں ایک چھوٹا سا صندوق اُٹھائے اور دوسرا کپڑوں کی گٹھری اُٹھائے ہوئے تھا۔ خواجہ سرا کے ایک ہاتھ میں مشعل اور دوسرے میں کسی بڑے تالے کی چابی تھی۔

زرنجت نے پوچھا۔ "آپ میرے ساتھ باہر جا رہی ہیں ؟"

"ہاں!"

"لیکن مدائن میں آپ کہاں چھُپ سکیں گی۔ کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ یہیں رہیں۔"

آذر مید خت نے جواب دیا۔ "مدائن کے لوگوں کی ساری توجہ اس طرف ہوگی اور وہ مجھے اس لباس میں پہچاننے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

"لیکن آپ سفر کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ آپ کہاں جائیں گی ؟"

"میں صرف اس محل سے باہر نکلنا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد یہ سوچنا تمہارا کام ہوگا کہ ہم کہاں جا سکتے ہیں۔"

"آپ نے مجھے سیاوخش کو خبردار کرنے کے لئے کہا تھا۔ میرے لئے آپ کو ساتھ لے کر کئی کوس سفر کرنا ممکن نہیں ہوگا۔"

ملکہ نے کہا۔ "ممکن ہے کہ باہر کے حالات دیکھ کر تمہیں سیاوخش کے پاس جانے میں کوئی فائدہ نظر نہ آئے اور تم میرے تخت اور تاج کی حفاظت کی بجائے صرف میری جان بچانے پر مطمئن ہو جاؤ۔ زرنجت! اب باتوں کا وقت نہیں۔ ہم یہ فیصلہ بعد میں کریں گے کہ مجھے شہر کے اندر یا شہر سے دُور کسی جگہ پناہ مل سکتی ہے۔ سرِدست ہمارے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں۔ ہو سکتا

ہے عوام مجھے کندھوں پر اُٹھا کر واپس لے آئیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں اُن کے پاؤں تلے روندی جاؤں لیکن کچھ بھی ہو مجھے یہ اطمینان ضرور ہوگا کہ تم میرے ساتھ ہو۔"

ملکہ نے خواجہ سرا کو اشارہ کیا اور وہ ان کے آگے ہو لیا۔ زربخت یہ سوچ کر اُن کے ساتھ چل پڑا کہ محل سے باہر نکلتے ہی اُن کے راستے ایک دوسرے سے جُدا ہو جائیں گے۔

وہ تین کشادہ کمروں سے گزرنے کے بعد ایک مقفل دروازے کے سامنے رُکے۔ خواجہ سرا نے جلدی قفل کھولا اور چوتھے کمرے میں داخل ہوئے۔ اس کمرے کے کونے میں اُنہیں ایک زینہ دکھائی دیا۔ وہ اس زینے سے نیچے اُتر کر ایک زمین دوز کمرے میں داخل ہوئے۔ اُوپر کے کمروں کی طرح یہ کمرہ بھی کافی کشادہ تھا۔ تاہم قالینوں، کرسیوں اور خوبصورت دیوان پر جمی ہوئی گرد سے بظاہر ہوتا تھا کہ یہ مدت سے غیر آباد ہے۔ خواجہ سرا کے اشارے سے ایک غلام نے دیوان کو دھکیل کر ایک طرف کر دیا۔ پھر اُس نے قالین اُٹھایا تو نیچے لکڑی کا ایک تختہ دکھائی دیا۔

خواجہ سرا نے اپنی مشعل سے دیوار کے طاقچے میں ایک چراغ روشن کرتے ہوئے کہا: "یہ تختہ اُٹھا دو!"

غلام نے تختہ اُٹھایا تو اُنہیں ایک اور زینہ نظر آنے لگا۔

ملکہ نے خواجہ سرا سے مخاطب ہو کر کہا: "اب تمہیں اس سے آگے جانے کی ضرورت نہیں جب ہم گزر جائیں تو تم فوراً یہ راستہ بند کر کے واپس چلے جاؤ۔ لیکن محل کے کسی پہرہ دار کو یہ شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ میں یہاں نہیں ہوں۔ نوکروں کو ہدایت کر دو کہ وہ اپنی زبانیں بند رکھیں۔"

خواجہ سرا نے کہا: "آپ ہماری طرف سے مطمئن رہیں۔ اس سُرنگ کے اختتام پر آپ کو لوہے کی ایک چرخی نظر آئے گی اور اُسے گھمانے کے بعد قدیم آتشکدے کا دروازہ کھل جائے گا۔"

زربخت نے حیران ہو کر کہا: "قدیم آتشکدہ! یہ تو شہر سے باہر ہے۔"

ملکہ بولی: "ہاں، وہ شہر سے باہر ہے۔ اب تمہاری یہ پریشانی دور ہو جانی چاہیئے کہ اہلِ مدائن محل سے نکلتے ہی ہماری بوٹیاں نوچ ڈالیں گے۔"

"لیکن وہ تو کافی دُور ہے اور آپ!"

"تم میری فکر نہ کرو۔ میں تمہاری رفاقت میں دُنیا کے آخری کنارے تک سفر کر سکتی ہوں۔"

"چلو!"

مشعل بردار غلام اُن کے آگے ہو لئے اور وہ چند سیڑھیاں نیچے اُتر کر ایک سُرنگ میں داخل ہوئے جس کی دیواروں اور چھت سے پانی نیچے رِس رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ گھٹنے گھٹنے پانی میں چل رہے تھے۔ آذرمیدخت زربخت کے بازو کا سہارا لئے ہوئے تھی۔

زربخت نے کہا: "یہ سُرنگ کافی گہری ہے اور پانی زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ ہم قدیم آتشکدے تک پہنچ جائیں گے؟"

"مجھے یقین ہے اور میرے یقین کی وجہ صرف یہی نہیں کہ پوران دخت اسی راستے سے فرار ہوئی تھی بلکہ میں بذاتِ خود اس سُرنگ کا معائنہ کر چکی ہوں۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں اس بیوقوف خواجہ سرا کو انقلاب سے قبل اپنے ساتھ نہ ملا سکی۔ ورنہ پوران دخت کو بھاگنے کا موقع نہ ملتا۔"

"شاہ پور کو اس راستے کا علم نہیں تھا؟"

"اُسے علم تھا لیکن وہ محل کے دوسرے حصے میں رہتا تھا۔ پوران دخت اُس کی نسبت زیادہ ہوشیار تھی۔ وہ اس کمرے میں سوتی تھی جہاں تم مجھے دیکھ چکے ہو۔ اس لئے وہ پہرہ داروں کی چیخ پکار سُنتے ہی بھاگ گئی تھی۔ ہم اُسے دو دن محل کے اندر تلاش کرتے رہے۔ بالآخر خواجہ سرا کو گرفتار کیا گیا۔ تو اُس نے جان بخشی کا وعدہ لینے کے بعد مجھے اس سُرنگ کا پتا دیا۔"



وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ بالآخر زربخت نے کہا: "آپ اس راستے پر جا رہی ہیں جس کے متعلق پوران دخت کو علم ہے۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سُرنگ کے کسی موڑ پر اس کے ساتھی ہمارا انتظار کر رہے ہوں؟"

ایک ثانیہ کے لئے ملکہ کا سارا وجود لرز اُٹھا اور اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا: "زربخت ایسی

باتیں نہ کرو۔ پوران کے دل میں یہ خیال نہیں آسکتا کہ میں بھاگنے کی کوشش کروں گی۔ پھر اس سرنگ کا آخری دروازہ صرف اندر سے کھولا جا سکتا ہے۔"

"لیکن وہ دروازہ توڑ کر بھی تو اندر آسکتے ہیں؟"

"نہیں میرا ایک غلام وہاں موجود رہتا ہے اور وہ طبل بجا کر ہمیں خبردار کر سکتا ہے۔"

"لیکن اتنی دور سے طبل کی آواز کیسے پہنچ سکتی ہے؟"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ طبل کی آواز ہمارے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ لیکن یہ تجربہ کر چکی ہوں۔ طبل کی آواز سے سرنگ کے اندر ایک خوفناک گڑگڑاہٹ پیدا ہوتی ہے۔"

"تو آپ کو اس بات کا خدشہ تھا کہ کسی دن آپ کو اچانک بھاگنے کی ضرورت پیش آئے گی؟"

"نہیں مجھے یہ خدشہ نہیں تھا تاہم تخت کے لئے اپنی جان کی بازی لگانے کے بعد میں نے ہر ممکن احتیاط سے کام لینے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ میں نے قدیم آتشکدے کے پجاریوں اور موبد کو بھی وہاں سے تبدیل کر دیا ہے۔ تمہیں پوران دخت کے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر وہ مدائن میں داخل ہو چکی ہے تو وہ اس وقت بلوائیوں کے ساتھ ہو گی۔"

وہ کچھ دیر اور خاموشی سے چلتے رہے۔ سرنگ کے اندر پانی بتدریج کم ہو رہا تھا لیکن نقاہت اور تھکاوٹ کے باعث آذرمیدخت کی ٹانگیں لڑکھڑا رہی تھیں۔ وہ تین مرتبہ دم لینے کے لئے رکی۔ اور بالآخر وہ بری طرح نڈھال ہو چکی تھی۔ تنگ سرنگ اچانک کشادہ ہو گئی۔ پھر انہیں ایک بھاری طبل اور اس کے قریب ایک سیاہ فام غلام دکھائی دیا جو ایک چھوٹے سے چبوترے پر لیٹا گہری نیند سو رہا تھا۔ چبوترے سے آگے یہ سرنگ ایک زینے پر ختم ہو جاتی تھی۔

ملکہ نے پاؤں کی ٹھوکر سے غلام کو جگایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا اور بدحواسی کی حالت میں ملکہ اور اس کے ساتھی کی طرف دیکھنے لگا۔

ملکہ نے کہا: "چلو! دروازہ کھولو، ہم باہر جا رہے ہیں۔"

وہ زینے پر چڑھنے لگے اور پندرہ بیس سیڑھیاں طے کرنے کے بعد ایک دیوار کے سامنے

رک گئے جہاں ایک لوہے کی چرخی دکھائی دے رہی تھی۔ قوی ہیکل غلام آگے بڑھ کر چرخی گھمانے لگا۔ دیوار کے نچلے حصے میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ایک بھاری سِل آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک قابلِ گزر راستہ پیدا ہو چکا تھا۔ ملکہ کے اشارے سے دوسرے غلام نے مشعل بجھا کر پیچھے رکھ دی۔ پھر وہ یکے بعد دیگرے ایک گول کمرے میں داخل ہوئے۔ جس کے درمیان آگ جل رہی تھی اور پتھر کی بھاری سل آہستہ آہستہ نیچے کھسکتی ہوئی اپنی جگہ پر آگئی۔

ایک پجاری مقدس آگ کے گرد چاندی کے جنگلے سے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ ملکہ اور اس کے ساتھی اس کے قریب سے گزر گئے۔ لیکن اس کے انہماک کا یہ عالم تھا کہ اس نے مڑ کر دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔ وہ کشادہ دروازہ سے باہر نکل کر ایک گول برآمدے میں داخل ہوئے۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ ملکہ نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا: "اب دریا کا رخ کرو اور کوئی کشتی تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

زربخت اپنے دل میں ایک ارادہ کر چکا تھا اور اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسے صرف ایک بہانے کی ضرورت تھی۔ اس نے کہا: "آپ آہستہ آہستہ دریا کی طرف چلیں میں اتنی دیر میں کوئی کشتی تلاش کر لوں گا۔"

"نہیں نہیں!" ملکہ نے اس کے ساتھ چمٹنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "دریا زیادہ دور نہیں ہم ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔"

زربخت اسے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس معبد سے آگے ہمارے راستے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائیں گے۔ میں تم سے فریبرز اور نیلوفر کے قتل کا انتقام نہیں لے سکتا لیکن تمہارا ساتھ دینا ایک جرم ہے میری وفاداری ایران کے ساتھ ہے اور تم ایران کی دشمن ہو۔ میں اپنی بہن کے سر کے ایک ایک بال پر تم جیسی ہزاروں عورتوں کو قربان کر سکتا ہوں۔ لیکن اس کی قوتِ فیصلہ جواب دے چکی تھی اسے اپنی حماقت اور بے بسی پر رحم آ رہا تھا۔

آذرمیدخت نے کہا: "چلو! زربخت تم کیا سوچ رہے ہو؟"

وہ کچھ کہے بغیر اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ برآمدے سے آگے ایک کشادہ پلیٹ فارم سے گزر کر وسیع صحن کی طرف اُترنے لگے۔ پھر جب وہ باہر کے دروازے سے کوئی بیس قدم دُور تھے تو انہیں بلند دیوار کے ساتھ درختوں کی طرف آہٹ محسوس ہوئی اور وہ ٹھٹھک کر رہ گئے۔

گھنے درختوں سے آواز سنائی دی۔ "ٹھہرو! تم ہمارے تیروں کی زد میں ہو اور تمہارے لئے بھاگنے کے تمام راستے مسدُود ہو چکے ہیں۔" اور اُس کے ساتھ ہی آٹھ آدمی درختوں کی اوٹ سے نکل کر اُن کے سامنے آگئے۔

آذرمیدخت سراسیمگی کی حالت میں زندبخت کا بازو چھوڑ کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی اور چلائی۔ "زربخت مجھے بچاؤ! مجھے بچاؤ!"

عقب سے ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ "اب تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔"

"پوران دخت!" اُس نے دہشت زدہ ہو کر کہا اور اس کے ساتھ ہی وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔

زندبخت بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اس کے سامنے آٹھ آدمی اپنی کمانیں سیدھی کئے ہوئے تھے اور تین آدمی دائیں اور تین بائیں طرف سے ننگی تلواریں اُٹھائے آگے بڑھ رہے تھے۔

اُس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو مسلح آدمیوں کا ایک اور گروہ پوران دخت کے ساتھ چبوترے پر کھڑا تھا۔

"ٹھہرو!" اُس نے دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "میں ملکہ کا ساتھی نہیں ہوں۔ میرا نام زربخت ہے لیکن اگر تم مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہو میں مزاحمت نہیں کروں گا اور یہ غلام بھی مزاحمت نہیں کریں گے۔" پھر اُس نے اپنی تلوار اُتار کر پھینک دی۔

پوران دخت سیڑھیوں سے اُتر کر آگے بڑھی اور اُس نے کہا۔ "تم فرخ زاد کے محافظ تھے؟"

"ہاں اور مجھے آذرمیدخت نے قید کر لیا تھا۔"

"تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں تمہاری باتیں سُن چکی ہوں۔"

"میں سچ کہتا ہوں۔ میں بھاگنا چاہتا تھا لیکن میرے لئے محل کی چار دیواری سے نکلنے کی اَو،

کوئی صورت نہ تھی۔ آپ ان غلاموں سے پُوچھ سکتی ہیں کہ میں محل کے زمین دوز قید خانے میں پڑا ہُوا تھا۔"

"تمہارے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ صرف فرخ زاد کا بیٹا کر سکتا ہے۔" پوران دخت یہ کہہ کر مسلح آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ "انہیں گرفتار کر لو۔"

زربخت چلایا۔ "شہزادی! میں بے گناہ ہوں، اگر آپ مجھے صفائی پیش کرنے کا موقع دیں تو میں آپ کو مطمئن کر سکتا ہوں۔ فرخ زاد کے خراسانی مہمان اس بات کی گواہی دیں گے کہ ہمیں اس رات کوئی نشہ آور چیز پلا دی گئی تھی۔ اس کے بعد میں سر میں چوٹ کھا کر بے ہوش ہو گیا تھا۔ آپ میرے سر میں زخم کا نشان دیکھ سکتی ہیں۔"

پوران دخت نے جواب دیا۔ "وہ خراسانی رستم کے پاس پہنچ چکے ہیں اور انہیں اس بات کا یقین ہے کہ تم انہیں بیہوش اور فرخ زاد کو قتل کرنے کی سازش میں شریک تھے اور ہمیں اس سے زیادہ اور کسی ثبوت کی ضرورت نہیں کہ گرفتاری کے وقت تم آذرمیدخت کے ساتھ ہو۔"

"لیکن میں قید میں تھا۔ مجھے محل میں لانے سے قبل مدائن سے چند کوس دُور رکھا گیا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میری بہن کہاں ہے؟ میں اُسے تلاش کرنے کے لئے قید سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اور آج جب آذرمیدخت نے مجھے اپنے ساتھ فرار ہونے کے لئے کہا تو میں صرف اس اُمید پر اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گیا تھا کہ محل سے باہر نکلتے ہی میرا راستہ جُدا ہو جائے گا۔"

پوران دخت نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "تم فرخ زاد، فریبرز اور شاہ پور سے غداری کر چکے ہو اور اب اس بے بس عورت کے ساتھ بھی غدّاری کر رہے ہو جس نے تمہیں اپنا آخری سہارا سمجھ لیا تھا۔ یہ تمہاری بدقسمتی تھی کہ آذرمیدخت کے متعلق میرے خدشات دُرست ثابت ہوئے ہیں اور میں نے بروقت اس کے لئے فرار کا آخری راستہ بند کر دیا تھا۔"

"میں مقدس آگ کے سامنے کھڑا ہو کر قسم کھانے کے لئے تیار ہُوں کہ میں بے قصُور ہُوں۔ فریبرز میرا محسن تھا اور اُس کا داماد بھی یہ گواہی دے گا کہ میں اُس کا جاں نثار تھا۔ آپ اُسے اصفہان سے بُلا کر پُوچھ سکتی ہیں۔"

"مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تم مسلح تھے اور میں یہ جاننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ تم صرف ان غلاموں کے خوف سے آذرمیدخت کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔"

زربخت نے کہا "میں اس ملکہ سے نفرت کر سکتا تھا جس کے ہاتھ میرے بہترین دوستوں کے خون میں رنگے ہوئے تھے لیکن اس بے بس عورت کو جو اس وقت آپ کے سامنے بیہوش پڑی ہوئی ہے میں نفرت کے قابل نہیں سمجھتا۔"

"تم اُسے قابلِ نفرت نہیں سمجھتے لیکن میں یہ جانتی ہوں کہ اگر میں اُس رات گرفتار ہو جاتی تو یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتی۔" پوران دخت یہ کہہ کر سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ "تم کیا دیکھ رہے ہو؟ انہیں لے جاؤ اور اگر کوئی بھاگنے کی کوشش کرے تو اُس کی گردن مار دو۔ آذرمیدخت کو اُٹھا کر آتشکدے کے اندر پہنچا دو۔ چار آدمی اس کی حفاظت کے لئے کافی ہیں۔ ہم محل پر قابض ہوتے ہی اُسے خفیہ راستے سے اندر لے جائیں گے۔"

سپاہیوں نے زربخت اور اس کے ساتھیوں کو ایک تنگ گھیرے میں لے لیا اور پوران دخت دروازے کی طرف چل پڑی۔ صحن سے باہر چند آدمی گھوڑوں کی باگیں تھامے کھڑے تھے۔ پوران دخت ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی۔



طلوعِ سحر سے قبل پوران دخت شاہی محل پر قابض ہو چکی تھی اور آذرمیدخت اس زمین دوز قید خانے میں پڑی ہوئی تھی جہاں زربخت نے چند دن گزارے تھے۔ ایک دن بعد مدائن میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ سیاوخش نے رستم کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن اُس کی فوج نے اُسے گرفتار کر کے رستم کے حوالے کر دیا ہے۔ اگلے روز رستم فتح کے نقارے بجاتا ہوا شہر میں داخل ہوا تو عوام اُس کے راستے میں پھول نچھاور کر رہے تھے۔ پوران دخت اور مدائن کے اکابر نے محل کے دروازے پر اُس کا خیر مقدم کیا۔ پھر ایک ساعت بعد شاہی ایوان میں پوران دخت کی تخت نشینی کی رسومات ادا ہو رہی تھیں اور ایوان سے باہر آذرمیدخت کے حامیوں کو گرفتار کیا جا رہا

تھا۔ غروب آفتاب سے قبل محل کے سامنے کھلے میدان میں سیاوخش، داروغہ اور کوتوال کے علاوہ تیس اور آدمیوں کی لاشیں پھانسیوں پر لٹکی ہوئی تھیں۔ ان میں سے بائیس فوج کے وہ بڑے افسر تھے جنہوں نے آخر وقت تک سیاوخش کا ساتھ دیا تھا اور باقی وہ نوکر اور غلام تھے جو چند دن آذرمیدخت کے زیرِ سایہ شاہی محل کے تمام ملازموں پر حکومت کر چکے تھے۔ خواجہ سراؤں کے سردار نے یہ بیان دے کر اپنی جان بچا لی تھی کہ اُس نے آذرمیدخت کے فرار ہوتے ہی محل کے محافظوں اور پہرے داروں کو خبردار کر دیا تھا اور ان محافظوں اور پہرے داروں نے یہ خبر سنتے ہی داروغہ کو فصیل سے نیچے پھینک کر محل کے دروازے کھول دئے تھے۔ اس کے بعد دو دن کے اندر اندر قریباً پانچ سو آدمی گرفتار کر کے قید خانے میں بھیجے جا چکے تھے۔ پوران دخت نے تخت پر بیٹھتے ہی رستم کو ملک کے سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تھا۔ وہ سلطنت کا وزیرِ اعظم بھی تھا اور سپہ سالار بھی اور دربار میں اُس کی سنہری کرسی ملکہ کے ساتھ رکھی جاتی تھی۔ اُس نے قیدیوں کے خلاف مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے خاص عدالتیں قائم کر دی تھیں۔ تاہم سزاؤں میں تخفیف یا زیادتی کا آخری اختیار اپنے پاس رکھا تھا۔ ذاتی طور پر وہ صرف با اثر اُمراء یا ان مجرموں کے مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا جو اُس کے باپ کے قتل میں ملوث تھے۔ صرف آذرمیدخت کا مقدمہ ایسا تھا جس کا فیصلہ کرنا اُس کے دائرۂ اختیار سے باہر تھا۔ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور چند دن کسریٰ کے تخت پر بیٹھ چکی تھی۔ اس لئے اُس کی سزا کا فیصلہ صرف نئی ملکہ پوران دخت ہی کر سکتی تھی۔

پوران دخت کی تاج پوشی سے تین دن بعد آذرمیدخت اُس کے دربار میں کھڑی تھی اور وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ "آذرمیدخت! تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

اُس نے اطمینان سے گردن اُٹھائی اور نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم اپنے جرائم کا اعتراف کرتی ہو؟"

آذرمیدخت نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کیا یہ درست ہے کہ تم نے ایران کے تخت پر قبضہ کرنے کے لئے سازش کی تھی اور فرخ زاد

فیروزاور شاہ پور کو قتل کرنے کے لئے سیاوخش کی خدمات حاصل کی تھیں؟"

آذرمیدخت کچھ دیر خاموشی سے پوران دخت کی طرف دیکھتی رہی، پھر اس کی نگاہیں اس قد آور اور خوش وضع نوجوان کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں جو ملکہ کے دائیں طرف ایک کرسی پر رونق افروز تھا۔ اُس نے کہا: "اگر ایران کی ملکہ بننے کی خواہش ایک جرم ہے تو میرے ساتھ تم بھی اس جرم میں شریک ہو۔ میں یہ تسلیم کرتی ہوں کہ میں بازی ہار چکی ہوں لیکن کاش ایران کے تخت کی زبان ہوتی اور یہ اس سوال کا جواب دے سکتا کہ وہ کسے اپنی زینت کے قابل سمجھتا ہے اور وہ کون ہے جس کا بوجھ اُٹھاتے ہوئے اُسے شرم اور ندامت محسوس ہوتی ہے۔"

دربار میں سناٹا چھا گیا اور پوران دخت نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا: "تم قاتل ہو اور تمہارے ساتھی تمہارے خلاف گواہی دے چکے ہیں۔ میں تمہاری سزا کا حکم سنانے کے لئے کسی بحث میں اُلجھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ میں نے تمہیں اس لئے یہاں بُلایا ہے کہ شاید تمہارے بیان سے کسی بیگناہ کی جان بچ جائے۔ کیا یہ درست ہے کہ فرخ زاد کو قتل کرنے سے قبل تم نے اس نوجوان کو اپنے راستے سے ہٹا دیا تھا جسے فرخ زاد کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی؟ میں زربخت کے متعلق پوچھ رہی ہوں۔"

"زربخت!" آذرمیدخت نے پُراُمید ہو کر سوال کیا۔ "کیا وہ زندہ ہے؟"

"اس کی زندگی یا موت کا انحصار تمہارے بیان پر ہے۔ کیا یہ درست ہے کہ جب فرخ زاد کو قتل کیا گیا تھا تو وہ مدہوش اور زخمی تھا؟"

"اگر تم وعدہ کرو کہ اُس کے ساتھ بے انصافی نہیں ہوگی تو میں اس سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔"

رستم نے کہا: "ایران کی ملکہ کو ایک مجرم کے ساتھ کوئی وعدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ تمہاری سازش میں شریک نہیں تھا تو بھی اُسے بدترین سزا دینے کے لئے یہ کافی ہے کہ اُس نے اپنے فرض میں کوتاہی کی تھی۔"

آذرمیدخت نے پوران کی طرف دیکھا اور کہا: "پوران دخت میں جانتی ہوں کہ تم کس قدر بے بس اور بے اختیار ہو۔ تاہم میں تمہارے سوال کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔ جس طرح فرخ زاد بیہوشی کی حالت میں قتل ہوا تھا اسی طرح زربخت بھی بیہوشی کی حالت میں زخمی اور گرفتار ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی مٹکے کی شراب پی چکے تھے۔"

رستم نے اُٹھ کر کہا: "ملکۂ عالم! اگر وہ میرے باپ کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھا تو بھی اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ یہ رعایت کی جا سکتی ہے کہ اسے پھانسی کی سزا نہ دی جائے لیکن اُسے اپنی غفلت اور کوتاہی کی سزا ضرور ملنی چاہیئے۔ اس کے متعلق ہمیں صرف اتنا سوچنا پڑے گا کہ اس کے لئے قید اور کون سا قید خانہ موزوں ہوگا لیکن اس وقت آپ کے سامنے ایک ایسے مجرم کا مسئلہ ہے جس کے لئے کوئی سزا بڑی نہیں ہو سکتی۔"

پوران دخت نے کہا: "اسے لے جاؤ!"

آذرمیدخت بولی: "مجھے معلوم ہے کہ تم میری موت کا فیصلہ کر چکی ہو۔ لیکن میں تمہاری زبان سے سننا چاہتی ہوں۔"

"اسے لے جاؤ!" پوران دخت نے جھنجھلا کر کہا۔

دو سپاہی آگے بڑھے لیکن آذران کے ہاتھ جھٹک کر چلائی: "پوران میں جانتی ہوں کہ میں تمہیں دوبارہ نہیں دیکھوں گی لیکن میں موت سے نہیں ڈرتی۔ میں تمہیں صرف ایک نصیحت کرنا چاہتی ہوں۔ بھیڑئیے بھیڑوں کے چرواہے نہیں بنتے۔ تم ایران کا مستقبل ایک خطرناک آدمی کے ہاتھ میں دے رہی ہو۔ فرخ زاد کے بیٹے کو اپنی کرسی سے اُٹھ کر تمہارے تخت پر بیٹھنے اور تمہیں اپنے تخت سے اُتر کر تختۂ دار پر چڑھنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

رستم غصے کی حالت میں اُٹھ کر کھڑا ہو گیا لیکن پوران دخت کے ہاتھ کے اشارے نے اس کے ہونٹوں پر مُہر لگا دی۔

پوران دخت نے آذر سے مخاطب ہو کر کہا: "تم زندہ رہو گی آذر! لیکن تم مجھے دوبارہ نہیں دیکھ

سکو گی۔ آج غروب آفتاب سے قبل تمہاری دونوں آنکھیں نکال دی جائیں گی۔"

آذرمیدخت کچھ دیر بے حس و حرکت کھڑی رہی۔ پھر وہ چلائی "نہیں نہیں پوران دخت! مجھے جلاوطن کر دو، مجھے قتل کر دو۔ میں تختہ دار پر لٹکنے کو تیار ہوں لیکن مجھ پر یہ ظلم نہ کرو۔"

"ایران کے مستقبل کے لئے سب سے بڑا خطرہ تمہاری آنکھیں ہیں۔" پوران دخت یہ کہہ کر اٹھی اور عقب کے دروازے کی طرف چل پڑی۔

"پوران ٹھہرو! مجھ پر رحم کرو۔"

لیکن پوران دخت بھاری پردے کے پیچھے چھپ کر اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

رستم کے اشارے سے سپاہیوں نے آذرمیدخت کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔ لیکن اس نے کوئی مزاحمت نہ کی۔

باب ۲۲

شاہ پور کی موت کے بعد ایران میں جو حالات پیدا ہوئے تھے وہ لشکر اسلام کی پیش قدمی کے لئے انتہائی سازگار تھے۔ چنانچہ مثنیٰ ابن حارثہ نے کمک کے لئے ایک وفد حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا اور اس کے بعد مدائن کی طرف پیشقدمی شروع کر دی۔ ایرانیوں کے لئے ان کا یہ حملہ غیر متوقع تھا۔ مثنیٰ ابن حارثہ کو مدینہ سے کسی بڑے پیمانے پر کمک ملنے کی اُمید نہ تھی۔ وہ اتنا جانتے تھے کہ مدائن کے حالات جس قدر سازگار ہیں اسی قدر اُن کے اپنے حالات ناسازگار ہیں۔ لیکن اُن کا فیصلہ اس اولوالعزم انسان کا فیصلہ تھا جس نے اپنی سپاہیانہ زندگی میں انتہائی نامساعد حالات سے بہترین نتائج پیدا کئے تھے۔ انہیں یہ معلوم تھا کہ ایران میں اس گئی گزری حالت میں بھی لاکھوں سپاہی میدان میں لا سکتا ہے اور اس کے ساتھ فیصلہ کن جنگ لڑنے کے لئے جن وسائل کی ضرورت ہے ان عشرِ عشیر بھی ان کے پاس نہیں۔ لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایران کے مفتوحہ علاقوں پر قابض ہونے کے لئے دشمن کو ہر وقت یہ احساس دلانے کی ضرورت ہے۔ کہ حالات کی تبدیلی کے باوجود مسلمانوں کے عزم و ہمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ انہوں نے بحرین کے مٹھی بھر رضاکاروں کے ساتھ جس جنگ کی ابتدا کی تھی اس کا پہلا اصول یہی تھا کہ دشمن کو حملہ کا موقع دینے کی بجائے مدافعت پر مجبور کر دیا جائے۔

چنانچہ ایک طوفانی حملے کے چند دن بعد مدائن کے راستے واپس ہوتے وقت انہیں جس قدر اس بات کا افسوس تھا کہ وہ فوج کی قلت کے باعث ایک منزل اور آگے نہیں جا سکے اسی قدر

اِس بات کا اطمینان تھا کہ اب اہلِ فارس کو کچھ عرصہ کے لئے حیرہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی بجائے اپنے دارالسلطنت کو بچانے کی فکر ہوگی۔

حیرہ واپس آنے کے بعد مثنیٰ ابن حارثہ مدینہ سے کمک کا انتظام کر رہے تھے اُنہوں نے اپنی درخواست میں یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے ان مرتد قبائل کو فوج میں بھرتی کرنے کی اجازت دی جائے۔ جو مسلمانوں سے جنگ لڑنے کے بعد تائب ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی صدیقِ اکبرؓ کا جواب نہیں آیا تھا کہ مدائن میں ایک اور انقلاب آگیا اور انہیں یہ اطلاع ملی کہ ایران کی نئی ملکہ نے ملک کے سیاسی اور فوجی معاملات کی باگ ڈور ایک ایسے نوجوان کے ہاتھ میں سونپ دی ہے جو عوام اور خواص میں یکساں مقبول ہے۔ پھر رستم کی کارگزاری کے متعلق چند اور اطلاعات موصول ہوئیں۔ اور مثنیٰ ابن حارثہ کی بے چینی میں اضافہ ہونے لگا۔

"اب وقت ہمارے خلاف جا رہا ہے" اُنہوں نے ایک شام اپنے ساتھیوں سے کہا اور اگلی صبح وہ صدیق اکبرؓ کے ساتھ بالمشافہ گفتگو کرنے کے ارادہ سے مدینے کا رُخ کر رہے تھے۔



بحرین کا اولوالعزم مجاہد اس نحیف و لاغر انسان کے ساتھ ہمکلام تھا جس کی نگاہوں میں عزم و یقین اور خلوص کے سمندر موجزن تھے اور جس کے ضمیر کی روشنی نے قافلۂ حجاز کو عجم کی وسعتوں میں نئے راستے اور نئی منازل دکھائی تھیں۔

مثنیٰ ابن حارثہ اس وقت مدینے پہنچے تھے جب، کہ صدیق اکبرؓ اپنا سفرِ حیات ختم کرنے والے تھے اور اپنے بعد عمر فاروق رضی کو خلیفہ مقرر کر چکے تھے۔ ان حالات میں حضرت مثنیٰ کو یہ اُمید نہ تھی کہ وہ حضرت ابوبکرؓ صدیق سے کوئی بات کر سکیں گے، یا مدینے میں اُن کی آمد کو کوئی اہمیت دی جائے گی۔ راستے میں اُنہوں نے جن لوگوں سے گفتگو سُنی تھی، وہ صرف خلیفہ اوّل کی بیماری، اُن کے جانشین کی شخصیت اور شام کی عظیم فتوحات کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ کے گھر کے دروازے میں قدم رکھتے ہوئے مثنیٰ ابن حارثہ کے دل میں

انہیں دیکھ لینے کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی۔ لیکن صدیق اکبرؓ اُن کی طرف دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے اور مثنیٰ کو اچانک یہ محسوس ہونے لگا کہ اُس کے دل کی کوئی بات اُن سے پوشیدہ نہیں۔ اُنہوں نے مثنیٰ کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد اُسے اپنے پاس بٹھالیا اور پھر اطمینان سے تکیے پر سر رکھتے ہوئے فرمایا "تمہیں میری علالت سے پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ میں تمہاری باتیں سُننا چاہتا ہوں۔"

مثنیٰ نے جھجکتے ہوئے گفتگو شروع کی اور انتہائی اختصار کے ساتھ ایران کے حالات بیان کرنے کی کوشش کی۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ کے سوالات نے اس کی حوصلہ افزائی کی اور وہ پوری تفصیل کے ساتھ ایران کی صورت حال پر تبصرہ کرنے لگے۔ پھر جب اُنہوں نے ایران کے محاذ کا پورا نقشہ پیش کر دیا تو خلیفہ اپنے تیمارداروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ "عمر بن الخطاب کو بلاؤ!"

تھوڑی دیر بعد حضرت عمرؓ ملتِ اسلام کے عظیم رہنما کی آخری نصیحت سُن رہے تھے اور وہ یہ تھی کہ اگر آج شام سے پہلے میرا سفرِ حیات ختم ہو جائے تو تمہیں کل تک مثنیٰ کو روانہ کر دینا چاہیئے۔ اور پھر صدیق اکبرؓ کی نگاہوں کے سامنے موت نے اپنے ہاتھ تان دیئے اور اس مردِ حق آگاہ کے دل کی دھڑکنیں خاموش ہوگئیں جس کی خلافت کے ستائیس مہینوں کا ایک ایک دن اور ایک ایک لمحہ انسانیت کے عروج کی اَن گنت داستانوں سے لبریز تھا۔ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ کے سامنے اولین مسئلہ اپنے پیش رو کی آخری خواہش پورا کرنا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے مسجد نبوی کے صحن میں پرچم نصب کروادیا اور مجاہدین کو وہاں جمع ہونے کی دعوت دی۔ لیکن مدینے کے بیشتر مجاہد شام کے محاذ پر جا چکے تھے اور جو لوگ مسجد میں جمع ہوئے تھے اُن کی زیادہ تعداد ان معمر صحابیوں پر مشتمل تھی جن کا مدینے میں رہنا ضروری خیال کیا جاتا تھا۔ اہلِ مدینہ نے امیر المومنین کو یہ مشورہ دینے کی کوشش کی کہ ہمیں ایک نیا محاذ کھولنے سے پہلے پورا شام فتح کر لینا چاہیئے۔ جب ہماری افواج اس محاذ سے فارغ ہو جائیں گی تو انہیں ایران کا رُخ کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ لیکن عمر فاروقؓ کو اپنے جلیل القدر پیشرو کے حکم کی تعمیل میں معمولی تاخیر بھی گوارا نہ تھی۔ ماضی کا وہ نقشہ اُن کی نگاہوں کے سامنے تھا۔

جبکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کا وصال ہو چکا تھا اور اہلِ مدینہ کو ہر آن دشمنانِ دین کی یلغار کا خطرہ تھا۔ لیکن خلیفۂ اوّل نے تمام خطرات سے بے پروا ہو کر مسلمانوں کا لشکر شام کی طرف روانہ کر دیا تھا اور اس اقدام کے جواز میں اُن کی پہلی اور آخری دلیل یہی تھی کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم ہے اور کوئی بڑے سے بڑا خطرہ مجھے اس حکم کی تعمیل سے نہیں روک سکتا۔ چنانچہ اب وہ بھی اسی عزم و یقین کے ساتھ اہلِ مدینہ کو جہاد کی دعوت دے رہے تھے جس کا مظاہرہ خلیفہ اول نے انتہائی مخدوش حالات میں کیا تھا اور عراق کے مجاہدوں کو کمک بھیجنے کے حق میں اُن کی سب سے بڑی دلیل یہی تھی کہ یہ صدیق اکبرؓ کی آخری خواہش ہے۔

امیر المومنین نے اپنی تقریر ختم کرنے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کی طرف دیکھا اور فرمایا "مثنیٰ! تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

مثنیٰ بن حارثہ اُٹھے۔ اُنہوں نے حاضرین پر نگاہ دوڑائی اور پھر مسجد نبوی میں اس نقیب کی آواز گونجنے لگی جو کاروانِ ملت کو مدائن کا راستہ دکھلانے کے لئے آیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ "میں اسلام کا ایک ادنیٰ خادم ہوں اور یہاں آقائے دوجہاں کے وہ نامور صحابی موجود ہیں جو بدر و حنین کے معرکوں میں حصّہ لے چکے ہیں۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ مجھے ان بزرگوں کے سامنے جہاد کی اہمیت بیان کرنے کی ضرورت ہے۔ میں صرف ایران کے تازہ حالات بیان کرنے پر اکتفا کروں گا۔ اور اس بات کا فیصلہ ان بزرگوں پر چھوڑوں گا کہ ہمارے لئے فوری پیش قدمی زیادہ سود مند ہے یا کچھ عرصہ انتظار کرنا زیادہ مناسب ہے۔ پھر اگر آپ میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔ بصورتِ دیگر میں تنہا یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور اپنی ہمت اور وسائل کے مطابق اپنا فرض پورا کرتا رہوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو ایران کی مہم کی اہمیت محسوس کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

مثنیٰ یہاں تک کہہ کر رک گئے۔ پھر اُنہوں نے ایران کی سابقہ جنگوں اور تازہ حالات پر تبصرہ شروع کر دیا۔ وہ ان لوگوں سے ہمکلام تھے جو فنِ خطابت سے نا آشنا تھے۔ وہ جو عام گفتگو کے

دوران بھی فصاحت اور بلاغت کے دریا بہا دیا کرتے تھے۔ اس جری انسان کی نگاہیں جن کی ہیبت سے عجم کے کجکلاہ لرز اُٹھتے تھے اصحابِ رسولؐ کی عظمت کے احساس سے جھکی جا رہی تھیں۔ کچھ دیر حضرت مثنیٰ کی زبان پر ہچکچاہٹ غالب رہی۔ پھر آہستہ آہستہ اُن کی آواز بلند ہونے لگی اور سامعین کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ ایک پُرسکون ندی اچانک اپنے کناروں سے باہر نکل کر دریا بن گئی ہے اور دریا میں ایک سمندر کا تلاطم پیدا ہو رہا ہے۔ مثنیٰ بن حارثہ اس ملک کا نقشہ کھینچ رہے تھے، جس کے میدان، صحرا، پہاڑ اور دریا انہیں اپنے ہاتھ کی لکیروں کی طرح یاد تھے۔ وہ ان بغاوتوں اور محلاتی سازشوں کا ذکر کر رہے تھے جن کے باعث اُن کی سلطنت اندر سے کھوکھلی ہو چکی تھی اور پھر وہ مستقبل کے ان خطرات کی نشاندہی کر رہے تھے جو ایران کی جنگ کو ملتوی کرنے اور مدائن کی نئی حکومت کو مستحکم ہونے کا موقع دینے کی صورت میں پیش آ سکتے تھے۔

"حضرات!" اُنہوں نے اختتام پر کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ آپ مجھے کتنے رضاکار فراہم کر سکتے ہیں لیکن آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے جس جنگ کی ابتدا کی تھی وہ جاری رہے گی۔ اور مدائن کے راستے میں وہ مجاہد آپ کا انتظار کریں گے جنہوں نے پہلے ہی حملے میں ایرانی سلطنت کی بنیادیں ہلا دی تھیں۔ میں دشمن کو یہ موقع نہیں دوں گا کہ وہ مدافعانہ جنگ کے سوا کچھ اور سوچ سکے۔ میں آپ کو یہ بتلانے آیا تھا کہ رستم کے برسرِ اقتدار آ جانے کے بعد ایران کی حالت بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہی ہے۔ ملک کی تمام فعال قوتیں اس کے گرد جمع ہو رہی ہیں۔ قبائل کے سرداروں، مرزبانوں اور مجوسی کاہنوں کو اپنے ساتھ ملانے کے بعد اُسے لشکر کو منظم کرنے میں دیر نہیں لگے گی۔ اور جب ایران کا لشکر منظم ہو جائے گا تو وہ مجاہد جو عراق میں اسلام کا پرچم تھامے ہوئے ہیں اس کا پہلا ہدف ہوں گے۔ ان حالات میں یہ ممکن ہے کہ چند ماہ یا چند سال بعد جو قافلہ یہاں سے روانہ ہو اُسے دجلہ اور فرات کی وادیوں میں آپ کا انتظار کرنے والوں کی بجائے صرف ان کی قبریں یہ بتا سکیں کہ یہ راستہ مدائن کی طرف جاتا ہے۔"

مثنیٰ کی تقریر کے خاتمہ پر طائف کے رئیس ابو عبید بن مسعود ثقفیؓ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور

انہوں نے کہا: "امیر المومنین! میں اپنے آپ کو جہاد کے لئے پیش کرتا ہوں اور میرے قبیلے کا ہر آدمی میرا ساتھ دے گا۔"

پھر چاروں طرف سے مثنیٰ بن حارثہ کی تائید و حمایت میں آوازیں اُٹھنے لگیں اور سینکڑوں رضاکار اُن کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کے بعد لشکر کی قیادت کا مسئلہ پیش ہوا اہلِ مدینہ کی خواہش تھی کہ یہ ذمہ داری انصار یا مہاجرین میں سے کسی معتمد صحابی کو سونپی جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا: "ابوعبید جہاد کی دعوت پر لبیک کہنے میں سبقت کر چکا ہے۔ اس لئے میں لشکر کی قیادت بھی اسی کو سونپتا ہوں۔"

امیر المومنین کے اس اعلان کے بعد حاضرین کی نگاہیں مثنیٰ بن حارثہ پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ بعض لوگوں کا خیال تھا کہ شاید ابوعبید کے تقرر کو اپنی حق تلفی خیال کریں گے لیکن ان کے چہرے پر ذرا سا ملال نہ تھا۔ وہ مسکرا رہے تھے اور ان کی مسکراہٹ اس مردِ حق آگاہ کی ذہنی آسودگی کی آئینہ دار تھی جو اپنے مقصد قیادت کو اپنی ذات سے بلند سمجھتا تھا۔

حضرت عمرؓ نے کہا: "مثنیٰ! اب تمہیں یہاں رُکنے کی ضرورت نہیں۔ تم آج ہی روانہ ہو جاؤ۔ ابوعبید بہت جلد تم سے آملے گا۔"

ایک ساعت بعد مثنیٰ بن حارثہ مدینہ سے حیرہ کا رُخ کر رہے تھے اور غروب آفتاب سے قبل امیر المومنین کی طرف سے قبائل کے سرداروں کے نام یہ فرمان جاری ہو چکا تھا کہ جو لوگ ارتداد سے تائب ہو کر جہاد میں حصہ لینا چاہتے ہیں اُنہیں سابقہ پابندیوں سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ مثنیٰ حیرہ پہنچے تو اُنہیں یہ اطلاع ملی کہ ایران کا ایک لشکر نرسی کی قیادت میں دجلہ اور فرات کے درمیان کسکر کے قریب پہنچ چکا ہے اور دوسرا جابان کی کمان میں فرات کے ساتھ ساتھ حیرہ کا رُخ کر رہا ہے۔ وہ ابوعبید کی آمد تک اپنا عقب محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے حیرہ سے کوچ کیا اور صحرا کی جانب خفان کے مقام پر پڑاؤ ڈال کر ابوعبید کا انتظار کرنے لگے۔

ابوعبیدؓ چار ہزار مجاہدوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے لیکن راستے کی منازل میں قبائلی رضاکار

ان کا ساتھ دینے کے لئے موجود تھے۔ چنانچہ جب یہ لشکر خفان پہنچا تو اس کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

اہلِ مدائن اس بات پر خوشیاں منا رہے تھے کہ مسلمان حیرہ خالی کر کے صحرا کی طرف ہٹ گئے ہیں۔ اور اُنہیں یقین تھا کہ جابان اور نرسی کی افواج عراق کی حدود سے ان کے مکمل انخلا تک اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گی۔



زر بخت مدائن کے قید خانے میں پڑا ہوا تھا۔ ایک ناقابلِ برداشت کرب و اضطراب نے اس کے ذہنی اور جسمانی قویٰ مضمحل کر دئیے تھے۔ اس نے قید کے ابتدائی ایام ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں گزارے تھے۔ اب اُسے نسبتاً کشادہ کمرے میں منتقل کر دیا گیا تھا جہاں دریا کی سمت کھلنے والے تنگ دریچے کی آہنی سلاخیں تھام کر وہ تازہ ہوا میں سانس لے سکتا تھا۔ اس کمرے میں منتقل ہونے کے بعد اُس کے خورد و نوش کا انتظام بھی عام قیدیوں سے بہتر تھا۔

اب تک اُس نے کسی پہریدار سے باہر کے حالات معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مظلومیت اور بے بسی کے احساس کی شدت نے اُس کے ہونٹوں پر مُہر لگا رکھی تھی۔ اُسے رات کے وقت نئے کمرے میں منتقل کیا گیا تھا۔ اور تازہ ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے محسوس کرنے کے بعد اس نے دریچے کے سامنے کھڑے ہو کر پہلی بار ستاروں کی مسکراہٹیں دیکھی تھیں۔ اُس رات اُسے دیر تک نیند نہ آئی۔

پھر جب وہ بیدار ہوا تو نئے پہریدار اُس کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایک پہریدار نے اُس کے سامنے کھانے کا طشت رکھتے ہوئے کہا: "آج آپ بہت دیر سوئے ہیں۔"

اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پہریدار چلے گئے اور اُنہوں نے بھاری دروازہ بند کر دیا۔ زر بخت کچھ دیر پُرتکلف کھانوں سے بھرے ہوئے طشت کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اچانک اُس کا سارا وجود

کپکپا اٹھا۔ اُسے معلوم تھا کہ اس قسم کی مراعات صرف اُن قیدیوں کو دی جاتی ہیں جن کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہو۔ "یہ میری آخری ضیافت ہے۔" اُس نے اپنے دل میں کہا اور اُس کی نگاہوں کے سامنے موت کی تاریکیاں چھا گئیں۔ وہ لرزتا ہوا اُٹھا۔ اُس نے دریچے کی آہنی سلاخیں تھام لیں "یہ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں اپنی مظلومیت، بے بسی، ذلت اور رسوائی کے باوجود زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں بے گناہ ہوں، وہ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔"

پھر وہ دریچے سے ہٹ کر دروازے کے سامنے چلا رہا تھا جب اس کی چیخیں سسکیوں میں تبدیل ہونے لگیں اور دروازہ توڑنے کی کوشش میں اُس کے ہاتھ شل ہو گئے تو باہر بھاگتے ہوئے پہریداروں کی چیخ پکار سنائی دی۔ پھر کمرے کا دروازہ کھلا اور قید خانے کا داروغہ چار مسلح پہریداروں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

"کیا ہوا؟" داروغہ نے سوال کیا۔

زرنجت نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں کتنی دیر زندہ رہوں گا۔ اور تم نے تختۂ دار پر لٹکانے کے لئے کونسی جگہ منتخب کی ہے؟"

داروغہ نے پہریداروں کی طرف دیکھا اور کہا "تم باہر نکل جاؤ اور دروازہ بند کر دو۔" انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر داروغہ زرنجت سے مخاطب ہوا۔ "جب تم ایک تاریک کوٹھری میں پڑے ہوئے تھے تو مجھے تمہارے صبر اور حوصلے پر حیرت ہوتی تھی اور اب جب کہ ہم تمہارے ساتھ ایک شاہی مہمان کا سا سلوک کر رہے ہیں تو تم ایک زخمی بچے کی طرح چیخ رہے ہو۔ تمہارے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ تمہیں پھانسی دی جا رہی ہے؟"

زرنجت نے طشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ میری آخری ضیافت نہیں؟"

"نہیں۔ اور اگر پہرے داروں نے تمہارے ساتھ مذاق کیا ہے تو میں تمہارے سامنے ان کی کھالیں اتروا دوں گا۔"

زرنجت نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے اُس کے بازو پکڑ لئے اور کہا۔ "پہریداروں نے

مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ لیکن اگر میری قسمت کا فیصلہ ہو چکا ہے تو میں سننے کے لئے تیار ہوں۔"

داروغہ نے کہا۔ "میں تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ تمہیں موت کی سزا نہیں دی جائے گی۔ اور آئندہ تمہارے ساتھ عام قیدیوں کا سا سلوک بھی نہیں کیا جائے۔ رستم کو یقین ہو چکا ہے کہ تم اس کے باپ کے قتل کی سازش میں شریک نہیں تھے۔ شاہی محل کے ملازم اور خواجہ سرا تمہارے متعلق آذرمیدخت کے بیان کی تصدیق کر چکے ہیں۔"

زرنجت کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ اُس نے پوچھا۔ "آذرمیدخت نے میرے حق میں بیان دیا تھا؟"

"ہاں"

"وہ زندہ ہے؟"

"ہاں وہ زندہ ہے۔ لیکن اُس کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ اُس کی آنکھیں نکلوا دی گئی ہیں۔"

"وہ قید میں ہے؟" زرنجت نے گھٹی ہوئی آواز میں سوال کیا۔

"نہیں آنکھوں سے محروم ہونے کے بعد اُس کی دماغی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ اسے قید میں رکھنے کی ضرورت محسوس کرتے۔ ملکہ پوران دخت نے اُسے اُس کے پرانے مکان میں منتقل کر دیا ہے اور میں نے سنا ہے کہ وہ تمہیں بھی رہا کرنا چاہتی تھی لیکن رستم تمہیں قید میں رکھنے پر مصر تھا۔ کل ہی صبح ملکہ کی طرف سے یہ حکم ملا تھا کہ قید خانے میں تمہارے آرام کا خیال رکھا جائے۔ اب تم یہ کھانا اطمینان سے کھا سکتے ہو۔ مجھے افسوس ہے میں رات کے وقت تمہارے پاس نہ آ سکا۔ آج اگر تم شور نہ مچاتے تو بھی دوپہر تک میں تمہارے پاس ضرور آتا۔"

"میں کب تک یہاں رہوں گا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ اب حکومت کی باگ ڈور رستم کے ہاتھ میں ہے۔ وہ تمہیں قتل کرنا چاہتا تھا لیکن پوران دخت کی مداخلت کے باعث تمہاری جان بچ گئی ہے۔ تاہم وہ یہ چھوڑنے کے لئے

تیار نہیں کہ تمہاری غفلت کے باعث اس کا باپ قتل ہو چکا ہے۔"

"تم مجھے رستم کے نام ایک درخواست لکھنے کی اجازت دو گے؟"

"میں یہ اجازت دے سکتا ہوں لیکن ابھی اس کی ضرورت نہیں۔ تم زیادہ سے زیادہ یہی لکھ سکتے ہو کہ تم سیاوخش اور آذرمیدخت کی سازش میں شریک نہیں تھے۔ لیکن یہ بات پہلے ہی صاف ہو چکی ہے۔ تمہارے متعلق میں صرف محل کے ملازم اور سیاوخش کے ملازم ہی نہیں بلکہ وہ زمیندار بھی گواہی دے چکا ہے جس نے سیاوخش کے حکم سے تمہیں چند دن اپنے پاس قید رکھا تھا۔"

"وہ گرفتار ہو چکا ہے؟"

"اسے گرفتار کیا گیا تھا لیکن اس کا بیان سننے کے بعد رستم نے اسے رہا کر دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ رستم تمہیں بھی زیادہ عرصہ قید میں رکھنا پسند نہیں کرے گا۔ قید خانے سے باہر ایران کی ملکہ کے علاوہ کئی اور لوگ موجود ہیں جنہیں تمہارے ساتھ ہمدردی ہے اور وہ تمہیں فراموش نہیں کریں گے اور وہ کسی وقت بھی رستم کو متاثر کر سکتے ہیں لیکن سردست تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم خاموش رہو۔"

زربخت نے کہا: "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر ملکہ کو میرے بے گناہ ہونے کا یقین ہے تو رستم ان کی مرضی کے خلاف مجھے کس طرح قید میں رکھ سکتا ہے؟"

داروغہ نے جواب دیا: "ملکہ کو یہ معلوم ہے کہ اُس کے تخت کا سارا بوجھ رستم کے کندھوں پر ہے اور وہ اُسے کوئی ایسا حکم نہیں دے سکتی جو اس کی خواہش کے خلاف ہو۔"

"تم نے کہا تھا کہ ملکہ کے علاوہ کئی اور لوگ بھی ہیں جنہیں میرے ساتھ ہمدردی ہے۔ وہ کون ہیں؟"

"وہ تمہارے دوست ہیں اور میں اُن میں سے صرف ایک نوجوان کو جانتا ہوں لیکن ابھی اس کا نام ظاہر نہیں کر سکتا۔ جب وہ آئے گا تو خود تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ سردست میں تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ جب تک تم یہاں رہو گے میں تمہیں یہ محسوس نہیں ہونے دوں گا کہ تم ایک قیدی ہو اور تمہاری کوئی خواہش جسے پورا کرنا میرے اختیار میں ہو رد نہیں کی جائے گی۔"

زربخت نے پُرامید ہو کر کہا: "اس وقت میری ایک ہی خواہش ہے لیکن کاش تم اُسے پورا کر

سکو۔ میں اپنی بہن کا حال معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ اُس کا نام ماہ بانو ہے اور وہ کہیں رُوپوش ہو چکی ہے۔ اگر وہ مدائن میں نہیں ہے تو ممکن ہے کہ فیروز کے داماد کے پاس اصفہان پہنچ گئی ہو۔ اگر تم اس کا پتہ کر سکو تو یہ مجھ پر ایک بہت بڑا احسان ہوگا۔"

"میں سروش کو جانتا ہوں اور یہ وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہاری بہن کو تلاش کروں گا۔ لیکن میری ایک شرط ہے۔"

"اگر ایک قیدی تمہاری کوئی شرط پُوری کر سکتا ہے تو میں انکار نہیں کروں گا۔"

داروغہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "میری شرط یہ ہے کہ تم آئندہ اس دریچے کی سلاخیں توڑنے کی کوشش نہیں کرو گے اور جب تم آزاد ہو جاؤ گے تو مجھے اس بات کی سزا نہیں دو گے کہ میں نے تمہیں ایک ہفتہ زمین دوز کوٹھری میں رکھا تھا۔ اب اطمینان سے کھانا کھاؤ۔"

داروغہ دروازے کی طرف بڑھا پھر اُس نے مُڑ کر زربخت کی طرف دیکھا اور کہا: "زربخت! میں تم سے مذاق نہیں کرتا۔ کبھی کبھی قید خانے کا داروغہ ایک قیدی اور قیدی ایک وزیر یا سپہ سالار بن جاتا ہے۔ اگر ایران کی ملکہ تمہیں بھول نہ گئی تو ممکن ہے کہ تم ایک دن اس قید خانے سے باہر نکلو اور اگلے دن کسی لشکر کے پڑاؤ میں تمہارے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہوں۔"

اس مُلاقات کے بعد زربخت کے دل سے آلام و مصائب کا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا۔ اگلے روز جب قید خانے کے داروغہ نے اُسے یہ بتایا کہ مدائن میں تمہاری بہن کی تلاش شروع ہو چکی ہے اور قابلِ اعتماد آدمی اصفہان بھی جا چکا ہے تو اُس کی تاریک دنیا میں اُمیدوں کے نئے چراغ روشن ہونے لگے۔

داروغہ ہر روز اُس کے پاس آیا کرتا تھا اور اُس کی بدولت باہر کے حالات کے متعلق زربخت کی معلومات مدائن کے عام لوگوں کی نسبت کہیں زیادہ تھیں۔

بیس دن بعد داروغہ نے اُسے یہ خوشخبری سُنائی کہ اصفہان میں ماہ بانو کا سُراغ مل گیا ہے۔ وہ مدائن سے فرار ہونے کے بعد سروش کے گھر پہنچ گئی تھی۔

زرنجت نے پوچھا "انہیں معلوم ہے کہ میں قید میں ہوں؟"

"نہیں میں نے اپنے ایلچی کو صرف تمہاری بہن کا سراغ لگانے کی ہدایت کی تھی اور اُسے تمہارے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ میں نے اُسے ہدایت بھی کی تھی کہ وہ بذاتِ خود سروش کے پاس جانے کی بجائے کسی اور ذریعے سے تمہاری بہن کا پتہ کرے۔ چنانچہ اُس نے اصفہان پہنچ کر ایک عورت کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اگر ایلچی تمہارے متعلق کوئی اطلاع دیتا تو یہ ممکن تھا کہ سروش سب سے پہلے اسی کے متعلق تحقیقات شروع کر دیتا اور وہ یہ بتانے پر مجبور ہو جاتا کہ اُسے میں نے مدائن بھیجا ہے۔ پھر سروش کی طرف سے ذرا سی بے احتیاطی میرے لئے مصیبت کا باعث بن جاتی۔ لیکن تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ جب مناسب وقت آئے گا تو انہیں تمہارے متعلق اطلاع بھیج دی جائے گی۔ شاید کچھ عرصہ تک وہ خود بھی مدائن پہنچ جائیں۔ مدائن میں مسلمانوں کے خلاف پیشقدمی کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور رستم ملک کے تمام رؤسا کے نام یہ فرمان جاری کر چکا ہے کہ وہ اپنے لشکر تیار رکھیں۔ اگر سروش یہاں آ گیا تو تمہارے حالات اس سے پوشیدہ نہیں رہیں گے۔"

○

ایک ماہ بعد جابان اور نرسی کی قیادت میں ایران کی افواج کی پیشقدمی شروع ہو چکی تھی۔ قیدخانے کے داروغے کا معمول تھا کہ اُسے جب کوئی نئی خبر ملتی تھی وہ سارے کام چھوڑ کر زرنجت کے پاس پہنچ جاتا اور اُسے پیشقدمی کرنے والی افواج کی رفتار کا حال سنانے کے بعد یہ سوال کرتا۔ "بتاؤ اب بھی تمہارا یہی خیال ہے کہ مسلمان جوابی حملہ کریں گے؟"

اور زرنجت جواب دیتا "ہاں! میرا یہی خیال ہے۔"

ایک شام داروغہ ہانپتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور بولا۔ "زرنجت! تمہارا خیال غلط تھا مسلمان مقابلہ نہیں کریں گے۔ وہ صحرا کے کنارے اپنے آخری پڑاؤ کے سوا سارا عراق خالی کر چکے ہیں جابان نے کسی مزاحمت کا سامنا کئے بغیر دریا عبور کر کے نمارق میں ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔ نرسی کا لشکر کسکر پہنچ چکا ہے اور تم چند دن کے اندر یہ خبر سنو گے کہ یہ دونوں لشکر صحرا کی وسعتوں میں پہنچ کر دشمن

کے شکست خوردہ دستوں کا پیچھا کر رہے ہیں۔"

زرنجت نے جواب دیا۔ "اگر جابان نے نرسی کے لشکر کا انتظار کئے بغیر دریا عبور کر لیا ہے تو تمہیں ایک المناک خبر سننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔"

داروغہ نے بگڑ کر کہا۔ "تمہارا اب بھی یہی خیال ہے کہ مسلمان ہمارا مقابلہ کریں گے؟"

"اگر مثنیٰ بن حارثہ زندہ ہے تو میں پورے وثوق کے ساتھ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب وہ کسی تاخیر کے بغیر جوابی حملہ کریں گے اور جابان کے لئے یہ حملہ جس قدر غیر متوقع ہو گا اُسی قدر شدید ہو گا۔ وہ ہماری دونوں فوجوں کو ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع نہیں دیں گے۔ تم اس بات پر خوش ہو کہ وہ عراق خالی کر چکے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی پوری قوت ایک مقام پر جمع کر لی ہے۔ جابان اس خطرناک مقام کے قریب پہنچ چکا ہے۔"



زرنجت کے یہ خدشات درست ثابت ہوئے۔ داروغہ کے ساتھ اُس کی گفتگو ہوئے ایک ساعت نہیں گزری تھی کہ سرپٹ سواروں کا ایک دستہ مدائن میں داخل ہوا۔ اور تھوڑی دیر بعد اس دستے کا سالار رستم کو یہ خبر سنا رہا تھا کہ ابو عبیدہ کا لشکر جابان کو شکست دینے کے بعد کسکر کی طرف بڑھ رہا ہے۔

رستم کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑا رہا۔ پھر اُس نے کہا "اگر جابان بذاتِ خود یہ خبر لے کر میرے پاس آتے تو میں اُس کی کھال کھنچوا دیتا۔"

"جناب دشمن کا حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ ہمیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔ ہمیں صرف چند گھنٹے قبل یہ اطلاع ملی تھی کہ دشمن نے غروبِ آفتاب کے بعد خفان کا پڑاؤ خالی کر دیا ہے اور ان کا رُخ صحرا کی طرف ہے۔ سپہ سالار کو یہ یقین ہو چکا تھا کہ وہ عراق میں پسپا ہو رہے ہیں لیکن یہ اُن کی چال تھی۔ ہمیں اُس وقت پتہ چلا جب کہ وہ ہمارے پڑاؤ سے دو کوس دُور تھے۔"

رستم نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ دشمن کی پسپائی کی خبر سن کر تم نے

ساری رات جشن منایا تھا اور جب وہ تمہارے پڑاؤ میں داخل ہو رہا تھا تو تم شراب سے مدہوش پڑے ہوئے تھے۔"

"جناب ہمارے سپہ سالار کا حکم یہ تھا کہ تم علی الصباح پیشقدمی کے لئے تیار رہو۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ رات کے وقت ہمیں بھاگتے ہوئے دشمن کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن اگر اُس نے عراق کی حدود میں کسی اور جگہ پڑاؤ ڈالنے کی کوشش کی تو ہم دن کی روشنی میں اُن کا صفایا کر سکیں گے لیکن جب ہم کوچ کی تیاری کر رہے تھے تو وہ ہمارے سر پر آ چکے تھے۔"

"اور پھر اُنہیں دیکھتے ہی تم بھاگ اُٹھے اور تمہارا سپہ سالار سب سے آگے تھا۔"

"جناب میں شکست کی جگہ کوئی اور لفظ استعمال نہیں کروں گا لیکن جس دشمن کے ساتھ ہم نے جنگ کی ہے وہ ہمیں بزدلی کا طعنہ نہیں دے گا۔"

رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے بتاؤ کیا دشمن کی تعداد تم سے زیادہ تھی؟"

"نہیں۔" افسر نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا اُس کا اسلحہ تم سے بہتر تھا؟"

"نہیں بلکہ ان میں سے بیشتر زرہوں کے بغیر تھے۔"

"تو پھر تمہاری شکست کی وجہ تمہارے سپہ سالار کی حماقت اور بزدلی کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔"

"جناب ہمیں ایک ایسے دشمن سے واسطہ پڑا ہے جس نے جنگ کے تمام قواعد اور فتح اور شکست کے متعلق سارے نظریات بدل دئے ہیں۔ ہم صرف فتح کی اُمید پر لڑ سکتے ہیں لیکن ان کے نزدیک صرف فتح ہی نہیں بلکہ موت بھی ایک انعام ہے۔ پانی کے سیلاب کا رُخ ہمیشہ نشیب کی طرف ہوتا ہے اور اُس کے راستے میں بند کھڑے کئے جا سکتے ہیں لیکن تندو تیز آندھیوں کو پہاڑ بھی نہیں روک سکتے۔"

رستم نے تلملا کر کہا۔ "تم مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو؟"

افسر نے اطمینان سے جواب دیا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔ لیکن مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ میں ایک دُور اندیش اور حقیقت پسند انسان کے پاس جا رہا ہوں اور مجھے ایک تلخ حقیقت کو حسین الفاظ کے لبادوں میں چھپانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔"

رستم نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟"

"جناب میرا نام آرمان ہے۔" اُس نے جواب دیا۔

"تم مزید سفر کر سکو گے؟"

"مجھے صرف تازہ دم گھوڑے کی ضرورت ہوگی۔"

رستم مسکرا دیا۔ "تمہیں میرے ذاتی اصطبل سے بہترین گھوڑا مل جائے گا اور یہ تمہارا انعام ہوگا۔ تم اسی وقت کسکر روانہ ہو جاؤ اور نرسی کو پیغام دو کہ وہ کسی صورت بھی دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع نہ دے۔ میں اُس کی مدد کے لئے جالینوس کی کمان میں دس ہزار سپاہی بھیج رہا ہوں۔"



چند دن بعد مدائن میں یہ اطلاع پہنچی کہ نرسی کی قیادت میں جو لشکر کسکر کے قریب ایک نخلستان میں جمع ہو رہا تھا وہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کھا چکا ہے اور جالینوس کی کمان میں دس ہزار سپاہی بارسما میں رُک گئے ہیں اور نرسی کے شکست خوردہ دستے بھی وہاں جمع ہو رہے ہیں۔ پھر اس ناقابلِ یقین اطلاع کے تین دن بعد اہلِ مدائن دم بخود ہو کر یہ سُن رہے تھے کہ ابو عبیدؓ نرسی کی طرح جالینوس کو بھی شکست دے چکا ہے اور وہ اپنے بقیۃ السیف لشکر کے ساتھ واپس مدائن کا رُخ کر رہا ہے۔

پھر ایک ہفتہ بعد پوران دخت کے دربار میں رستم کی آواز گونج رہی تھی۔ "ہم شکست کھا چکے ہیں۔ دشمن کی طاقت کے متعلق ہمارے اندازے غلط تھے۔ وہ حیرہ پر دوبارہ قابض ہو چکے ہیں۔ انہوں نے دریائے فرات سے آگے ہمارے زرخیز میدانوں کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ وہ قبائل جو چند ہفتے قبل عربوں کی پسپائی سے بددل ہو کر ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ تھے اب ہم سے مایوس ہو کر ان

کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ آج سے دو برس قبل کوئی ایرانی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بحرین سے ایک گمنام آدمی ہم پر حملہ کر دے گا۔ لیکن اب یہ جنگ جسے ابتدا میں تم ایک مذاق سمجھتے تھے ہمارے لئے اس دَور کا عظیم ترین مسئلہ بن چکی ہے۔ ہمیں اس دشمن کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئیے جس نے شام میں رومیوں کے پرچم سرنگوں کر دئیے ہیں۔ میں اس قلیل فوج کو جس کے ہاتھوں ہمارے تین آزمودہ کار سالار شکست کھا چکے ہیں اس عظیم لشکر کا ہراول دستہ سمجھتا ہوں جس نے بیک وقت روم اور ایران کی سلطنتوں کے ساتھ اُلجھنے کی جرأت کی ہے۔ تم شام میں اُن کی فتوحات کے متعلق حیرت انگیز خبریں سُن چکے ہو۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ رومی کون سے میدان میں مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ لڑنے کا فیصلہ کریں گے۔ لیکن میں تم کو یہ بتا سکتا ہوں کہ میں اس وقت کا انتظار نہیں کروں گا کہ عرب شام کے محاذ سے فارغ ہو کر اپنی ساری قوت عراق کے محاذ پر لے آئیں۔ ہماری طرف سے جوابی کارروائی کا بہترین وقت یہی ہے۔ تمہارے سپہ سالاروں کی سب سے بڑی غلطی یہی تھی کہ اُنہوں نے صرف مدافعانہ جنگیں لڑنے پر اکتفا کی ہے اور وہ اس خوش فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ چند معمولی معرکوں کے بعد ایران کے جنگی وسائل کی برتری کا احساس انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دے گا۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عربوں کے دلوں سے تمہارا رُعب اُٹھ گیا ہے۔ تم نے انہیں عرب کے ریگزاروں کی طرف ہانکنے کی بجائے اپنے زرخیز میدانوں اور پُر رونق شہروں کا راستہ دکھا دیا ہے۔ تمہاری خود غرضیوں، تمہاری سازشوں اور تمہاری بُزدلی کے باعث ایران کی ہزار سالہ سطوت خاک میں مل چکی ہے۔ ہمارا اوّلین فرض یہ ہے کہ عربوں کو ایران کی حدود سے باہر ہانک دیا جائے اور میں یہ فرض پُورا کروں گا۔ میں تمام صوبوں کے مرزبانوں، قبائل کے سرداروں اور زمینداروں کو یہ پیغام بھیج چکا ہوں کہ وہ اپنی افواج کو بلا تاخیر روانہ کر دیں اور میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ اس حکم کی تعمیل میں ذرّہ بھر غفلت یا کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ مجھے اُمید ہے کہ چند دن تک مدائن میں ایک عظیم لشکر جمع ہو جائے گا اور اُس کی کمان کسی ایسے آدمی کے ہاتھ میں ہو گی جس کی فوجی قابلیت، جرأت اور شجاعت پر فرزندانِ وطن اعتماد کر سکیں۔ یہاں فوج

کے آزمودہ کار سالار موجود ہیں اور میں اس بات کا فیصلہ اُن پر چھوڑتا ہوں کہ اس عظیم ذمہ داری کا اہل کون ہے۔"

فوج کے سردار ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر ان کی نگاہیں ایک قوی ہیکل انسان پر مرکوز ہونے لگیں جس کے چہرے پر بڑھاپے کی سنجیدگی اور جوانی کی توانائی مترشح تھی۔

ایک سردار نے کہا "اس ذمہ داری کا اہل بہمن کے سوا اور کون ہو سکتا ہے!" اور پھر وسیع ہال کے ہر گوشے سے بہمن کی حمایت میں آوازیں اُٹھنے لگیں۔

رستم نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور ہال کے اندر خاموشی چھا گئی۔ پھر اُس نے بہمن سے مخاطب ہو کر کہا "بہمن! تمہاری قابلیت اور تمہارا شاندار ماضی میری نگاہوں سے پوشیدہ نہ تھا۔ اگر میں تمہارے ساتھیوں سے مشورہ نہ لیتا تو بھی میری نگاہیں تمہارے سوا کسی اور کو تلاش نہ کرتیں۔ میں یہ مہم تمہیں سونپتا ہوں۔"



ایک دوپہر قید خانے کا داروغہ زرنجت کی کوٹھری میں داخل ہوا اور اُس نے کہا "میں پرویز سے مل چکا ہوں۔ تمہارا حال سُننے کے بعد وہ کافی فکرمند دکھائی دیتے تھے لیکن انہوں نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ تمہاری رہائی کے متعلق اُنہوں نے کیا سوچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ کسی مناسب وقت پر یہ مسئلہ ضرور اُٹھائیں گے۔ لیکن سرِدست وہ رستم کو یہ تاثر دینا پسند نہیں کرتے کہ اُنہیں کسی ایسے آدمی کے ساتھ ہمدردی ہے جس کی غفلت کے باعث فرخ زاد قتل ہو چکا ہے۔ تمہاری بہن کے متعلق اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ وہ بخیریت ہے اور میں اُسے اپنی بیٹی سمجھتا ہوں۔ مجھے اُن کے ساتھ زیادہ دیر باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا۔ وہاں چند آدمی آ گئے تھے اور وہ دیر تک فریبرز کی موت کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ جب وہ اُٹھے تو انہیں فوج کے پڑاؤ میں جانے کی جلدی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ تمہیں کوئی جاسوس سمجھتے ہیں اور مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔ لیکن تمہیں مایوس نہیں ہونا چاہئیے۔ یہ ہماری آخری مُلاقات نہیں ہوگی۔ مجھے اُن کی

باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ مدائن آتے رہیں گے۔ حکومت نے فریبرز کا محل اُن کے سپرد کر دیا ہے

زربخت نے سوال کیا "وہ وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟"

"ہاں وہ اپنے سپاہیوں کو پڑاؤ میں چھوڑ کر وہاں آگئے تھے۔ پرسوں ہمارا لشکر عراق کی طرف روانہ ہو جائے گا اور وہ اپنے دستوں کو رخصت کرنے کے بعد اصفہان روانہ ہو جائیں گے رستم نے اُنہیں یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں اس عمر میں محاذ پر جانے کی بجائے اصفہان سے نیا لشکر بھرتی کرنا چاہیئے۔"

زربخت نے سوال کیا "تم نے وہاں کوئی عرب لڑکا دیکھا تھا؟"

"جب ہم باتیں کر رہے تھے تو پندرہ سولہ برس کا ایک چاق وچوبند لڑکا وہاں آیا تھا۔ لیکن مجھے وہ ایک عرب کی بجائے ایک ایرانی امیرزادہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اُس کی گفتگو سے بھی یہ محسوس کیا تھا وہ سروش کا کوئی رشتہ دار ہے۔ ہاں ایک بات میں نے اُس کے متعلق خاص طور پر محسوس کی تھی۔ وہ چہرے سے ایک نوعمر لڑکا اور قد و قامت کے اعتبار سے اچھا خاصا جوان معلوم ہوتا تھا۔"

"اُس کی پیشانی پر زخم کا نشان بھی تھا؟"

"ہاں، لیکن وہ کون ہے؟"

"وہ ..... وہ میرا ایک چھوٹا سا دوست ہے۔"

"تم کوئی پیغام دینا چاہتے ہو تو میں اُسے تلاش کر سکتا ہوں۔"

"نہیں" زربخت نے کرب انگیز لہجے میں کہا "اُسے میری مظلومیت اور بے بسی کا علم نہیں ہونا چاہیئے۔"

باب ۲۳

بہمن تیس ہزار سوار اور تین سو ہاتھیوں کے ساتھ مدائن سے نکلا۔ اس عظیم لشکر کے آگے درفشِ کاویانی لہرا رہا تھا جسے اہلِ فارس اپنی فتح کی ضمانت خیال کرتے تھے۔

چند دن بعد عرب وعجم کے لشکر بابل کے قریب دریائے فرات کے کناروں پر ایک دوسرے کے سامنے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ بہمن نے ابوعبید کو پیغام بھیجا کہ تم ہمیں دریا عبور کرنے کا موقع دو گے یا خود ہماری طرف آؤ گے۔ لشکرِ اسلام کے آزمودہ کار سالاروں نے ابوعبید کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمیں بذاتِ خود دریا عبور کرنے کی بجائے دشمن کو اس طرف آنے کا موقع دینا چاہیئے۔ فوج کی قلت کے پیشِ نظر وہ اپنا عقب محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ابوعبیدؓ کی غیرت نے اُنہیں دشمن کے سامنے کمزوری کا مظاہرہ کرنے کی اجازت نہ دی۔ اُنہوں نے اپنے مشیروں کو یہ کہہ کر خاموش کر دیا "کیا تمہیں ان کی نسبت موت کا زیادہ خوف ہے؟"

پھر جب کشتیوں کا پُل تیار ہو گیا تو وہ آزمودہ کار جنہیں امیرِ لشکر کی رائے سے اختلاف تھا دریا عبور کرنے میں سب سے آگے تھے لیکن ابھی اُنہوں نے دریا کے پار قدم نہیں جمائے تھے کہ ایرانیوں نے پیشقدمی شروع کر دی اور وہ میدان جو پہلے ہی ناکافی تھا آن کی آن میں اس قدر تنگ ہو گیا کہ مسلمانوں کی اگلی صفیں دشمن کے تیروں کی زد میں تھیں اور ان کے بازوؤں پر بھی دشمن کے دباؤ کی یہ حالت تھی کہ سواروں کے لئے اِدھر اُدھر ہٹنے کی کوئی گنجائش نہ تھی اور پھر ابھی اُن کے آخری دستے نے پُل عبور نہیں کیا تھا کہ ایرانیوں نے پُوری شدت کے ساتھ حملہ کر دیا۔

تین سو ہاتھی جن کی بھاری گھنٹیوں سے ایک مہیب شور پیدا ہو رہا تھا، چنگھاڑتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کے ساتھ ہی اَن گنت نقاروں، نرسنگوں اور باجوں کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ مسلمانوں نے ابھی تک ہاتھیوں کی اتنی بڑی تعداد کا سامنا نہیں کیا تھا۔ ہودوں پر بیٹھے ہوئے تیرانداز اُن پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔ مسلمانوں کے گھوڑے بدک رہے تھے۔ قلب میں اُن کی صفیں ٹوٹ رہی تھیں اور اس کے ساتھ ہی میمنہ اور میسرہ پر ایرانی سواروں کے حملوں کی شدت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ اس قدر سمٹ چکے تھے کہ اُن کے لئے صرف کھڑا ہونے کی جگہ باقی رہ گئی تھی۔ ابوعبیدؓ نے بلند آواز میں کہا۔ "مسلمانو! میرا ساتھ دو۔" اور اس کے ساتھ ہی انہوں نے گھوڑے سے کود کر ایک ہاتھی پر حملہ کیا اور ہودے کی رسیاں کاٹ کر ایک طرف لڑھکا دیا۔ مسلمانوں نے اپنے جری رہنما کی تقلید کی اور کئی ہاتھیوں کو زخمی کرنے اور ان کے ہودے گرانے کے بعد اُن کا رُخ دشمن کی طرف پھیر دیا۔ پھر وہ دشمن کے میمنہ اور میسرہ پر ٹوٹ پڑے اور اگلی صفیں توڑ کر رکھ دیں لیکن اُن کی یہ کامیابی جنگ کا پانسہ نہ پلٹ سکی۔ ایرانیوں کو اگر کسی جگہ اُن کے حملے کی شدت کے باعث پیچھے ہٹنا پڑتا تھا تو اُن کے عقب میں کشادہ میدان تھا اور اپنی تعداد کی برتری کے باعث انہیں صفیں درست کرنے اور جوابی حملہ کرنے میں دیر نہیں لگتی تھی لیکن مسلمان ایک تنگ گھیرے میں آ چکے تھے اور ایرانیوں کے ہاتھی جس طرف رُخ کرتے تھے وہاں تباہی مچ جاتی تھی۔

سفید رنگ کا ایک کوہ پیکر ہاتھی چنگھاڑتا اور سونڈ گھماتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا اور اُس کی ہیبت کا یہ عالم تھا کہ دوسرا ہاتھی بھی اُس کے قریب نہیں آتا تھا۔ ابوعبیدؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور آگے بڑھ کر اس پر حملہ کر دیا۔ اُن کی تلوار کی ایک ہی ضرب سے ہاتھی کی سونڈ مستک سے الگ ہو گئی۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں مہیب جانور انہیں پاؤں تلے کچل رہا تھا۔

ابوعبیدؓ آغازِ جنگ سے قبل ہی یہ وصیت کر چکے تھے کہ میری شہادت کے بعد میرے قبیلے کے فلاں فلاں آدمی کو بالترتیب لشکر کی امارت سپرد کی جائے۔ چنانچہ اُن کے گرتے ہی

اُن کے قبیلے کے ایک نوجوان نے پرچم اُٹھا لیا لیکن وہ بھی جلد ہی زخموں سے نڈھال ہو کر گر پڑا اور پرچم دوسرے مجاہد نے اُٹھا لیا۔ اسی طرح بنی ثقیف کے وہ ساتوں جانباز جنہیں ابوعبیدؓ نے اپنے بعد لشکر کے امیر نامزد کیا تھا باری باری شہید ہو گئے۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر ایک قیامت کا سامنا کر رہا تھا۔ جب ابوعبیدؓ کا ساتواں جانشین گر پڑا تو وہ مایوسی کی حالت میں پُل کی طرف ہٹنے لگے۔ اب اُن کی اگلی صفیں پچھلی صفوں کو پُل عبور کرنے کا موقع دینے کے لئے دشمن کا سیلاب روکنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ پھر کسی نے نعرہ بلند کیا "مجاہدو! اپنے رہنماؤں کی طرح جان دے دو یا فتح حاصل کرو۔ تمہارے لئے فتح یا شہادت کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔" اور اس کے ساتھ ہی اُس نے بھاگ کر پُل کی پہلی کشتی کے رسّے کاٹ دئے۔ آن کی آن میں پُل کے ٹوٹ جانے کی خبر لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی اور وہ دستے جو پُل کے قریب پہنچ چکے تھے سراسیمگی کی حالت میں دریا میں کودنے لگے۔ پھر جب زندگی کے ہر اُفق پر موت کے سائے نمودار ہو رہے تھے، مثنیٰ بن حارثہ جو دشمن کے میمنہ و میسرہ سے برسرِ پیکار تھے اچانک قلب لشکر میں پہنچ گئے اور انہوں نے پرچم اُٹھا کر بلند آواز میں کہا "مسلمانو! اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، پُل کی مرمت کرو اور منظم طریقے سے دریا عبور کر لو۔ میں اُس وقت تک تمہاری حفاظت کروں گا جب تک کہ لشکر کا آخری سپاہی دریا کے پار نہیں پہنچ جاتا۔" اس کے بعد بحرین کا شیر مٹھی بھر جانبازوں کے درمیان جن میں بنو طے کے عیسائی نوجوان بھی شامل تھے، ایک پہاڑ کی طرح کھڑا تھا اور اُس کے حوصلے اس وقت بھی قائم تھے جبکہ سینکڑوں مسلمان افراتفری کی حالت میں دریا کی تند و تیز لہروں کی نذر ہو رہے تھے۔ وہ اس وقت بھی اسلام کا پرچم تھامے ہوئے تھا جبکہ اُس کے گرد ہاتھی چنگھاڑ رہے تھے اور دشمن کے نیزے کی ضرب سے زرہ کی کڑی اُس کے سینے میں دھنس گئی تھی اور اُس کا لباس خون سے تر ہو رہا تھا۔ پھر وہ لوگ جو کچھ دیر قبل چاروں طرف سے مایوس ہو کر دریا کی طرف بھاگ رہے تھے اُس کے دائیں بائیں صفیں باندھ کر دشمن پر حملے کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد پُل مرمت ہو گیا اور مجاہدین ایک منظم طریقے سے دریا عبور کرنے لگے۔

حسان ان گیارہ جانبازوں میں سے ایک تھا جو امیر لشکر کے ساتھ سب سے آخر میں پل عبور کر رہے تھے۔ اس کے بعد پل کے رستے کاٹ دیئے گئے اور شکست خوردہ لشکر کے سپاہی دریا کے دوسرے کنارے اپنے راہنما کے گرد جمع ہونے لگے۔ اُن کی زبانوں پر ان شہیدوں کے تذکرے تھے جن کی لاشیں جسر کے میدان میں بکھری ہوئی تھیں اور اُن کی آنکھیں ان ساتھیوں کے لئے پُرنم تھیں جنہیں فرات کی تند لہریں اپنی آغوش میں لے چکی تھیں۔ اس جنگ میں مسلمانوں کا نقصان عراق کی تمام گذشتہ جنگوں سے زیادہ تھا۔ شہدا کی مجموعی تعداد چار ہزار سے زیادہ تھی جو مجاہد ابو عبیدؓ کے ساتھ آئے تھے ان میں سے[1] تقریباً دو ہزار لڑائی کے نقصان سے بددل ہو کر واپس جا رہے تھے۔



غروب آفتاب سے قبل ایک قاصد امیر المومنین کے نام مثنیٰ کا خط لے کر مدینہ کی سمت روانہ ہو چکا تھا اور چند ایلچی عراق کی سرحد کے ساتھ ان قبائل کے شیوخ کی طرف جا رہے تھے جن سے فوری

---

[1] معرکہ جسر کے بعد بھاگنے والوں میں سے جو لوگ مدینہ پہنچے تو اُن کی یہ حالت تھی کہ وہ شرم و ندامت کے باعث لوگوں کی نگاہوں سے چھپتے پھرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کو اُن کی حالت پر رحم آیا۔ آپ نے اہلِ مدینہ کو اُن کی ملامت کرنے سے منع کیا اور اُنہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

"مسلمانو! میں تمہارا ذمہ دار ہوں۔ تم میں سے جس کسی نے دشمن کا مقابلہ کیا اور تکلیف اُٹھائی اُس کی تلافی میرا ذمہ ہے۔ اللہ ابو عبیدؓ پر رحم فرمائے۔ اگر وہ زندہ ہوتے اور اُنہوں نے ریت کے کسی ٹیلے پر پناہ لی ہوتی تو میں اُنہیں بھی اپنی حفاظت میں لے لیتا۔ بنو نجار کے مشہور قاری معاذ بھی اُن لوگوں کے ساتھ تھے۔ ایک دن لوگوں کے سامنے قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے جب وہ اس آیت پر پہنچے "جس نے ایسے موقع پر پیٹھ پھیری اِلّا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لئے۔ تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا۔ اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور وہ بہت بڑی جائے بازگشت ہے" تو اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ نکلا۔ امیر المومنین نے اُنہیں تسلّی دیتے ہوئے فرمایا:

"معاذ! رنج نہیں، تم بھاگ کر دوسروں کے پاس نہیں گئے بلکہ میرے پاس آئے ہو اور میں تمہارا ذمہ دار ہوں۔"

اعانت کی اُمید ہو سکتی تھی اور غروب آفتاب سے ایک ساعت بعد وہ اپنی رہی سہی فوج کے ساتھ مردمہ کے سرحدی مستقر کا رُخ کر رہے تھے۔ اپنے پیچھے دشمن کے لشکر کی نقل و حرکت معلوم کرنے کے لئے اُنہوں نے جو جاسوس مقرر کئے تھے وہ اُنہیں یہ اطلاع دے چکے تھے کہ بہمن آگے بڑھنے کی بجائے واپس جا رہا ہے اور اُس کے لشکر کا ایک حصہ جابان اور مردان شاہ کی راہنمائی میں ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مثنیٰ کو الیس کے قبائل کی طرف سے اپنے پیغامات کے حوصلہ افزا جواب موصول ہوئے اور وہ مردمہ سے کوچ کر کے الیس پہنچ گئے وہاں پہلی بار انہیں بہمن کے اچانک مدائن پہنچ جانے کی وجہ معلوم ہوئی۔ اور وہ یہ تھی کہ مدائن کے امراء کے ایک بااثر گروہ نے فیروزان کی قیادت میں رستم کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کر دیا تھا اور رستم کا ایلچی عین اس وقت بہمن کے پاس پہنچا تھا جبکہ جسر کی جنگ ایک فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی۔

مدائن کے ایک نئے انقلاب کے آثار دیکھ کر وہ مذبذب قبائل بھی مسلمانوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے جو اس سے قبل ایرانیوں کا پلہ بھاری دیکھ کر مسلمانوں سے منہ پھیر چکے تھے۔ چند دن بعد مثنیٰ بن حارثہ جابان اور مردان شاہ کے مقابلے کے لئے نکلے تو الیس والوں کی ایک خاصی جمعیت اس کے ساتھ تھی۔ چنانچہ انہوں نے جابان اور مردان شاہ کی افواج کو ایک عبرتناک شکست دی۔

مثنیٰ نے اس جنگ سے فارغ ہوتے ہی حسان کو بلایا اور کہا کہ حسان میں تمہیں ایک اہم مہم پر بھیج رہا ہوں۔ ہمارے لئے ایران کے اندرونی حالات سے باخبر رہنا ضروری ہے۔ اس لئے تم آج رات یہاں سے روانہ ہو جاؤ اور بلا تاخیر حیرہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ وہاں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی وفاداری پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ تمہارے ساتھ تعاون کریں گے اور اُن کی بدولت تم مدائن کے حالات کے متعلق تازہ ترین اطلاعات حاصل کر سکو گے۔ اگر تمہیں کسی بڑے پیمانے پر دشمن کی نقل و حرکت کی اطلاع ملے تو فوراً واپس آجاؤ۔ تمہارے لئے ایک ایرانی افسر کے بھیس میں سفر کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔ میں [illegible] تک یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا اور میرا اگلا مستقر خفان کی سمت کسی ایسی

جگہ ہوگا جو الیس کی نسبت صحرا سے زیادہ قریب ہو۔"

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل کاؤس حسان کے خیمے میں داخل ہوا اور حیرت زدہ ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے شکایت کے لہجے میں کہا: "آپ نے مجھے یہ کیوں نہیں بتایا کہ آپ مدائن جا رہے ہیں اور آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ وہاں پہنچ کر آپ میری مدد کے بغیر اُنہیں تلاش کر سکیں گے؟"

حسان مسکرایا: "اگر میں مدائن جاتا تو تم یقیناً میرے ساتھ ہوتے۔ لیکن ابھی وہاں جانے کا وقت نہیں آیا۔"

"لیکن یہ لباس؟"

"ایرانی صرف مدائن ہی میں نہیں بستے، اُن کا ملک بہت وسیع ہے۔"

"لیکن آپ کو اس وسیع ملک کے ہر شہر میں میری ضرورت پڑے گی۔ وہ آپ کو اس لباس میں دیکھ کر بھی شک کر سکتے ہیں۔ لیکن مجھ پر کوئی شبہ نہیں کرے گا۔"

حسان نے جواب دیا "اگر تمہاری ضرورت ہوتی تو میں یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔"

"آپ کس خطرناک مہم پر جا رہے ہیں؟"

"نہیں یہ مہم خطرناک نہیں، میں بہت جلد واپس آجاؤں گا اور اگر مجھے کسی وجہ سے دیر ہو گئی تو ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں اپنے پاس بُلا لوں۔"

حسان خیمے سے باہر نکلا۔ دروازے پر ایک سپاہی اُس کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑا تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا۔



مثنیٰ بن حارثہ کا لشکر قادسیہ اور خفان کے درمیان سارخ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ صحرائی قبائل جوق در جوق اُس کے جھنڈے تلے جمع ہو رہے تھے اور بنو نمر اور بنو تغلب کے عیسائی سردار بھی اپنے اپنے قبیلے کے رضاکاروں کے ساتھ وہاں پہنچ رہے تھے۔ پھر انہیں امیرالمومنین کی طرف سے بھی

یہ حوصلہ افزا پیغام وصول ہو چکا تھا کہ جریر بن عبداللہ کی قیادت میں بنو بجلیہ کا لشکر ان کی اعانت کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔ وہ رضاکار بھی اس لشکر کے ساتھ آ رہے ہیں جو جسر کی جنگ کے بعد واپس جا چکے تھے۔ مثنیٰ بن حارثہ نے جسر کے میدان میں جو زخم کھایا تھا وہ ابھی مندمل نہیں ہوا تھا لیکن اُن کا عزم اور حوصلہ جسمانی تکلیف کے احساس پر غالب آ چکا تھا۔

ایک دن طبیب اُن کے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا اور وہ اطمینان سے اپنے گرد جمع ہونے والے سالاروں کو ہدایات دے رہے تھے۔ اچانک باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی اور پھر تھوڑی دیر بعد حسان خیمے میں داخل ہوا اور پریشانی کی حالت میں ان کی طرف دیکھنے لگا۔

مثنیٰ نے کہا: "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ حسان! کہو کیا خبر لائے ہو؟"

حسان نے جواب دیا: "رستم اور فیروزان کے درمیان مصالحت ہو چکی ہے اور انہوں نے حکومت کے اختیارات آپس میں تقسیم کر لئے ہیں۔ حیرہ میں یہ خبر مشہور ہے کہ ایران کا لشکر بہمن کی بجائے مہران کی قیادت میں مدائن سے پیشقدمی کے لئے تیار ہو رہا ہے۔"

مثنیٰ بن حارثہ نے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا: "تم ابھی روانہ ہو جاؤ۔ جریر کا لشکر تمہیں مدینے کے راستے میں ملے گا۔ اُسے میرا پیغام دو کہ وہ کسی تاخیر کے بغیر پہنچ جائیں ہم بویب میں اُن کا انتظار کریں گے۔" پھر وہ دوسرے سالار سے متوجہ ہوئے: "تم مرد جبر کا رُخ کرو اور وہاں سے تمام عورتوں اور بچوں کو نکال کر تین منازل دُور لے جاؤ۔ وہ جس قدر عراق کی سرحد سے دُور ہوں گے اسی قدر محفوظ ہوں گے۔"

طبیب نے پٹی کو آخری گرہ دیتے ہوئے کہا: "آپ کا زخم بگڑ رہا ہے۔ میرا مشورہ یہی ہے کہ آپ کم از کم دو ہفتے گھوڑے پر سواری نہ کریں۔"

"اگر تم دشمن کی پیشقدمی روکنے کا ذمہ لے سکو تو میں تمہارے مشورہ پر عمل کر سکوں گا۔" مثنیٰ بن حارثہ یہ کہہ کر اپنے سالاروں کی طرف متوجہ ہوئے: "ہماری منزل بویب ہے اور میں ایک ساعت کے اندر پورے لشکر کو کوچ کے لئے تیار دیکھنا چاہتا ہوں۔"

چند دن بعد مثنیٰ ابن حارثہ بویب کے میدان میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ جریر بن عبداللہ کے لشکر سمیت اس کے سپاہیوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی اور فرات کے دوسرے کنارے ایران کی افواج جمع ہو رہی تھیں۔

ایک دن مہران کا ایلچی مثنیٰ ابن حارثہ کے پاس یہ پیغام لے کر پہنچا کہ تم ہمیں دریا عبور کرنے کا موقع دو گے یا خود ہماری طرف آنا پسند کرو گے۔"

حضرت مثنیٰ نے جواب دیا "تم اپنے سپہ سالار کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ میں دریا کے اس پار تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

جب ایلچی واپس جانے لگا تو مثنیٰ ابن حارثہ نے کہا "ٹھہرو! تم مہران کو میری طرف سے یہ تسلی بھی دو کہ ہم اپنے دشمنوں کو نیکی کا راستہ دکھاتے ہیں۔ برائی میں اُن کی تقلید نہیں کرتے۔ جب وہ دریا عبور کرے گا تو ہماری فوج پُل سے ایک میل دُور رہے گی اور اس وقت تک حرکت نہیں کرے گی جب تک کہ ایران کا آخری سپاہی دریا کے پار نہیں پہنچ جاتا اور وہ صفیں باندھ کر جنگ کے لئے تیار نہیں ہو جاتے۔"



مہران کے لشکر نے دریا عبور کرنے کے بعد تین حصّوں میں تقسیم ہو کر پیشقدمی شروع کی اور فریقین کے درمیان ایک میل کا فاصلہ بتدریج کم ہونے لگا۔ ایرانیوں کی صفیں حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے نقاروں، باجوں اور چنگھاڑتے ہوئے ہاتھیوں کی گھنٹیوں کے شور سے زمین دہل رہی تھی۔ یہ ایک اور دس کا مقابلہ تھا۔ اپنے ظاہری اسباب کے پیشِ نظر کوئی سپہ سالار اپنی فتح کے متعلق مہران سے زیادہ پُراُمید نہیں ہو سکتا تھا۔ ایران کے لاتعداد سپاہی اس بات پر حیران تھے کہ مسلمانوں نے اُنہیں کسی مزاحمت کے بغیر دریا کے پار اپنی صفیں دُرست کرنے کا موقع کیوں دیا ہے۔ پھر جب مسلمان اُن کے سامنے ایک ناقابلِ یقین سکون اور اطمینان کا مظاہرہ کر رہے تھے تو اُن کی حیرت، پریشانی اور اضطراب میں تبدیل ہو رہی تھی۔

مثنیٰ ابن حارثہ اپنے برق رفتار گھوڑے پر لشکر کی صفوں کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ اُنہیں یہ حکم دے چکے تھے کہ جب میں تین مرتبہ تکبیر کہوں تو تم لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ اور چوتھی تکبیر پر حملہ کر دو۔ اور وہ سیسہ پلائی ہوئی دیواروں کی طرح کھڑے تھے۔ اُن کا سکون اور اطمینان اس وقت بھی قابلِ دید تھا جب کہ دشمن کا سیلاب اُن کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

مثنیٰ ابن حارثہ نے ابھی پہلی تکبیر کہی تھی کہ ایرانی فوج کا ایک حصہ حیرہ میں بنو عجل کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور وہاں کھلبلی مچ گئی۔ پھر ایک سوار مثنیٰ کا حکم لے کر وہاں پہنچا اور اس نے بلند آواز میں بنو عجل کے سرداروں سے کہا "امیرِ لشکر تمہیں سلام کہتے ہیں اور یہ درخواست کرتے ہیں کہ آج کے دن مسلمانوں کو رُسوا نہ کرو۔"

جواب میں ایک ساتھ کئی آوازیں بلند ہوئیں "نہیں ہم ایسا نہیں کریں گے۔" اور پھر وہ حملہ آوروں کے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد عام لڑائی شروع ہو چکی تھی۔ ایرانی بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے مسلمان ایک محاذ پر دشمن کو پیچھے دھکیلتے۔ لیکن دُوسرے محاذ پر اُن کے شدید دباؤ کے باعث اُنہیں پیچھے ہٹنا پڑتا۔ وہ ایک دستے کو پسپا کرتے لیکن دوسرا آگے بڑھ کر اُس کی جگہ لے لیتا۔ تاہم بویب کا میدان جسر کے میدان سے مختلف تھا۔ یہاں عرب سوار دشمن کے ہاتھیوں کی زد سے بچنے کے لئے بآسانی نقل و حرکت کر سکتے تھے۔ جب ہاتھیوں کے دستے آگے بڑھتے تو وہ ان کے راستے سے کترا کر اِدھر اُدھر پھیل جاتے اور اچانک دائیں یا بائیں جانب سے ہاتھیوں کی قطار کے پیچھے دشمن کی صفوں پر ٹوٹ پڑتے۔ پھر جو ہاتھی ایرانی لشکر سے کٹ کر آگے نکلتے تو اُنہیں عرب سواروں کے نیزے کھُلے میدان کی طرف ہانک دیتے جو زخمی ہونے کے بعد واپس مُڑتے۔ اُن کے فیلبانوں کے لئے گرد و غبار کے تاریک بادلوں میں دوست دشمن کا امتیاز مشکل ہو جاتا۔ کئی ہاتھی جن کے ہودے گرائے جا چکے تھے اور جن کی پچھلی ٹانگوں میں تیر اور نیزے پیوست تھے کھُلے میدان میں بھاگ رہے تھے اور کئی ایرانیوں کی اپنی صفوں میں تباہی مچا رہے تھے۔

جب نصف النہار کا سورج گرد کے بادلوں میں چھپ چکا تھا اور فریقین یکساں اضطراب کی حالت میں ایک غیر یقینی صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے تو مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش میں مثنیٰ بن حارثہ کی آواز سنائی دی "مجاہدو میرے پیچھے آؤ!" اور جن جاں نثاروں نے امیرِ لشکر کی دعوت پر لبیک کہنے میں سبقت کی اُن میں نمر اور تغلب کے عیسائی سردار بھی شامل تھے۔ وہ اپنے اولوالعزم راہنما کی قیادت میں دشمن کی صفیں توڑتے، روندتے اور منتشر کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اس کے قلب میں جا گھسے۔ مثنیٰ کا چھوٹا بھائی مسعود بکر بن وائل کے جانبازوں کی راہنمائی کر رہا تھا۔ وہ دشمن کی صفیں چیرتا ہوا باقی لشکر سے آگے نکل گیا اور جب زخموں سے چُور ہونے کے بعد اُس کی طاقت جواب دے چکی تھی تو ایک مجاہد نے اُسے اپنے گھوڑے کی زین پر ڈال لیا اور اُس کے ساتھی اُس کے گرد حصار بن کر کھڑے ہو گئے۔ وہ جاں کنی کی حالت میں چلایا:

"فرزندانِ بکر! اپنا پرچم بلند کرو، اللہ تمہیں بلند کرے گا!"

امیرِ لشکر نے اپنے جاں نثار بھائی کو موت سے بغلگیر ہوتے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کیا: "مجاہدو! آگے بڑھو، اللہ کی نصرت تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔" وہ نئے حوصلے کے ساتھ دشمن کے قلب کو چیرتے ہوئے عقب میں جا نکلے۔ پھر ایک سوار مثنیٰ کے قریب آ کر چلایا "ہم بہت دُور آ چکے ہیں۔ دشمن کے میمنہ اور میسرہ کے دستے ہمیں باقی لشکر سے کاٹنے کے لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس لئے ہمیں آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹ کر اپنے پرچم کی حفاظت کرنی چاہیئے۔"

"نہیں" عزم و یقین کے اس پیکرِ مجسم نے جواب دیا۔ "میرا کام پرچم کو آگے لے جانا ہے۔"

مسلمانوں نے پے در پے حملوں کے بعد دشمن کے عقب کی صفیں درہم برہم کر ڈالیں۔ مثنیٰ کے حکم سے ایک دستہ دریا کی طرف بڑھا اور اُس نے کشتیوں کا پُل توڑ دیا۔ اس عرصہ میں مہران کے محافظ دستے جو کچھ دیر قبل مسلمانوں کی یلغار کے سامنے دائیں طرف سمٹ گئے تھے۔ اپنے میمنہ اور میسرہ کی مدد سے قلب کے خلا کو پُر کر چکے تھے۔ تاہم پُل کٹ جانے کے باعث ان کی سراسیمگی کا یہ عالم تھا کہ جب

مثنیٰ کے دستوں نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا تو ایک بار پھر اُن کی صفیں منتشر ہونے لگیں۔ پھر دوسری سمت سے مسلمانوں کے باقی لشکر نے ایک زوردار حملہ کیا اور لاشوں کے انبار لگاتا ہوا مثنیٰ کے طوفانی دستوں سے آ ملا۔ اس کے ساتھ ہی نمر اور تغلب قبائل کے رضاکاروں نے مہران کے محافظ دستوں پر حملہ کیا اور وہ دائیں جانب سمٹنے لگے۔

پھر جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی اور گرد و غبار کی تاریکی میں فریقین کے لئے دوست اور دشمن کی تمیز مشکل تھی، ایک عیسائی نوجوان جس کی عقابی نگاہیں دیر سے مہران کی متلاشی تھیں، اپنے گھوڑے سے کُود کر آگے بڑھا اور آن کی آن میں ایرانی سپہ سالار کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر آنکھ جھپکنے کی دیر میں اُس کے نیزے کی ضرب کے ساتھ مہران کی لاش خاک میں تڑپ رہی تھی۔ یہ نوجوان اس کے گھوڑے پر سوار ہو چکا تھا۔

"میری طرف دیکھو" وہ اُچھل اُچھل کر کہہ رہا تھا۔ "میں بنو تغلب کا وہ نوجوان ہوں جس نے ایران کے سپہ سالار کو قتل کیا ہے۔"

اب بویب کی جنگ ایک نئے دَور میں داخل ہو چکی تھی۔ ایرانیوں کا سپہ سالار مارا جا چکا تھا۔ اُنہوں نے اس یقین کے ساتھ جنگ کا آغاز کیا تھا کہ وہ کسی قابلِ ذکر نقصان کے بغیر مُٹھی بھر مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ لیکن اب اُنہیں فتح سے زیادہ اپنی جان بچانے کی فکر تھی۔ وہ سمٹ کر صفیں باندھنے کی کوشش کرتے لیکن مسلمانوں کے پے در پے حملوں کی تاب نہ لا کر پھر منتشر ہو جاتے۔ وہ پھیل کر مسلمانوں کے گرد گھیرا ڈالنے کی کوشش کرتے لیکن مایوسی اور بددلی کی حالت میں اپنے مرکز سے کٹ جانے کا خوف اُنہیں زیادہ پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتا۔

غروب آفتاب کے قریب بویب کا میدان ایرانیوں کی لاشوں سے پٹا پڑا تھا اور وہ ایک منظم فوج کی بجائے ایک ہجوم کی شکل اختیار کرنے کے بعد گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو چکے تھے۔ اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو ڈھال سمجھتا تھا۔ پھر جب ایک گروہ منتشر ہوتا تو اُس کی چیخ پکار سُن کر کئی ٹولیاں بھاگ نکلتیں۔ وہ انفرادی جنگ لڑ رہے تھے اور اُن کا ہر قدم اجتماعی ہلاکت کی طرف

اُمڈ رہا تھا۔

غروب آفتاب کے قریب وہ اس اُمید پر دریا کے کنارے پاؤں جمانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اُنہیں رات کی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر میدان سے بھاگنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن مثنیٰ نے آخری حملہ کیا اور اُن کی بے ترتیب صفوں میں کئی شگاف پیدا کر دئیے۔ پھر وہ جنہیں دریا عبور کرنے کے سوا کوئی راستہ نظر نہ آیا پانی میں کُودنے کے بعد مسلمانوں کے تیروں کی زد میں تھے اور وہ جنہیں اپنے سامنے تند و تیز لہروں اور پیچھے تیروں کی بارش کے خوف سے دریا میں کُودنے کا حوصلہ نہ ہُوا کنارے کے ساتھ ساتھ دائیں اور بائیں جانب بھاگ نکلے لیکن عرب سواروں نے کئی میل تک اُن کا تعاقب جاری رکھا۔ جب رات کی تاریکی نے اپنا دامن پھیلا دیا تو وہ جنگی قیدیوں کے علاوہ دشمن کے آوارہ گھوڑوں اور ہاتھیوں کو ہانکتے ہوئے واپس آ رہے تھے۔

ایک سوار مثنیٰ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے کُود پڑا اور بولا: "میں آپ کے لئے حسان کا پیغام لایا ہُوں"۔

"وہ کہاں ہے؟" مثنیٰ نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

"وہ دشمن کے پڑاؤ کا حال معلوم کرنے کے لئے دریا کے پار چلے گئے ہیں"۔

مثنیٰ نے قدرے مطمئن ہو کر کہا۔ "اور ہم اُسے زخمیوں میں تلاش کر رہے تھے۔ اس نے کب دریا عبور کیا تھا؟"

سوار نے جواب دیا۔ "غروب آفتاب سے ایک ساعت بعد ہم واپس آ رہے تھے اور پڑاؤ سے کوئی دو کوس دُور تھے کہ اُنہوں نے اچانک دریا کے پار جانے کا فیصلہ کیا۔ ہم اُن کے ساتھ جانا چاہتے تھے لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اس مہم کے لئے ایک اچھے تیراک کی ضرورت ہے۔ پھر وہ گھوڑے سے اُتر کر دریا میں کُود پڑے"۔

"تمہیں یقین ہے کہ وہ دریا کے پار پہنچ گیا ہوگا؟"

سوار نے جواب دیا: "وہ بہترین تیراک مانے جاتے ہیں اور اگر دریا کے کنارے اُنہیں دشمن

کی طرف سے کسی مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا تو ہمارے لئے اُن کے متعلق پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہم کئی کوس تک دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد نڈھال ہو چکے تھے لیکن اُنہیں تھکاوٹ کا احساس تک نہیں تھا۔ ایک جگہ دشمن کے ایک دستے نے اچانک پلٹ کر ہم پر حملہ کیا اور آن کی آن میں ہمارے تین ساتھی شہید اور پانچ زخمی کر دئیے۔ جب ہم اُن پر قابو پا چکے تھے تو پاس ہی گھنی جھاڑیوں سے ایک ہاتھی جو غالباً زخمی تھا نمودار ہُوا لیکن حسان نے اپنے نیزے کی پہلی ضرب کے ساتھ اس کا منہ پھیر دیا اور وہ چنگھاڑتا ہُوا دریا میں کُود پڑا"۔

"تمہیں اس وقت پُوری داستان بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اُس کی ہمت اور شجاعت کے متعلق تم سے زیادہ جانتا ہوں"۔ مثنیٰ بن حارثہ یہ کہہ کر دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔

مجاہدین اسلام کو اس عظیم فتح کے بعد دن بھر کی تھکاوٹ کا کوئی احساس نہ تھا۔ وہ اپنے شہدا کی قبریں کھودنے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف تھے۔ مسلمانوں کی طرح ایرانی لشکر کے زخمیوں کو بھی مرہم پٹی کے لئے ایک جگہ جمع کیا جا رہا تھا۔ شہیدوں کی نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد مثنیٰ اور معنیٰ نے اپنے نوجوان بھائی مسعود بن حارثہ کو لحد میں اُتارا تو مجاہدین اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے اور جب قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی تو شیبانی قبیلہ کے ایک مجاہد نے مثنیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کا بھائی ایک بہادر انسان تھا۔ ہم سب آپ کے غم میں شریک ہیں"۔

مثنیٰ نے دوسرے مجاہدوں کی لاشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ سب میرے بھائی تھے اور ان سب نے مسعود کی طرح بہادری سے جان دی ہے"۔

ایک نوجوان نے کہا۔ "جسر کے شہیدوں کا خون رائیگاں نہیں گیا۔ آج ہم ہر مسلمان کے بدلے میں کم از کم دس ایرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے ہیں"۔

دوسرے نوجوان نے جواب دیا۔ "میرا اندازہ اس سے زیادہ ہے اور اگر ہم ابتدا میں ہی پُل کاٹ دیتے تو یہ لڑائی دوپہر سے پہلے ختم ہو جاتی اور ہمیں دشمن کے قتلِ عام کے لئے چند ساعتیں

مثنیٰ نے جواب دیا "پل کاٹ دینا کوئی ایسا کارنامہ نہیں جس پر ہم فخر کر سکیں۔ ہمیں دشمن کو بھاگنے کا موقع دینا چاہیئے تھا اور پل کٹ جانے کے باعث وہ میدان میں ٹھہرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ہماری جنگ ایران کے عوام کے خلاف نہیں بلکہ اُن حکمرانوں کے خلاف ہے جنہوں نے اللہ کی زمین کو ظلم سے بھر دیا ہے۔ یاد رکھو جب ایران میں کسریٰ کے اقتدار کے پرچم سرنگوں ہو جائیں گے تو یہی ایرانی اسلام کے لشکر کی اگلی صفوں میں دکھائی دیں گے اور تم ان پر فخر کر سکو گے۔ پھر ان کی آئندہ نسلیں بویب میں تمہاری عظیم فتح کو اپنی فتح خیال کریں گی"۔

مثنیٰ ابن حارثہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے کہ دریا کے کنارے گشت کرنے والے پہریداروں میں سے ایک سوار گھوڑا بھگاتا ہُوا اُن کے قریب پہنچا اور اُس نے کہا "جناب! حسان آگیا ہے"۔

اور تھوڑی دیر بعد حسان امیر لشکر کے سامنے کھڑا یہ کہہ رہا تھا "جناب دشمن کا پڑاؤ خالی ہے معلوم ہوتا ہے میدان سے بھاگنے والے دستوں نے وہاں رُکنے کی کوشش نہیں کی اور پڑاؤ کے محافظ بھی ان کے پیچھے بھاگ گئے ہیں۔ ہم طلوعِ سحر سے قبل پل مرمت کر کے دریا عبور کر سکتے ہیں"۔

مثنیٰ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اب سحری کا وقت قریب ہے۔ ہم انشاء اللہ روزہ رکھتے ہی دریا عبور کرنے کی کوشش کریں گے"۔



ایرانیوں نے بویب کی جنگ میں جس تباہی کا سامنا کیا تھا اُس کے پیشِ نظر مسلمانوں کو اُن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا خدشہ نہ تھا۔ چنانچہ رمضان کے دنوں میں لشکرِ اسلام کی سرگرمیاں زیادہ تر دجلہ اور فرات کے درمیانی علاقوں میں ایرانیوں کی چوکیوں پر حملے کرنے یا ان قبائل کا اعتماد بحال کرنے تک محدود رہیں، جنہیں جسر کی جنگ کے نتائج نے عراق میں اسلام کے مستقبل کے متعلق مایوس کر دیا تھا۔

ایک صبح مثنیٰ ابن حارثہ ایک کاتب کو خطوط اور احکام لکھوا رہے تھے اور اُن کے سامنے

چند نقشے پڑے ہوئے تھے۔

حسان خیمے کے اندر داخل ہُوا اور امیر لشکر کا اشارہ پاکر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔ مثنیٰ نے جلدی جلدی خط لکھوانے کے بعد اپنے سامنے کھلا ہُوا نقشہ لپیٹ کر رکھ دیا اور حسان کی طرف متوجہ ہو کر کہا "حسان آج رمضان کا آخری دن ہے اور ہم پانچ دن کے اندر اندر یہاں سے کُوچ کر دیں گے۔ مجھے اہلِ جزیرہ کی طرف سے حوصلہ افزا پیغامات موصول ہوئے ہیں بعض قبائل نے اپنے علاقوں سے ایرانیوں کی بالا دستی ختم کرنے کے لئے کھلے بندوں ہمارا ساتھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔ موجودہ حالات میں ایرانیوں کی طرف سے یہ خدشہ نہیں کہ وہ فی الفور کسی جوابی کاروائی کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ ایران کے شیروں نے بویب کی جنگ میں جو زخم کھائے ہیں، انہیں مندمل ہونے میں کافی وقت لگے گا۔ تاہم میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ بویب کی جنگ ایران اور عرب کے درمیان ایک عظیم ترین معرکے کا پیش خیمہ ہے۔ اب ایرانی زیادہ تیاریوں کے ساتھ میدان میں آئیں گے۔ اس لئے میں یہ چاہتا ہوں کہ تم مدائن پہنچ کر مجھے وہاں کے حالات سے باخبر کرو۔ میں امیرالمومنین کی خدمت میں یہ پیغام بھیج چکا ہُوں کہ مجھے ایران کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ لڑنے کے لئے بھاری کمک کی ضرورت ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے مایوس نہیں کریں گے شام کی شاندار فتوحات کے بعد میں یہ توقع رکھ سکتا ہُوں کہ اگر ہمیں کسی فوری خطرے کا سامنا کرنا پڑا۔ تو امیرالمومنین شام کے فالتو لشکر کو اس محاذ پر منتقل کر دیں گے اور عراق کی سرحد کے آس پاس صحرا کے بدوی قبائل بھی اب زیادہ جوش و خروش کے ساتھ ہماری اعانت کریں گے۔ میں اب کسی میدان میں جسر کی جنگ کا اعادہ نہیں ہونے دُوں گا۔ تاہم میری پہلی ضرورت یہ ہے کہ جب دشمن مدائن سے پیشقدمی کرے تو مجھے اُس کی صحیح تعداد کا علم ہو۔ تاکہ میں ضرورت اور حالات کے مُطابق آئندہ جنگ کے نقشے تیار کر سکوں۔ اگر ایران میں بویب کی شکست کا ردِ عمل کسی نئے انتشار کی صورت میں ظاہر ہُوا تو یہ ہو سکتا ہے کہ ہم عنقریب مدائن کے دروازوں پر دستک دے رہے ہوں۔ لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ متحد اور منظم ہو کر جوابی حملہ کریں اور ہمیں ایک بار پھر کسی

محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر کمک کا انتظار کرنا پڑے۔ اس لئے تم آج غروب آفتاب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جاؤ۔ تمہیں زادِ راہ کے لئے ایک معقول رقم مل جائے گی۔ تاہم تمہارے لئے ایک ایرانی افسر کی بجائے معمولی سپاہی کی حیثیت سے داخل ہونا زیادہ آسان ہوگا۔"

تھوڑی دیر بعد حسان اپنے خیمے میں کاؤس سے کہہ رہا تھا۔ "کاؤس ہم مدائن جا رہے ہیں۔"

باب ۲۴

سردیوں کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ اُونچے پہاڑوں پر کہیں کہیں ہلکی ہلکی برف دکھائی دیتی تھی۔ اور شمال کی ہواؤں کے جھونکے وادیوں کے باغات میں انگور کی بیلوں اور سیب کے درختوں کے خشک پتے بکھیر رہے تھے۔

شام کے وقت ماہ بانو اور یاسمین اصفہان سے چند کوس دُور مردوش کے قلعہ نما مکان کے ایک کمرے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں۔

ایک خادمہ نے دروازہ کھول کر اندر جھانکتے ہوئے کہا۔ "سہیل آگیا ہے۔"

یاسمین نے مضطرب ہو کر کرسی سے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ابا جان نہیں آئے؟"

"نہیں سہیل کہتا ہے کہ ابھی کچھ عرصہ وہ مدائن میں رہیں گے۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "اُسے یہاں لے آؤ۔"

خادمہ واپس چلی گئی اور یاسمین نے ماہ بانو کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "ابا جان وہاں کیوں رُک گئے ہیں؟ اُنہوں نے پیغام بھیجا تھا کہ وہ بہت جلد آجائیں گے۔ میں اُن کی صحت کے متعلق پریشان ہوں۔"

ماہ بانو نے کہا۔ "تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیوں نہیں آئے۔ بیٹھ جاؤ۔"

یاسمین بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد سہیل کمرے میں داخل ہوا اور چند قدم دُور تذبذب کی حالت میں اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ بہت دُبلا ہو چکا تھا اور اُس کے چہرے کی اُداسی شکست اور ناکامی کے احساس کی ترجمانی کر رہی تھی۔ وہ اپنی جیب سے ایک خط نکالتے ہوئے آگے بڑھا اور یاسمین کو پیش کرتے ہوئے بولا۔ "آپ کے اباجان کی خواہش ہے کہ آپ مدائن پہنچ جائیں۔ یہ اُن کا خط ہے۔"

یاسمین خط کھول کر پڑھنے میں مصروف ہو گئی۔

ماہ بانو نے کہا۔ "سہیل تم کھڑے کیوں ہو بیٹھ جاؤ۔"

وہ جھجکتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یاسمین نے خط پڑھنے کے بعد ماہ بانو کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اباجان نے ہم دونوں کو مدائن بُلایا ہے۔ میرے خدشات بے بنیاد نہ تھے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں صحت کی خرابی کے باعث سفر نہیں کر سکتا۔" پھر وہ سہیل کی طرف متوجہ ہوئی۔ "سہیل! خدا کے لئے مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ وہ کیسے ہیں؟ اُنہوں نے جسر کی جنگ کے بعد یہ لکھا تھا کہ مجھے معمولی زخم آیا ہے۔ پھر اُن کا پیغام آیا تھا کہ مدائن کے حالات ایسے ہیں کہ میں کچھ عرصہ گھر نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد ہمیں یہ اطلاع ملی تھی کہ اُنہوں نے اپنا لشکر مہران کی افواج کے ساتھ بھیج دیا ہے لیکن وہ بذاتِ خود جنگ میں حصہ نہیں لے سکیں گے۔ اور میں نے اس دن ماہ بانو سے کہا تھا کہ اُن کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ کسی حالت میں بھی جنگ کے میدان سے دُور رہنا پسند نہ کرتے۔ بویب کی جنگ سے واپس آنے والے سپاہیوں نے مجھے یہ تسلی دینے کی کوشش کی تھی کہ اُن کا زخم ٹھیک ہو رہا ہے۔ لیکن مجھے اُن کی باتوں سے یہ محسوس ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی بات چھپا رہے ہیں۔ سہیل! تم خاموش کیوں ہو، بتاؤ وہ کیسے ہیں؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "یہ درست ہے کہ اُن کی صحت اچھی نہیں۔ لیکن بویب کی جنگ میں شریک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ مدائن کے اُمراء میدانِ جنگ کی بجائے مدائن میں اُن کی خدمات کی زیادہ ضرورت محسوس کرتے تھے۔ اگر وہ وہاں نہ ہوتے تو رستم اور فیروزان کے باہمی اختلافات کے باعث مدائن میں خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ان کی مصالحت میں اُن کی ذاتی کوششوں کو

بڑا دخل ہے۔ پھر بویب میں ہمارے لشکر کی تباہی کے بعد ایران کے لئے ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے اور عوام اور اُمراء یہ نعرے لگا رہے ہیں کہ موجودہ حالات میں ایران کی حکومت ایک کمزور عورت کے ہاتھ میں نہیں ہونی چاہیئے۔ لہٰذا ایران میں یزدگرد کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور رستم اور فیروزان نے آپ کے اباجان سے یہ کہا ہے کہ جب تک یزدگرد کی تاج پوشی نہیں ہو جاتی آپ کو مدائن میں ہی قیام کرنا چاہیئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں مدائن میں کوئی اہم ذمہ داری سونپ دی جائے۔"

یاسمین نے کہا۔ "سچ کہو اُن کی صحت زیادہ خراب تو نہیں۔ تم نے اُنہیں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اُن سے یہ شکایت ہے کہ وہ آرام نہیں کرتے۔ وہ اگر صبح کے وقت رستم کے ساتھ ہوتے ہیں تو دوپہر کے وقت فیروزان کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ پھر آدھی رات تک مدائن کے دوسرے اُمراء کے ساتھ اُن کی مُلاقاتیں جاری رہتی ہیں۔ طبیب یہ کہتے ہیں کہ اگر وہ چند دن آرام سے گھر بیٹھ سکیں تو اُن کی صحت ٹھیک ہو جائے گی لیکن اُن کا جواب یہی ہوتا ہے کہ جب تک مجھے ایران کے مستقبل کے متعلق اطمینان نہیں ہوتا مجھے آرام نصیب نہیں ہوگا۔"

یاسمین نے کہا۔ "میں فوراً مدائن پہنچنا چاہتی ہوں۔ اگر مجھے تمہاری تھکاوٹ کا احساس نہ ہوتا تو میں اسی وقت روانہ ہو جاتی۔"

سہیل نے جواب دیا۔ "میرے چند ساتھی اپنے اپنے گھر چلے گئے ہیں۔ وہ کل شام تک واپس آجائیں گے اور ہم پرسوں علی الصباح یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔" پھر وہ ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں آپ کے لئے بھی ایک اہم خبر لایا ہوں۔ آپ کے بھائی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ وہ قید میں ہیں۔"

"کہاں؟" ماہ بانو نے مضطرب ہو کر سوال کیا۔

"مدائن میں۔ اُنہیں رستم کے حکم سے قید کیا گیا تھا۔"

یاسمین نے آنکھوں میں آنسو لاتے ہوئے پُوچھا۔ "اور اباجان نے اُس کی رہائی کی کوشش

نہیں کی؟"

وہ یہ کہتے ہیں کہ ابھی رستم کے سامنے اُن کی رہائی کا مطالبہ پیش کرنے کا وقت نہیں آیا۔ تاہم اُنہیں یقین ہے کہ ایران کے نئے شہنشاہ کا پہلا حکم زرنجت کی رہائی کے متعلق ہوگا۔

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو چھلک رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ میرا بھائی فرار نہیں ہوا۔ لیکن رستم نے اُسے کس جرم میں قید کیا ہے؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "مجھے معلوم نہیں۔ یاسمین کے ابا جان نے اس وقت زرنجت کا ذکر کیا تھا جب میں گھوڑے پر سوار ہو رہا تھا اور جب میں نے اُن سے وجہ دریافت کرنے کی کوشش کی تو اُنہوں نے مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا تھا کہ اب باتوں کا وقت نہیں۔ تم جاؤ اور اُس کی بہن کو تسلی دو کہ وہ بہت جلد رہا ہو جائے گا۔"

کمرے میں کچھ دیر خاموشی چھائی رہی۔ بالآخر یاسمین نے کہا۔ "جب بویب کے میدان میں ہمارے لشکر کی شکست کی خبر آئی تھی تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔ ماہ بانو یہ کہا کرتی تھی کہ اگر مسلمانوں کا سپہ سالار مثنیٰ بن حارثہ ہے تو ہمیں بدترین خبریں سُننے کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ لیکن بویب میں ایرانی لشکر کی تباہی کی خبریں اُسے بھی ناقابلِ یقین معلوم ہوتی تھیں۔

سہیل نے اپنے چہرے پر ایک مغموم مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اب بھی یہ یقین نہیں آتا کہ ہم شکست کھا چکے ہیں اور ہماری بیشتر فوج تباہ ہو چکی ہے۔"

یاسمین نے پوچھا۔ "کیا یہ درست ہے کہ دشمن کی تعداد بہت کم تھی؟"

سہیل نے جواب دیا۔ "اگر میں بذاتِ خود وہاں نہ ہوتا اور کوئی دوسرا مجھے یہ اطلاع دیتا کہ اُن کی تعداد بارہ تیرہ ہزار سے کسی صورت زیادہ نہیں تھی اور ایران کے سپاہیوں کی جو لاشیں بویب کے میدان میں بکھری ہوئی ہیں اُن کی تعداد دشمن کی مجموعی تعداد سے کئی گنا زیادہ ہے تو میں اُس کا منہ نوچ لیتا۔ لیکن میں یہ تباہی اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ وہ انسان نہیں تھے۔ اُنہوں نے ہمارے ہاتھیوں کو تتر بتر کر دیا تھا۔ وہ ہمارے نیزوں اور تلواروں کی دیوار میں

تو دشمن ہمارے عقب میں پہنچ گئے تھے۔ میں نے دجلہ اور فرات کی طغیانیاں دیکھی ہیں لیکن یہ سیلاب اُن سے کہیں زیادہ ہولناک تھا۔ مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم شکست کھا چکے ہیں مجھے بویب کے میدان میں طلوعِ آفتاب سے لے کر غروبِ آفتاب تک کے تمام واقعات ایک بھیانک خواب معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے لشکر کے جو پانچ سو سوار یہاں سے گئے تھے اُن میں سے صرف چونسٹھ آدمی زندہ واپس آئے ہیں اور اُن میں سے بھی بیس کے قریب زخمی ہیں۔ میرا زندہ بچ نکلنا بھی ایک معجزہ تھا۔ ہم میدان سے نکلے تو دشمن کا ایک گروہ ہمارے پیچھے تھا۔ ہم نے اچانک پلٹ کر حملہ کیا اور چند سوار گرا دئے۔ لیکن اس کے بعد دشمن کا جوابی حملہ اس قدر شدید تھا کہ آن کی آن میں میرے ساتھیوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اُنہوں نے اپنی جانیں بچانے کے لئے دریا میں کودنے کی کوشش کی لیکن کئی سواروں کے گھوڑے دلدل میں پھنس گئے۔ میں نے اُنہیں کنارے کی دلدل سے دُور رہنے کا حکم دیا لیکن اچانک میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں کیچڑ میں دھنس گئیں اور وہ اُلٹ گیا۔ میں قلابازی کھا کر گرا تو کچھ دیر مجھے اپنے گرد و پیش کی کوئی خبر نہ تھی۔ پھر جب ہوش آیا تو ایک سوار کا نیزہ میری گردن چھُو رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ کی ایک جنبش مجھے موت سے ہمکنار کر سکتی تھی۔ میں سوار کی بجائے نیزے کے پھل کی طرف دیکھ رہا تھا جو خون میں ڈوبا ہُوا تھا پھر نامعلوم اُس کے جی میں کیا آئی کہ اُس نے اچانک اپنا نیزہ ایک طرف کرتے ہوئے پُوچھا "تم کون ہو؟" میں نے نفرت سے ہونٹ بھینچ لئے۔

وہ اچانک نیزہ زمین میں گاڑ کر گھوڑے سے کُود پڑا اور مجھ پر جھکتے ہوئے بولا۔ "تم زخمی ہو؟ ڈرو نہیں ہم ہتھیار ڈالنے والوں کو قتل نہیں کرتے۔" اُس کی آواز میں غصّے سے زیادہ گھبراہٹ تھی۔ گھوڑے سے گرتے وقت میں اپنے خود سے محروم ہو چکا تھا۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے میری پیشانی پر بکھرے ہوئے بال ایک طرف ہٹا دئے۔ معاً مجھے خیال آیا وہ یا تو مجھے قتل کرنے سے پہلے میرے دل میں زندگی کی اُمید پیدا کرنا چاہتا ہے اور یا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ اگر مجھے غلام بنا لیا جائے تو میں کتنا کار آمد ثابت ہو سکتا ہوں۔ میں نے اپنا خنجر نکالنے کی کوشش کی لیکن اچانک

میری نگاہیں اُس کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں اور میری ہمت جواب دے گئی۔

اُس نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"

لیکن پیشتر اس کے کہ میں اُسے کوئی جواب دے سکتا۔ قریب ہی گھنی جھاڑیوں کی اوٹ سے ایک ہاتھی نکلا اور چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف بڑھا۔ ایک آنکھ جھپکنے میں وہ آدمی اپنے گھوڑے سے کود پڑا اور اپنا نیزہ اُٹھا کر ہاتھی پر حملہ کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اس کا نیزہ ہاتھی کی سونڈ میں پیوست ہو چکا ہے اور اُس کا برق رفتار گھوڑا لڑکھڑا کر ایک طرف نکل گیا ہے ہاتھی نے مڑ کر اس کا پیچھا کیا اور وہ کھلے میدان کی طرف نکل گئے۔ میں اُٹھ کر بھاگا۔ دریا کے کنارے جھاڑیوں میں چھپ کر اپنی زرہ اُتاری اور دریا میں کود پڑا۔ منجدھار کے قریب پہنچ کر میں نے دیکھا کہ دشمن کے جو سوار میرے ساتھیوں کے تعاقب میں آگے نکل گئے تھے واپس آ رہے تھے اور کنارے پر میری تلاش شروع ہو چکی تھی۔ پھر جب میں دریا کے دوسرے کنارے پہنچا تو فضا میں شام کی سیاہی پھیل رہی تھی۔

یاسمین نے سوال کیا: "تمہارا مطلب ہے کہ اس سوار نے تمہاری جان بچانے کی کوشش کی تھی؟"

سہیل نے جواب دیا: "مجھے یقین ہے کہ اگر وہ ہاتھی پر حملہ نہ کرتا تو میری ہلاکت یقینی تھی۔"

"اور جب تم نے خنجر نکالنے کا ارادہ کیا تھا تو اس کا چہرہ دیکھ کر تمہاری ہمت جواب دے گئی تھی؟"

"ہاں اور اس کی آواز نے بھی مجھے بہت متاثر کیا تھا۔"

یاسمین نے پوچھا: "لیکن اس کی وجہ؟"

سہیل نے جواب دیا: "اگر میں اپنے دل کو یہ فریب دے سکتا کہ میرا بھائی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے تو اس آدمی کی صورت دیکھنے اور اس آدمی کی آواز سُننے کے بعد مجھے بے اختیار اُس کے ساتھ لپٹ جانا چاہیئے تھا۔"

ماہ بانو خاموشی سے اُن کی گفتگو سُن رہی تھی اور اُس کے چہرے پر کئی رنگ آ چکے تھے اور جب سہیل اُس کی طرف متوجہ ہوا تو وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔

سہیل نے کہا: "بہن آپ کو حوصلے سے کام لینا چاہیئے۔ بویب کی جنگ ہماری آخری جنگ نہیں۔ ہم نے ایک خطرناک دشمن کو حقیر سمجھنے کی سزا پائی ہے۔ لیکن اب پورا ایران دشمن کے مقابلے کو اُٹھ کھڑا ہوگا اور ہم اس شکست کا انتقام لے سکیں گے۔"

ماہ بانو نے اپنی گردن اُٹھائی۔ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی نگاہوں سے سہیل کی طرف دیکھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا: "اس کا نیزہ تمہاری گردن کے قریب پہنچ کر رُک گیا تھا۔ اُس کی شکل اور آواز تمہارے بھائی سے ملتی تھی۔ اُس نے تمہاری پیشانی پر پرانے زخم کا نشان دیکھنے کی کوشش کی تھی اور اُس نے تمہیں بچانے کے لئے ہاتھی پر حملہ کر دیا تھا اور اس کے باوجود تم یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون تھا؟"

"کاش مجھے معلوم ہو سکتا کہ وہ کون ہے۔ اُس کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی میرے حواس گم ہو گئے تھے اور اُس کی آواز بھی میرے بھائی کی آواز سے مختلف نہ تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ میرا وہم تھا۔ لیکن اس کے باوجود مجھے بار بار خیال آتا ہے کہ کاش ہاتھی اچانک حملہ نہ کرتا اور میں اُسے اچھی طرح دیکھ لیتا۔ اب مجھے وہ لمحہ ایک خواب محسوس ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ گھوڑے سے گرنے کے بعد مجھے پوری طرح ہوش نہ آیا ہو۔ لیکن میرے پاس اِس سوال کا کوئی جواب نہیں کہ ایک مسلمان نے مجھے قتل کرنے کی بجائے میری جان بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا اور اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔

"وہ تمہارا بھائی تھا سہیل۔ لیکن اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ تم زندہ ہو۔"

سہیل دیر تک پھٹی پھٹی آنکھوں سے ماہ بانو کی طرف دیکھتا رہا۔

بالآخر یاسمین نے کہا: "تمہارا مطلب ہے کہ سہیل کا بھائی زندہ ہے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو چکا ہے۔"

"ہاں"۔ ماہ بانو نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ زندہ ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے۔ زرنجت کو بھی یہ معلوم تھا۔ لیکن کاش اُس کی دشمنی جنگ کے میدان تک محدود رہ سکتی"۔

سہیل اور یاسمین دم بخود ہو کر ماہ بانو کی طرف دیکھ رہے تھے اور کچھ دیر کمرے میں اُس کی دبی دبی سسکیوں کے سوا اور کوئی آواز نہ تھی۔ پھر وہ سہیل کی طرف متوجہ ہوئی۔ "سہیل! میرے بھائی کو معاف کر دو۔ اب حالات نے اُسے مظلوم بنا دیا ہے اور میں بھی تم سے معافی مانگتی ہوں"۔

سہیل کے نزدیک ماہ بانو اور زرنجت اُن لوگوں میں سے تھے جو کوئی بُرائی یا غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے کہا۔ "آپ نے مجھے بتایا تھا کہ جب آپ دریا عبور کر رہی تھیں تو کسی مسلمان نے آپ کا پیچھا کیا تھا۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ تیز بھائی ہو۔ اگر یہ بات تھی تو آپ مجھے بتا سکتی ہیں۔ اب میری زبان سے آپ اپنے باپ کے قاتل کا ذکر نہیں سُنیں گی"۔

"وہ میرے باپ کا قاتل نہیں تھا سہیل"۔

"لیکن اُس نے آپ کا تعاقب کیا تھا اور میرے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ اُس وقت اُن کی کیا حالت ہو گی۔ آپ مجھ سے یہ بات اس لئے چھپاتی رہی ہیں کہ مجھے صدمہ ہو گا لیکن میرے لئے آپ کے آنسوؤں سے زیادہ اور کوئی بات تکلیف دہ نہیں ہو سکتی"۔

ماہ بانو نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "میرے آنسو اس انسان کے لئے ہیں جو بہت رحم دل اور بہت نیک تھا۔ سہیل! تم اپنے بھائی پر فخر کر سکتے ہو اور میں بھی اس بات پر نادم نہیں ہوں کہ کبھی میں بھی اُسے جانتی تھی۔ وہ میرے باپ اور بھائی کا دشمن بن کر نہیں آیا تھا"۔

سہیل کے چہرے سے اچانک حزن و ملال کے بادل چھٹ گئے اور اُس نے ملتجی ہو کر کہا۔ "بہن خدا کے لئے مجھے سارے واقعات سُنایئے"۔

ماہ بانو نے یاسمین کی طرف دیکھا اور بولی۔ "اب میں تم سے بھی کوئی بات نہیں چھپا سکتی لیکن یہ وعدہ کرو کہ تم مجھ سے نفرت نہیں کرو گی"۔

اور یاسمین نے پیار سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میری بہن! اس دنیا میں اس سے زیادہ بد قسمت کون ہو سکتا ہے جو تم سے نفرت کر سکے"۔

ماہ بانو نے مختصراً اُن کا دُس سے فرار ہونے کے واقعات سُنائے۔ پھر جب سہیل اُٹھ کر مہمان خانے میں چلا گیا تو ماہ بانو، یاسمین کے اَن گنت سوالات کے جواب میں اپنی سرگزشت کی تفصیلات بیان کر رہی تھی۔



چند دن بعد سہ پہر کے وقت سہیل اور اس کے ساتھی دجلہ کا پُل عبور کرنے کے بعد مدائن کے بالمقابل بہرشیر میں داخل ہوئے۔ راستے میں انہیں یہ اطلاع مل چکی تھی یزدگرد مدائن پہنچ چکا ہے اور اُمرائے سلطنت نے ملکہ پوران کا تاج اُس کے سر پر رکھ دیا ہے۔ یاسمین کو اپنے باپ کے متعلق تشویش تھی۔ اس لئے اُس نے راستے کی چار منازل دو دن میں طے کی تھیں۔ جب وہ پُر رونق سڑکوں اور بازاروں سے گزرتے ہوئے فریبرز کے محل کے قریب پہنچے تو ڈیوڑھی کا دروازہ بند دیکھ کر یاسمین کا دل بیٹھ گیا۔ وہ گھوڑے سے اُتر پڑے اور سہیل نے آگے بڑھ کر بھاری دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "دروازہ کھولو"! اندر سے زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ دروازہ کھُلا اور پہریدار مغموم نگاہوں سے اُن کی طرف دیکھنے لگے۔

سہیل نے پوچھا "کیا بات ہے؟ تم نے دروازہ کیوں بند کر رکھا ہے؟ آقا کہاں ہیں؟"

عمر رسیدہ نوکر نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہیں اطلاع نہیں ملی؟ ہم نے اُسی دن دو آدمی روانہ کر دئے تھے"۔

"کون سے آدمی؟"

نوکر نے سہیل کو جواب دینے کی بجائے آبدیدہ ہو کر یاسمین کی طرف دیکھا اور کہا۔ "آپ کے ابا جان فوت ہو چکے ہیں"۔

ماہ بانو نے جلدی سے آگے بڑھ کر یاسمین کا بازو تھام لیا۔ وہ چند ثانیے سکتے کے عالم

میں کھڑی رہی اور پھر چیخیں مارتی ہوئی ماہ بانو سے لپٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد وہ مکان کے کشادہ کمرے میں بیٹھی سسکیاں لے رہی تھی اور سروش کا بوڑھا نوکر سہیل کے ساتھ دروازے کے قریب کھڑا انہیں بتا رہا تھا: "سہیل کو آپ کی طرف روانہ کرنے کے بعد اُن کی طبیعت ٹھیک ہو رہی تھی۔ طبیب بھی یہی کہتے تھے کہ اب اُنہیں کوئی خطرہ نہیں۔ لیکن پانچ دنوں بعد اُنہوں نے آدھی رات کے وقت آواز دی۔ میں بھاگتا ہوا اُن کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ایک آدمی طبیب کی طرف دوڑا دیا لیکن وہ اُس کی آمد سے پہلے ٹھنڈے ہو چکے تھے۔ میں نے اُسی وقت دو آدمی اصفہان روانہ کر دئیے تھے۔ لیکن آپ شاید اُن کے پہنچنے سے پہلے روانہ ہو چکی تھیں۔ ہمیں یہ اُمید نہ تھی کہ آپ اتنی جلدی یہاں پہنچ جائیں گی۔"

سہیل بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ ماہ بانو نے اُس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "سہیل! بیٹھ جاؤ۔"

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ یاسمین کی یہ حالت تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے خاموش ہو جاتی لیکن پھر اچانک اس کی سسکیاں دبی دبی چیخوں میں تبدیل ہو جاتیں اور اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک نیا سیلاب بہہ نکلتا۔

سہیل کا دل پسیجا جا رہا تھا۔ وہ اُسے تسلی دینا چاہتا تھا لیکن کوشش کے باوجود بھی الفاظ اُسکی زبان پر نہ آسکے۔

ماہ بانو نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا: "میری بہن اب ہمارے لئے صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔"

اور اس نے دھاڑیں مار مار کر روتے ہوئے جواب دیا: "ماہ بانو اب دنیا میں میرا کوئی نہیں رہا۔ اب میں کہاں جاؤں گی۔ میں کیا کروں گی۔"

سہیل کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔ اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا: "یاسمین! میں آپ کا بھائی ہوں۔"

بوڑھے نوکر نے یاسمین سے مخاطب ہو کر کہا: "بیٹی آقا کی موت کی خبر سُن کر رستم اور فیروزان بھی یہاں آئے تھے اور انہوں نے مجھے تسلی دی تھی کہ تمہارا خیال رکھیں گے۔"

باب ۲۵

ایک دوپہر رستم فوج کے مستقر کا معائنہ کرنے کے بعد واپس آ رہا تھا۔ چار مسلح سوار اُس کے ساتھ تھے۔ جب وہ اپنی قیام گاہ کے دروازے پر پہنچا تو ماہ بانو نے اچانک آگے بڑھ کر اُس کا راستہ روک لیا اور اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے کہا: "فرخ زاد کے بیٹے! تم میری فریاد سُنے بغیر آگے نہیں جا سکتے۔" رستم نے اپنا کوڑا بلند کیا لیکن لڑکی کے چہرے پر نگاہ ڈالتے ہی اُس نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا۔ دروازے سے دو پہریدار بھاگ کر آگے بڑھے اور اُنہوں نے ماہ بانو کو پکڑ کر رستم کے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی۔

رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا: "ٹھہرو!"

پہرے دار سہم کر ایک طرف ہٹ گئے۔

"تم کون ہو؟" رستم نے ماہ بانو سے پوچھا۔

"میں زربخت کی بہن ہوں۔ میں تین بار آپ کے دروازے پر دستک دے چکی ہوں لیکن آپ کے نوکروں نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔"

"میرے نوکروں کو معلوم ہے کہ میرے پاس گمنام عورتوں کے ساتھ باتیں کرنے کے لئے وقت نہیں۔ زربخت کون ہے؟"

"وہ ایک بے گناہ قیدی ہے۔"

رستم نے قدرے نرم ہوکر کہا۔ "ہر قیدی کی بہن اپنے بھائی کو بے گناہ سمجھتی ہے!"

ماہ بانو نے کہا: "میرا بھائی آپ کے باپ کا محافظ تھا۔"

رستم نے اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا۔ "اسے اندر لے آؤ!"

تھوڑی دیر بعد ماہ بانو محل کے ایک کشادہ اور بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ کمرے میں رستم کے سامنے کھڑی تھی۔

رستم نے کہا: "میں تمہارے بھائی کے متعلق بعد میں گفتگو کروں گا۔ پہلے یہ بتاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ قید میں ہے؟"

"ایک بہن اپنے بھائی کی مصیبت سے بے خبر نہیں رہ سکتی۔ مجھے سوش نے یہ پیغام بھیجا تھا کہ اُسے آپ کے حکم سے قید کیا گیا ہے۔"

"سوش کو کس نے بتایا تھا؟"

"اگر وہ زندہ ہوتا تو آپ اُس سے پوچھ سکتے تھے۔"

"تم سردش کو کیسے جانتی ہو؟"

"وہ فریبرز کا داماد تھا، فریبرز میرے باپ کا دوست تھا اور مجھے اپنی بیٹی سمجھتا تھا۔"

رستم نے کہا: "تمہارے بھائی کا جُرم صرف یہی نہیں کہ اس کی وجہ سے میرا باپ قتل ہُوا تھا بلکہ اُس کی غفلت اور کوتاہی نے پورے ایران کے لئے تباہ کن حالات پیدا کر دیے تھے۔ اگر وہ فرض شناسی کا ثبوت دیتا تو آذرمیدخت اپنی سازش میں کامیاب نہ ہوتی۔ یہ اُس کی خوش قسمتی ہے کہ اُس کے لئے صرف قید کی سزا کافی سمجھی گئی ہے ورنہ اُسے موت کی سزا ملنی چاہیئے تھی۔ میں ایک خوبصورت عورت کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ لیکن تمہیں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ تمہارے آنسوؤں سے تمہارے بھائی کے جُرم کی تلافی ہو سکتی ہے۔"

ماہ بانو کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا اور اُس نے کہا: "میرا بھائی آپ کے باپ سے زیادہ ہوشیار یا تجربہ کار نہیں تھا۔ اگر آذرمیدخت انہیں فریب دے سکتی تھی تو میرے بھائی کو بھی بے وقوف بنا

سکتی تھی۔ اگر کسی کی بیوی قاتلوں کے ساتھ شامل ہو جائے تو اُس کو کون بچا سکتا ہے۔ مجھے سارے حالات معلوم نہیں تاہم میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میرا بھائی بے گناہ تھا۔"

رستم نے جواب دیا: "تم ایک بہن کے ذہن سے سوچتی ہو اور میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں صرف ایران کے سپہ سالار کے ذہن سے سوچ سکتا ہوں۔ تم اُس کے ہزاروں جرائم پر پردے ڈال سکتی ہو۔ لیکن میں اس کی معمولی لغزش بھی معاف نہیں کر سکتا۔"

"آپ اُسے اِس لئے معاف نہیں کر سکتے کہ وہ آپ کے باپ کو قتل ہونے نہ بچا سکا۔ لیکن آپ مداش کے اُن اُمراء اور کاہنوں کو کیا سزا دیں گے جو اُسے ایک مغرور اور خود پسند شہزادی کے ساتھ شادی کرنے نہ روک سکے؟"

"اگر ان میں سے کسی نے میرے باپ کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی ہوتی اور پھر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ وہ حملے کے وقت تمہارے بھائی کی طرح شراب سے مدہوش تھا تو میں اُس کے ساتھ بھی یہی سلوک کرتا۔ اور تم نے شاید ابھی تک یہ سوچنے کی کوشش نہیں کی کہ فرخ زاد صرف میرا باپ ہی نہیں تھا بلکہ ایران کی سلطنت کا وزیر بھی تھا۔"

ماہ بانو نے کہا: "کیا اس سلطنت پر اس خاندان کا کوئی حق نہیں جس کی نسلیں اس کے لئے قربانیاں دے چکی ہیں؟"

رستم نے جواب دیا: "اگر تم کسی ایسی قربانی کا ذکر کرنا چاہتی ہو جس کا صلہ تمہارے خاندان کو نہیں دیا گیا تو میں سُننے کے لئے تیار ہوں۔"

ماہ بانو نے کرب انگیز لہجے میں کہا: "میرا دادا ان سپاہیوں کے ساتھ تھا جو ایران کا پرچم انطاکیہ کے دروازے تک لے گئے تھے۔ میرا باپ اس لشکر کے ہراول میں تھا جو بحیرہ روم کے ساحل تک پہنچ گیا تھا اور میرا بھائی ان جانبازوں کا ہم رکاب تھا جو ارمیاہ کے میدان میں رومیوں کے سامنے سینہ سپر ہوئے تھے۔ کاش آج ایران کی مٹی کو قوتِ گویائی عطا ہو سکتی اور وہ آپ کو یہ بتا سکتی کہ آپ جس خاندان کا آخری چراغ بجھانے پر تُلے ہوئے ہیں اس کی قربانیاں کیا ہیں؟"

"تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اُس نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے جواب دیا "میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں لیکن ابھی وقت نہیں آیا۔"

رستم نے کہا "میں تمہارے بھائی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے علاوہ اگر کوئی اور خواہش ہو تو وہ پوری ہو سکتی ہے۔"

"میں اپنے بھائی کا معاملہ اُس ان دیکھی قوت کو سونپتی ہوں جو مایوسی کی تاریکیوں کو اُمید کی روشنی عطا کرتی ہے۔ میں اس دن کا انتظار کروں گی جب دخترانِ پارس وطن کی خاک سے اپنے آنسوؤں کا حساب مانگ سکیں گی اور جب عدل و انصاف کے دروازوں پر ننگی تلواروں کے پہرے نہیں ہوں گے۔"

رستم نے تلملا کر پوچھا "یہ باتیں تم نے کہاں سے سیکھی ہیں؟"

"مجھے معلوم نہیں، لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ مظلوم ہو اور اُس نے زیادہ تاریکیوں میں بھٹکنے کے بعد زیادہ روشنی کی تمنا کی ہو اور میں نے آپ کے سامنے اُس کے الفاظ دُہرا دئے ہوں۔"

"تمہارا نام؟" رستم نے سوال کیا۔

"ایران کے سپہ سالار کو ایک مظلوم اور بے بس عورت کے نام سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ میں مظلومیت کا احساس کم کرنے میں تمہاری مدد کر سکوں۔"

"جب تک میرا بھائی قید میں ہے میرا احساس کم نہیں ہو گا۔"

"مَیں تمہیں کسی خوش فہمی میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا۔ اُسے بھول جاؤ۔ اس کے بعد مَیں سوچوں گا کہ تمہارے لئے اور کیا کر سکتا ہوں؟"

ماہ بانو نے گردن اُٹھا کر رستم کی طرف دیکھا اور کہا "آپ مجھ پر صرف ایک احسان کر سکتے ہیں۔"

"کہو"!

"آپ کسی کو یہ نہ بتائیں کہ زربخت کی بہن آپ کو اپنی مظلومیت کی داستان سُنانے آئی تھی۔" یہ کہہ کر ماہ بانو دروازے کی طرف مُڑی۔

"ٹھہرو!" رستم نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

ماہ بانو مُڑ کر دیکھنے لگی۔

"تم کہاں رہتی ہو؟"

"آپ کو یہ پُوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ ایران کے لئے میری طرف سے کوئی خطرہ محسُوس کرتے ہیں تو میں یہیں سے قید خانے میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ آپ کے سپاہیوں کو میرا پیچھا کرنے کی ضرورت نہیں۔"

رستم کی قوتِ برداشت اچانک جواب دے گئی "بیوقوف لڑکی تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟"

"یہ جگہ اس سوال کا جواب دینے کے لئے موزوں نہیں۔" ماہ بانو یہ کہہ کر باہر نکل گئی اور رستم نڈھال سا ہو کر کُرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر اُس نے تالی بجائی۔ ایک افسر کمرے میں داخل ہُوا۔

رستم نے کہا "تم اس لڑکی کے پیچھے جاؤ اور معلوم کرو کہ وہ کہاں رہتی ہے۔ اس کے بعد قید خانے کے داروغہ اور شہر کے کوتوال کو حاضر کرو۔ اور دیکھو لڑکی کو یہ شک نہیں ہونا چاہیئے کہ تم اس کا پیچھا کر رہے ہو۔"

افسر سلام کر کے باہر نکل گیا۔

ماہ بانو آنسو بہاتی ہوئی محل سے باہر نکلی تو باہر کوئی دو سو قدم دُور سڑک کے موڑ پر سہیل اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اُس نے مغموم لہجے میں سوال کیا "رستم کیا کہتا ہے؟"

ماہ بانو نے آہ بھر کر جواب دیا "کچھ نہیں، کاش میں اُس کے پاس نہ آتی۔"

سہیل نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا "آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ یزدگرد رستم کی نسبت زیادہ رحم دل ثابت ہو گا۔"

ماہ بانو نے جواب دیا: "اگر یامین کا باپ زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ میں یزدگرد کے دربار تک رسائی حاصل کر سکتی لیکن اب مجھے کوئی صورت نظر نہیں آتی۔"

وہ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ پھر سہیل نے مڑ کر دیکھا اور کہا: "ایک آدمی رستم کے محل سے ہمارا پیچھا کر رہا ہے۔ آپ ذرا تیز چلنے کی کوشش کریں۔ ہمیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔"

ماہ بانو نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ تھوڑی دیر بعد سہیل نے دوبارہ مڑ کر دیکھا۔ اب اس کی رفتار بھی تیز ہو چکی تھی۔

ماہ بانو نے کہا: "تم میرے آگے چلو اور اگلے چوک سے دائیں ہاتھ مڑ کر رُک جاؤ۔"

سہیل نے اُس کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ چوک سے دائیں ہاتھ مڑنے کے بعد سڑک کے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ پھر اُن کا پیچھا کرنے والا افسر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا آگے نکل گیا تو ماہ بانو نے سہیل سے کہا: "اب واپس چلو۔"

وہ دوبارہ چوراہے میں پہنچے تو فوجی افسر بھی واپس مڑ کر اُن کا پیچھا کرنے لگا۔ ماہ بانو اچانک رُک گئی اور جب وہ قریب آ گیا تو اُس نے اچانک مڑ کر اُس کے چہرے پر قہر آلود نگاہ ڈالتے ہوئے کہا: "تمہیں ہمارے پیچھے خوار ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم واپس جا کر رستم کو یہ بتا سکتے ہو کہ زرنجت کی بہن فیروز کے مکان میں رہتی ہے۔"

چند ثانیے نوجوان کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی۔ وہ بائیں ہاتھ مڑا اور بھاگتا ہوا انسانوں کی بھیڑ میں غائب ہو گیا۔



ماہ بانو دوپہر کے وقت اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ سہیل بھاگتا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا: "کاؤس آ گیا ہے۔"

ماہ بانو اُٹھ کر بیٹھ گئی: "کون؟ ہمارا نوکر؟"

"جی ہاں، میں دریا کے پُل سے گزر رہا تھا کہ اُس نے مجھے آواز دی لیکن میں پہچان نہ سکا۔ پھر اُس نے میرا نام پوچھا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میں اُسے جانتا ہوں۔ وہ کئی دنوں سے ہمیں تلاش کر رہا تھا۔"

"وہ کہاں ہے؟" ماہ بانو نے مضطرب ہو کر پوچھا۔

"وہ برآمدے میں کھڑا ہے۔"

ماہ بانو اُٹھ کر بھاگتی ہوئی باہر نکلی۔ چند ثانیے بعد وہ آنسوؤں اور مسکراہٹوں کے ساتھ اس عمر رسیدہ نوکر کی طرف دیکھ رہی تھی جسے وہ چچا کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ اُس نے کہا: "مجھے اُمید نہ تھی کہ میں تمہیں دوبارہ دیکھ سکوں گی۔ تم کب آئے ہو؟"

"بیٹی! میں کئی دنوں سے تمہیں تلاش کر رہا تھا۔ ایک دن میں نے سہیل کو پُل پر سے گزرتے ہوئے دیکھا۔ لیکن یہ گھوڑے پر سوار تھا اور میں اس کا راستہ نہ روک سکا۔ پھر کئی روز مدائن اور بہرہ شیر کی گلیوں کی خاک چھاننے کے بعد میں نے یہ سوچا دریا کا پُل ہی ایک ایسی جگہ ہے جہاں میں کسی جان پہچان کو تلاش کر سکتا ہوں۔ آج میری خوش قسمتی تھی کہ سہیل کے ساتھ ملاقات ہو گئی۔ ورنہ میں واپس جانے کا ارادہ کر رہا تھا۔"

"اب تم کہیں نہیں جاؤ گے۔"

کاؤس نے کہا: "بیٹی! سہیل نے مجھے زرنجت کے متعلق جو خبر سنائی ہے وہ بہت اَلمناک ہے۔ کاش میں یہاں رہ کر اُس کی کوئی مدد کر سکتا۔"

"آؤ ہم اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کریں گے۔"

وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور کاؤس، ماہ بانو اور سہیل کے اصرار پر اُن کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماہ بانو نے اپنی سرگزشت سنانے کے بعد کاؤس سے اپنی بستی کا حال پوچھا۔ تو اُس نے جواب دیا: "میں چند مہینوں سے وہاں نہیں جا سکا اور میری غیر حاضری کے دوران وہاں کئی انقلاب آ چکے ہیں۔ ایک مرتبہ مسلمانوں نے ہمارا علاقہ خالی کر دیا تھا اور ایرانی لشکر نے ان عربوں پر بہت سختی کی تھی جنہوں نے سابقہ جنگوں میں مسلمانوں کے ساتھ تعاون کیا تھا۔ اس

کے بعد مسلمانوں نے دوبارہ وہاں قبضہ جما لیا تھا۔ لیکن میں وہاں جا نہیں سکا۔"

"تم کہاں رہے ہو؟"

کاؤس نے جواب دینے کی بجائے سہیل کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بیٹا اگر تم بُرا نہ مانو تو تھوڑی دیر کے لئے باہر چلے جاؤ۔ چند باتیں ایسی ہیں جو میں صرف ماہ بانو سے کہہ سکتا ہوں۔"

سہیل پریشان سا ہو کر اُٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کاؤس نے کہا۔ "میں تمہیں حسان کے متعلق بتانا چاہتا ہوں۔ وہ تمہارا دشمن نہیں تھا۔ اُس نے مجھے زربخت کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ اگر تم واپس آجاؤ تو تمہارا علاقہ تمہیں واپس مل جائے گا۔ لیکن بدقسمتی سے زربخت کا دل اس کے متعلق صاف نہ ہو سکا۔ میں نے بڑی مشکل سے اُسے ایک جھونپڑے میں تلاش کیا تھا۔ اب میں یہ بتانے آیا ہوں کہ جب تم اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ دریا عبور کر رہی تھیں تو اُس نے کسی بُرے ارادے سے تمہارا پیچھا نہیں کیا تھا۔ وہ تمہارے باپ کے لئے اپنے لشکر کے امیر کی طرف سے سارے علاقے کی سرداری کی پیش کش لے کر آیا تھا۔ لیکن زربخت کو شاید یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ وہ اُسے گرفتار کرنے کے لئے آیا ہے۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا "تمہیں حسان کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہُوں کہ وہ ہمارا دشمن نہیں تھا اور وہ دُنیا میں کسی کے ساتھ بھی بُرائی نہیں کر سکتا۔"

کاؤس نے کہا۔ "بیٹی اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ میں اپنا گاؤں چھوڑنے کے بعد اس کے پاس چلا گیا تھا تو تم کیا خیال کرو گی؟"

"میں یہ خیال کروں گی کہ تم ہم سے زیادہ خوش نصیب ہو۔"

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں مسلمان ہو چکا ہُوں تو؟"

"تو بھی میں یہی خیال کروں گی کہ شاید تم نے وہ روشنی دیکھ لی ہے جس کی تلاش میں قبیلوں اور قوموں کے قافلے بھٹک رہے ہیں۔ لیکن تم یہ باتیں سہیل کی موجودگی میں بھی کہہ سکتے تھے۔ اُسے معلوم ہے کہ اُس کا بھائی مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو چکا ہے۔ اُس کی مُلاقات نویت کے میدان

میں ہوئی تھی۔"

کاؤس نے کہا۔ "حسان نے مجھے بتایا تھا لیکن اُسے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ سہیل نے بھی اُسے پہچان لیا ہے۔"

ماہ بانو بولی۔ "اگر تم سہیل کے لئے آئے ہو تو میں اُسے روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

کاؤس نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ماہ بانو کی طرف دیکھا اور کہا۔ "بیٹی فرض کرو اگر حسان بذاتِ خود یہاں آجائے تو تم اُس کے ساتھ کیا سلوک کرو گی؟"

ماہ بانو کی سانس اچانک تیز ہو گئی۔ اُس نے کہا۔ "اگر وہ بیمار ہو تو میں اُس کی تیمارداری کروں گی اور اگر وہ زخمی ہو کر میرے پاس آئے تو اُسے پناہ دیتے وقت مجھے اس بات کی پروا نہیں ہو گی کہ رُوئے زمین کے تمام درندے اس کا پیچھا کر رہے ہیں۔ لیکن ایک فاتح کی حیثیت سے اُس کا خیر مقدم کرنا شاید میرے بس کی بات نہ ہو۔"

"فرض کرو اگر اس وقت میری جگہ وہ تمہارے سامنے موجود ہوتا تو تم کیا محسوس کرتیں؟"

ماہ بانو کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں، اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں محسوس کرتی کہ میں ایک خواب دیکھ رہی ہوں۔ لیکن تم بار بار کیوں پُوچھتے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ میں اُس سے نفرت نہیں کر سکتی۔"

کاؤس نے کہا۔ "تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو؟"

ماہ بانو کی رگوں کا سارا خون سمٹ کر اُس کے چہرے پر آ گیا۔ اُس نے لرزتے، کانپتے اور ہچکچاتے ہوئے سوال کیا۔ "وہ کہاں ہے؟"

"وہ یہیں ہے بیٹی! وہ میرے ساتھ آیا تھا۔ اگر تم اُسے دیکھنا چاہتی ہو تو آج شام یا پھر کل علی الصباح دریا کے کنارے پہنچ جاؤ۔ میں پُل کے قریب تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن تمہارا ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ تمہاری طرف متوجہ نہ ہوں۔"

ماہ بانو نے خوفزدہ ہو کر کہا۔ "لیکن اسے میری خاط[illegible]نے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیئے

تھا۔ تمہیں معلوم نہیں اگر وہ پکڑا گیا تو اُس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟"

"مجھے معلوم ہے، لیکن وہ تمہارے لئے یہاں نہیں آیا۔ اُس نے مجھے یہ بھی نہیں کہا کہ میں تمہیں اس کا پتہ دوں۔ وہ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم بخیریت ہو اور میں نے اس یقین اور اطمینان کے ساتھ تمہیں اس کے پاس لے جانے کی ذمہ داری قبول کی ہے کہ تم ہمیں گرفتار نہیں کرو گی۔ اب مجھے اجازت دو۔ وہ میرا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"لیکن تم نے کہا تھا کہ تم کئی دنوں سے ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ وہ اتنے دن کہاں رہا ہے؟"

"مجھے اس سوال کا جواب دینے کی اجازت نہیں۔ سردست تمہارے لئے یہ جاننا کافی ہے کہ وہ مدائن میں بے کار نہیں تھا۔ اب اُس کا کام ختم ہو چکا ہے اور کل غروبِ آفتاب کے بعد وُہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے، اگر آج سہیل سے تمہاری ملاقات نہ ہوتی تو وہ ہمارا پتہ کئے بغیر واپس چلا جاتا؟"

"ہاں بیٹی! یہ ایک مجبوری ہے۔ وہ یہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ تمہارے متعلق کس قدر پریشان ہے۔ اگر آج سہیل نہ ملتا تو تمہاری تلاش کے لئے مجھے یہاں رُکنا پڑتا۔ میں نے کئی دن مدائن کی خاک چھاننے کے بعد دریا کے کنارے زرنجت کے مکان کا پتہ کیا تھا لیکن وہاں کوئی نہ تھا۔ پڑوس کے لوگوں سے مجھے صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ شاہ پور اور اُس کے وزیر کے قتل کے بعد زرنجت کہیں رُوپوش ہو گیا تھا۔ اور اُس کے بعد تم بھی وہاں سے غائب ہو گئی تھیں۔"

"اگر ہم وہاں ہوتے تو کیا وہ ہمارے پاس آجاتا؟"

"نہیں، اُسے معلوم ہے کہ زرنجت اُسے دیکھنا پسند نہیں کرے گا۔ وہ صرف یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم بخیریت ہو۔"

"اب تم میرے پاس نہیں ٹھہرو گے؟"

"اگر حسان نے اجازت دی تو میں یہاں رُک جاؤں گا۔"

ماہ بانو نے کہا: "میں آج غروبِ آفتاب کے وقت دریا کے کنارے پہنچ جاؤں گی لو سہیل

میرے ساتھ ہوگا۔ لیکن مجھے سچ بتاؤ اُسے مدائن میں کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟"

کلاؤس نے جواب دیا: "وہ ایک سپاہی ہے اور ایک سپاہی کی کوئی مہم خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جس قدر بہادر ہے اسی قدر محتاط ہے۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

ماہ بانو اس کے ساتھ کمرے سے باہر نکلی۔ سہیل برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔

ماہ بانو نے کہا "سہیل اُسے ڈیوڑھی سے باہر چھوڑ آؤ!"

"یہ ہمارے پاس نہیں رہیں گے؟"

"نہیں، انہیں شہر میں کوئی کام ہے۔"

○

غروبِ آفتاب کے وقت ماہ بانو سہیل کے ساتھ دریا کے پُل کے قریب پہنچی تو وہاں لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ ایک ماہی گیر سر پر مچھلیوں کی ٹوکری اُٹھائے آگے بڑھا۔ اور کہا: "آپ مچھلی لیں گی؟"

یہ کلاؤس کی آواز تھی اور ماہ بانو بدحواس سی ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگی۔ اُس نے ٹوکری اُتار کر ماہ بانو کو دکھاتے ہوئے کہا: "یہ مچھلیاں ذرا چھوٹی ہیں لیکن میں آپ کو بڑی مچھلی بھی دے سکتا ہوں۔ آپ کو ہماری کشتی تک جانا پڑے گا۔"

ماہ بانو نے کہا: "چلو!"

کلاؤس سر پر ٹوکری رکھ کر اُن کے آگے ہو لیا۔ لوگوں کی بھیڑ سے ذرا دُور آ کر ماہ بانو نے پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

کلاؤس نے سامنے چند کشتیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ہماری کشتی ان کشتیوں سے تھوڑی دُور آگے کھڑی ہے۔"

"تمہاری کشتی؟"

"ہاں ہم نے مدائن پہنچتے ہی ایک کشتی اور چند جال خرید لئے تھے اور اب اچھے خاصے ماہی گیر بن چکے ہیں۔ ہم نے ماہی گیروں کی بستی میں ایک جھونپڑی بھی کرائے پر لے لی تھی۔ لیکن وہاں صرف ہمارے نوکر رہتے ہیں۔ حسان عام طور پر کشتی میں رہنا پسند کرتا ہے۔"

"وہ کوئی اور نوکر بھی ساتھ لایا تھا؟"

"نہیں ہم نے یہیں سے چار تجربہ کار شکاریوں کو ملازم رکھ لیا تھا۔"

قریباً ایک میل دُور چلنے کے بعد انہیں شام کے دُھندلکے میں ایک کشتی دکھائی دی۔ حسان جو اس کشتی کے قریب کھڑا تھا تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا آگے بڑھا اور اُس نے سہیل کو گلے لگا لیا۔ پھر وہ ماہ بانو کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ کشتی پر سوار ہو جائیں۔"

وہ کشتی پر سوار ہو گئے اور حسان اور کاؤس بانس اُٹھا کر کشتی کو کھیتے ہوئے کنارے سے تھوڑی دُور لے گئے۔ پھر حسان نے لنگر پھینک دیا۔ اور وہ کشتی کے درمیان چھپر کے نیچے بیٹھ گئے جو سرکنڈوں اور کھجور کے پتوں سے بنایا گیا تھا۔ کچھ دیر وہ چراغ کی دُھندلی روشنی میں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر حسان نے کہا۔ "اب ہم کنارے کی نسبت زیادہ محفوظ ہیں اور آپ اطمینان سے باتیں کر سکتی ہیں۔ جب کاؤس نے مجھے یہ خبر دی تھی کہ زربخت کا گھر خالی ہے تو مجھے مایوسی ہوئی تھی۔ تاہم مجھے یہ اُمید نہ تھی کہ آپ اتنے مصائب دیکھ چکی ہیں۔ میں زربخت کی گرفتاری کی وجہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

ماہ بانو نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ "میں آپ کو ساری داستان سُناؤں گی لیکن اس سے پہلے میں یہ پُوچھنا چاہتی ہُوں کہ کیا آپ میرے بھائی کو معاف کر سکتے ہیں؟"

حسان نے جواب دیا۔ "میں یہ کیسے بھول سکتا ہوں کہ جب میں زخمی تھا اور دشمن میرا پیچھا کر رہے تھے تو مجھے آپ کے گھر میں پناہ ملی تھی۔"

"لیکن اُس نے آپ کو سہیل کے متعلق غلط خبر دی تھی۔ گرفتار ہونے سے کچھ عرصہ قبل اس نے کاؤس کے ساتھ اپنی ملاقات کا ذکر کیا تھا۔"

"لیکن اس کی وجہ یہ بھی تو ہو سکتی ہے کہ اُس نے سہیل سے جُدا ہونا پسند نہ کیا ہو۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ اس وقت یہاں موجود ہوتا تو میں اُس کا شکریہ ادا کرتا کہ اُس نے سہیل کے ساتھ ایک بھائی کا سا سلوک کیا ہے۔ مجھے صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں فی الحال اس کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تاہم مجھے اُمید ہے کہ جب ہم دوبارہ ملیں گے تو میں آپ کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھوں گا۔ آج مجھے آپ کے پاس آنا چاہیئے تھا لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ اگر کسی کو شک ہو گیا اور میں پکڑا گیا تو آپ کو ایک نئی مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

ماہ بانو نے جواب دیا۔ "وہ میرے باپ کے بہترین دوست اور زربخت کے محسن کا گھر ہے اور اُس کی نواسی مجھے اپنی بہن سمجھتی ہے۔ اگر اُس کے نوکروں کو بھی آپ کے متعلق معلوم ہو جائے تو وہ بھی یہ ظاہر نہیں کریں گے۔"

"میں کل واپس جا رہا ہوں۔ تاہم جانے سے پہلے میں اس مکان کا راستہ دیکھ لوں گا۔ اب مجھے زربخت کے متعلق بتائیے۔"

ماہ بانو نے مختصراً آذرمیدخت کی تخت نشینی اور زربخت کے رُوپوش ہو جانے کی داستان بیان کر دی اور جب وہ خاموش ہو گئی تو حسان نے کہا۔ "ایسے واقعات صرف اس معاشرے میں جنم لیتے ہیں جہاں ایک انسان دوسرے انسانوں پر خدائی کا دعویدار ہو۔ لیکن قدرت کے قانون میں ہر رات کے لئے ایک صبح ہوتی ہے اور میں آپ کو اس صبح کی بشارت دے سکتا ہوں جس کی روشنی میں ستم رسیدہ انسان نجات کا راستہ دیکھ سکیں گے۔ جب میں دوبارہ یہاں آؤں گا تو ان انسانوں کا قافلہ میرے ساتھ ہو گا جنہیں اللہ نے اپنی زمین پر عدل و انصاف کے پرچم نصب کرنے کے لئے منتخب کیا ہے۔ پھر ظلم و استبداد کے محل پیوندِ زمین ہو جائیں گے اور قید خانوں کے دروازے کھُل جائیں گے۔"

"آپ کو بویب کی فتح کے بعد اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ ایران کا راستہ صاف ہو گیا ہے۔"

"ہمیں ایران کی قوت کا احساس ہے لیکن اس سے کہیں زیادہ ہم اپنے مقصد کی صداقت پر ایمان رکھتے ہیں۔"

"آپ کو معلوم ہے کہ یزدگرد کے جھنڈے تلے پورا ایران جمع ہو رہا ہے؟"

"میری معلومات اس سے بہت زیادہ ہیں۔"

"آپ کل جا رہے ہیں؟"

"ہاں"

"اور سہیل کے متعلق آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"سہیل میرا بھائی ہے لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ یہ اپنے متعلق خود فیصلہ کرے۔" اُن کی نگاہیں سہیل کے چہرے پر مرکوز ہوگئیں اور وہ کبھی ماہ بانو اور کبھی حسان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ماہ بانو نے کہا: "سہیل! تم اپنے بھائی کے ساتھ جانا چاہو تو میں تمہیں روکنا پسند نہیں کروں گی۔"

"لیکن آپ؟" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اگر مجھے کوئی خطرہ ہے تو یہاں رہ کر تم میری کوئی مدد نہیں کر سکو گے۔ موجودہ حالات میں شاید زندبخت بھی یہ پسند نہیں کرے گا کہ آئندہ کسی جنگ کے میدان میں تم ایک دشمن کی حیثیت سے اپنے بھائی کا سامنا کرو۔"

سہیل نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا: "مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ مسلمان ہو چکے ہیں۔ بویب کے میدان میں مجھے شک ہوا تھا۔ شاید آپ نے مجھے پہچان کر زندہ چھوڑ دیا تھا۔ مجھے یقین نہ آ سکا۔ ورنہ میں بھاگنے کی کوشش نہ کرتا۔ اب آپ مجھے ساتھ لے چلیں گے؟"

"ہاں" حسان نے اُسے پکڑ کر گلے لگاتے ہوئے کہا۔

ماہ بانو نے حسان سے مخاطب ہو کر کہا: "اب میں آپ سے صرف ایک درخواست کرتی ہوں۔ اگر مدائن میں آپ کا کام ختم ہو چکا ہے تو آپ کو ایک لمحہ کے لئے بھی یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔"

حسان نے جواب دیا: "میں ایک نیک مشورہ رد نہیں کر سکتا۔ ہم صبح سے پہلے روانہ ہو جائیں گے۔ کاؤس اب تم ان کے پاس رہو گے۔ مجھے ایک جوان ساتھی مل گیا ہے۔ ہم آبادی سے باہر اس کشتی کو چھوڑ دیں گے۔ صبح ماہی گیروں سے کہہ دینا کہ کسی نے رات کے وقت کشتی کا رسہ کاٹ دیا تھا۔ اگر وہ تلاش کر لیں تو فروخت کر کے کچھ رقم ان میں تقسیم کر دینا۔ میرے پاس جو رقم بچ گئی ہے وہ بھی تمہارے پاس رہے گی۔"

ماہ بانو نے کہا: "اگر آپ کے پاس گھوڑے نہیں ہیں تو میں دے سکتی ہوں۔"

"نہیں، ہمارے لئے غریب آدمیوں کی طرح پیدل سفر کرنا زیادہ آسان ہوگا۔ اب چلئے، آپ کو گھر چھوڑ آئیں۔"

حسان اور کاؤس کشتی کو کھیتے ہوئے دوبارہ کنارے پر آئے اور حسان نے کہا: "کاؤس تم یہیں ٹھہرو، ہم انہیں گھر پہنچا کر واپس آ جائیں گے۔"

ایک ساعت بعد ماہ بانو کو حسان اور سہیل فریبرز کے مکان سے تھوڑی دُور الوداع کہہ رہے تھے۔

سہیل نے ماہ بانو سے کہا: "معلوم نہیں یاسمین میرے متعلق کیا خیال کرے گی؟"

ماہ بانو نے جواب دیا: "تم اس کی فکر نہ کرو۔ میں اسے سمجھا دوں گی۔"

حسان نے کہا: "مجھے یقین ہے کہ ہم بہت جلد دوبارہ ملیں گے۔"

"میں آپ کا انتظار کروں گی اور اگر مجھے کسی وجہ سے بھاگنا پڑا تو اصفہان کے قریب سروش کا گھر میری آخری جائے پناہ ہوگا۔ اب آپ دیر نہ کریں۔"

حسان نے کہا: "آپ اندر تشریف لے جائیں۔"

ماہ بانو خدا حافظ کہہ کر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھی اور ایک ثانیہ مُڑ کر دیکھنے کے بعد ڈیوڑھی میں غائب ہو گئی۔

"چلو سہیل!" حسان نے اُس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔

سہیل نے اُس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: "بھائی جان اگر مجھے گھر سے نکلتے وقت یہ معلوم ہوتا کہ میں دوبارہ واپس نہیں جا سکوں گا تو میں اپنی تلوار اور زرہ ضرور اُٹھا لیتا۔"

حسان نے جواب دیا: "جب ہم اپنے مستقر پر پہنچیں گے تو تم تلواروں اور زرہوں کی کمی محسوس نہیں کرو گے۔ ہم ایران سے کافی اسلحہ حاصل کر چکے ہیں لیکن اس وقت ہمارے لئے ہتھیاروں کے بغیر سفر کرنا زیادہ محفوظ ہو گا۔"

باب ۲۶

ایک رات حسان اور سہیل حیرہ اور ذی قار کے درمیان اسلامی لشکر کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ حسان نے اپنے بھائی کو ایک سالار کے پاس چھوڑنے کے بعد مثنیٰ بن حارثہ کی قیام گاہ کا رُخ کیا لیکن خیمے سے باہر ایک پہریدار نے اُسے بتایا کہ امیر لشکر سو گئے ہیں اور طبیب کی یہ ہدایت ہے کہ اُنہیں بے آرام نہ کیا جائے۔ اگر کوئی اہم بات ہو تو آپ اُن کے بھائی سے مل لیجئے۔ وہ ساتھ والے خیمے میں ہیں۔ حسان دوسرے خیمے کی طرف بڑھا اور پھر دو منٹ بعد وہ معنیٰ بن حارثہ کے سامنے کھڑا تھا۔

معنیٰ نے اُٹھ کر مصافحہ کرتے ہوئے پوچھا "تم کب آئے؟"

"میں ابھی پہنچا ہوں۔ اور امیر لشکر کو اپنی آمد کی اطلاع دینا چاہتا تھا"

"اُن کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ وہ دوا کھانے کے بعد سو گئے ہیں۔ اگر تم کوئی اہم خبر لے کر نہیں آئے تو اُنہیں جگانا ٹھیک نہیں ہو گا۔"

حسان نے فکر مند ہو کر سوال کیا: "وہ بیمار ہیں؟"

معنیٰ نے جواب دیا: "گزشتہ کئی ہفتوں کی بھاگ دوڑ کے باعث اُن کے زخم کی تکلیف بڑھ گئی ہے۔ طبیب ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ اگر وہ چند دن آرام کر لیں تو اُن کا زخم ٹھیک ہو سکتا ہے لیکن جزیرہ کی مہم کے دوران اُنہیں آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اب زخم کی ٹیس کے ساتھ اُنہیں بخار بھی ہو جاتا ہے۔ آج طبیب کی نئی دوا کا یہ اثر ہوا ہے کہ وہ عشاء کی نماز

پڑھتے ہی سوگئے ہیں۔ اگر تم مدائن کی صورتِ حال کے پیشِ نظر کسی فوری اقدام کا مشورہ دینا چاہتے ہو تو انہیں جگا دیا جائے۔"

"نہیں انہیں جگانے کی ضرورت نہیں۔ ابھی کچھ عرصہ دشمن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا اندیشہ نہیں۔ میں صرف سپہ سالار کی خدمت میں حاضری دینا چاہتا تھا۔"

"بیٹھ جاؤ!" معنیٰ نے کہا۔

حسان اُس کے قریب چٹائی پر بیٹھ گیا اور وہ دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔

اگلی صبح طلوعِ آفتاب کے وقت حسان مثنیٰ بن حارثہ کے سامنے پیش ہوا تو وہ تکیے کا سہارا لئے بیٹھا تھا۔ حسان اُس کے ہاتھ کا اشارہ پاکر اُس کے سامنے بیٹھ گیا۔

مثنیٰ نے سوال کیا "تم کب پہنچے؟"

"میں رات کے وقت پہنچ گیا تھا لیکن آپ کو بے آرام کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

"میں ٹھیک ہوں۔ تم مدائن کے حالات سناؤ!"

حسان نے جواب دیا "مدائن میں بڑے زور شور کے ساتھ نئی جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور میں اپنی ذاتی معلومات کی بنا پر یہ کہہ سکتا ہوں کہ رومیوں کے خلاف کسریٰ پرویز کی فتوحات کے ابتدائی دَور کے سوا اہلِ ایران کبھی اس قدر متحد نہیں ہوئے تھے۔ مدائن میں یہ خبر گرم ہے کہ آئندہ جنگ میں رستم بذاتِ خود ایران کے لشکر کی راہنمائی کرے گا۔ اگرچہ اس سے قبل ایران کے حالات ایسے نہیں تھے کہ وہ ہمارے خلاف اپنی پوری قوت کو متحد اور منظم کر سکتے۔ لیکن یزدگرد نے ایک بہت بڑے خلا کو پُر کر دیا ہے۔ اب تخت کا کوئی دعویدار اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کرے گا اور اگر یزدگرد نے فوج کی قیادت رستم کو سونپ دی تو رستم کی پہلی کوشش ہوگی کہ ایران کا ایک سپاہی بھی جنگ کے میدان میں پیچھے نہ رہے۔ تاہم مجھے دشمن کی طرف سے کسی فوری اقدام کا خدشہ نہیں۔ رستم کو مکمل تیاریوں کے لئے وقت کی ضرورت ہے۔"

مثنیٰ نے کہا "ہم دجلہ کے کنارے تک پہنچ کر واپس آئے ہیں۔ اگر میرے پاس تھوڑی سی فوج اور ہوتی تو آج میں مدائن میں ہوتا۔"

حسان نے کہا "میں نے سُنا ہے کہ امیر المومنین نے آپ کو حوصلہ افزا پیغام بھیجا ہے؟"

"ہاں انہوں نے میری معروضات کے جواب میں کہلا بھیجا ہے کہ وہ بہت جلد کمک بھیج رہے ہیں۔ لیکن کاش میں مدینے کے لشکر کا انتظار کر سکتا۔ کل میں نے امیر المومنین کی خدمت میں ایک اور ایلچی بھیج دیا تھا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھی آج ہی روانہ ہو جاؤ اور اُس کے ساتھ جا ملو۔ اگر مدینے سے کوئی لشکر ابھی تک روانہ نہیں ہوا تو امیر المومنین کی خدمت میں میری طرف سے یہ عرض کرو کہ میں انتہائی بے چینی کے ساتھ اُس کی راہ دیکھ رہا ہوں۔ اگر لشکر تمہیں راستے میں مل جائے تو اُس کے ساتھ واپس آجاؤ۔ ہم ذی قار پہنچ کر تمہارا انتظار کریں گے۔ میں تمہیں اس لئے امیر المومنین کی خدمت میں روانہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اُن کے سامنے ایران کی تازہ ترین صورتِ حالات بیان کر سکو گے۔ اب جا کر تیاری کرو!"

حسان کے دل میں کئی باتیں تھیں۔ وہ اپنے اولوالعزم راہنما کی صحت کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ وہ انہیں آرام کا مشورہ دینا چاہتا تھا۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ ایران کی فتح کے متعلق آپ نے جو خواب دیکھے تھے اُن کی تعبیر کا وقت آگیا ہے اور سب سے زیادہ وہ کچھ دیر اُن کی صحبت میں بیٹھنا اور اُن کی باتیں سُننا چاہتا تھا لیکن مضطرب نگاہیں اُسے یہ کہہ رہی تھیں "میرے دوست! مجھے معلوم ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو لیکن میرے پاس باتوں کے لئے وقت نہیں۔"

حسان اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا، رُکا اور مُڑ کر دیکھنے لگا۔

مثنیٰ نے سوال کیا "تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

"نہیں" اُس نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

مثنیٰ اُٹھ کر آگے بڑھا اور اپنا ہاتھ حسان کے کندھے پر رکھتے ہوئے بولا "میرے دوست! تمہیں میرے متعلق پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ذی قار پہنچ کر مجھے آرام کا وقت مل گیا تو میں طبیب کی

ہدایات پر عمل کر سکوں گا۔ لیکن ایک انسان کی زندگی میں وہ وقت ضرور آتا ہے جب اُسے اپنے کام دوسروں کے سپرد کرنے پڑتے ہیں۔ ہمیں یہ کبھی نہیں سوچنا چاہیئے کہ ہمارے بعد شاہراہِ حیات کے قافلے رُک جائیں گے۔ میں اس قافلے کا نقیب ہوں جو مدائن کا راستہ دیکھ چکا ہے اور اگر میں آخری منزل تک تمہارا ساتھ نہ دے سکا تو بھی میری رُوح کو یہ اطمینان ضرور ہوگا کہ وہ جو میرے بعد تمہاری راہنمائی کریں گے مجھ سے زیادہ اِس ذمہ داری کے اہل ثابت ہوں گے اور اُن کی نگاہیں مدائن سے آگے دیکھ سکیں گی۔ اور پھر نئے میدانوں کی وسعتوں میں اُن کے قدموں کے نشان پیچھے آنے والے مُسافروں کے لئے روشنی کے مینار بن جائیں گے۔ اب تم جاؤ اور میری فکر نہ کرو۔"

حسان نے دونوں ہاتھوں سے اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کا ہاتھ گرم ہے۔ آپ کو زیادہ تکلیف تو نہیں ؟"

مثنیٰ نے جواب دیا۔ "مجھے صرف اس بات سے تکلیف ہے کہ میرے بعض ساتھی کبھی کبھی یہ احساس دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ میری ذات میری زندگی کے مقصد سے زیادہ اہم ہے۔ دیکھو حسان! عراق کا کوئی میدان ایسا نہ تھا جس میں قدم رکھتے وقت میں نے شہادت کی تمنا نہیں کی تھی۔"

حسان نے ایک ثانیہ کے لئے انسانی عظمتوں کے اِس پہاڑ کی طرف دیکھا اور پھر اس کی نگاہوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہوگئے۔ وہ اپنے خیمے سے باہر نکل کر اپنے دل میں یہ الفاظ دُہرا رہا تھا "میرے دوست میرے بھائی، میرے قائد! اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔"

سہیل کچھ فاصلے پر مجاہدوں کو تیر اندازی کی مشق کرتے دیکھ رہا تھا۔ حسان نے قریب جا کر اُسے آواز دی اور وہ بھاگتا ہوا اُس کے پاس آگیا۔ حسان نے کہا۔ "سہیل! میں مدینے جا رہا ہوں۔"

"کب ؟"

"میں ابھی روانہ ہو جاؤں گا لیکن اگر لشکر راستے میں مل گیا تو میں آگے جانے کی بجائے

اس کے ساتھ واپس آجاؤں گا۔"

"اور مجھے ساتھ نہیں لے جائیں گے ؟"

"نہیں"

سہیل کے چہرے پر اُداسی چھا گئی۔ حسان نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "تم میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں ایک دوست کے سپرد کرتا ہوں۔"

سہیل اُس کے ساتھ چل دیا۔ راستے میں اُس نے پوچھا "وہ کون ہے ؟"

"اُس کا نام عاصم بن عمر تمیمی ہے اور تم اُس سے بہت کچھ سیکھ سکو گے۔"

تھوڑی دیر بعد وہ نیزہ بازی کے میدان میں عاصم بن عمر تمیمی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے۔

حسان نے مختصراً ایران کی تازہ صورتِ حال کے متعلق اُس کے سوالات کا جواب دینے کے بعد کہا۔ "عاصم! میں مدینے جا رہا ہوں۔ یہ میرا بھائی ہے۔ اگر آپ اسے ایک سپاہی بنا سکیں تو مجھ پر احسان ہوگا۔ اس نے مدائن میں فوجی تربیت حاصل کی ہے اور مجھے اُمید ہے کہ یہ ایران کے تازہ حالات کے متعلق آپ کے ہر سوال کا تسلی بخش جواب دے گا۔"

"یہ مدائن میں تھا ؟"

"ہاں لیکن میرے پاس اس کی سرگزشت سُنانے کے لئے وقت نہیں۔ سپہ سالار کا حکم ہے کہ میں فوراً روانہ ہو جاؤں۔"

"بہت اچھا آپ جائیں۔ لیکن میں صرف ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہمیں دشمن کے ساتھ فیصلہ کُن جنگ کی تیاری کے لئے کتنا وقت لگے گا ؟"

"اگر میرے اندازے غلط ثابت نہ ہوئے تو دشمن کی پیشقدمی سے پہلے مدینے کا لشکر ہماری مدد کے لئے پہنچ جائے گا۔" حسان یہ کہہ کر وہاں سے چل دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر پڑاؤ سے نکل رہا تھا تو سہیل نیزہ بازی میں مصروف ہو چکا تھا۔

مثنیٰ ابن حارثہ ذی قار کے مقام پر شدید بخار کی حالت میں خیمے کے اندر لیٹے ہوئے تھے۔ اور فوج کے چند سالار اُن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ خیمے سے باہر گھوڑے کی ٹاپ سنائی دی تھوڑی دیر بعد حسان اندر داخل ہُوا۔ مثنیٰ ابن حارثہ کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک تازگی آ گئی اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

حسان نے کہا۔ "جناب مدینے کا لشکر آ رہا ہے اور اس کے امیر آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ بہت جلد پہنچ جائیں گے۔"

"امیر کون ہیں؟"

"سعد بن ابی وقاص۔ امیر المومنین بذاتِ خود لشکر کی راہنمائی کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ نے اُنہیں مشورہ دیا کہ موجودہ حالات میں آپ کا مدینہ سے باہر جانا مناسب نہیں۔ سعد بن ابی وقاص اُن معزز صحابیوں میں سے ہیں جنہیں کفر و اسلام کی ان جنگوں میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہے جو عہدِ رسالت میں لڑی گئی تھیں۔ اُن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اسلام کے لئے پہلا تیر اُن کی کمان سے نکلا تھا۔"

مثنیٰ نے دوبارہ تکیے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ "میں ان کے متعلق سُن چکا ہُوں لیکن کاش میں اُنہیں دیکھ سکتا۔ اُن کے ساتھ کتنی فوج ہے؟"

حسان نے جواب دیا۔ وہ چار ہزار سواروں کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے تھے لیکن اُن کا خیال ہے کہ عراق پہنچنے سے پہلے اُن کے لشکر کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہو جائے گی۔ امیر المومنین نے راستے کے تمام قبائل کو اُن کے ساتھ شامل ہونے کے احکام بھیج دئے ہیں اور مدینے میں بھی مزید لشکر بھرتی کیا جا رہا ہے۔ سعد بن ابی وقاص میسراف پہنچ کر مزید افواج کا انتظار کریں گے اُنہیں توقع ہے کہ جنگ سے پہلے لشکرِ شام کا ایک حصّہ بھی اُن سے آ ملے گا۔"

مثنیٰ نے اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب تم ان قبائل کو فتح کی بشارت دے سکتے ہو۔

جنہیں ایران کی جنگی تیاریوں نے پریشان کر رکھا ہے۔ تم اُنہیں یہ بتا سکتے ہو کہ میں صرف اسلام کے لشکر کے دستہ ہراول کی راہنمائی کر رہا تھا۔ تم سب سے پہلے بنو بکر کے پاس جاؤ اور اُنہیں میری طرف سے پیغام دو کہ اُنہیں ایران کے جاسوسوں کی باتیں سُن کر ہراساں نہیں ہونا چاہیئے۔"

عاصم بن عمر تمیمی نے کہا۔ "اگر آپ اجازت دیں تو مثنیٰ کی جگہ میں قبائل کے پاس جانے کے لئے تیار ہُوں۔"

"نہیں" مثنیٰ نے فیصلہ کُن لہجے میں جواب دیا۔ "بنو بکر تمہاری بات نہیں سنیں گے۔ ویسے بھی تمہارا مستقر میں رہنا ضروری ہے۔" پھر وہ ایک عمر رسیدہ سردار بشیر بن خصاصیہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ "بشیر! مجھے معلوم نہیں کہ ایک گھڑی، ایک پہر یا ایک دن بعد میری کیا حالت ہو گی۔ اِس لئے میں اپنے حصّے کی ذمہ داریاں تمہیں سونپتا ہوں۔"

حاضرین دم بخود ہو کر کبھی مثنیٰ اور کبھی بشیر بن خصاصیہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُس نے مغموم لہجے میں کہا "اگر میں آپ کے خیمے پر پہرا دے سکوں تو اُسے بھی اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھوں گا لیکن ڈر ہے کہ میں . . . ."

مثنیٰ نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "جب تک سعد بن ابی وقاص یہاں نہیں پہنچتے تمہیں ذی قار کے مستقر کی حفاظت کرنی پڑے گی اور میرا خیمہ اس مستقر سے باہر نہیں ہے۔ اب جاؤ اور مجاہدین سے کہو کہ وہ اپنی تلواریں تیز کر لیں۔ عاصم اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ کہ اُنہیں جنگ کی تیاری کے لئے جو وقت ملا ہے اُسے ضائع نہ کریں۔" وہ یکے بعد دیگرے خیمے سے نکل گئے لیکن حسان اپنی جگہ سے نہ ہلا۔

مثنیٰ نے اُن کی طرف دیکھا اور کہا۔ "حسان! تم تھک گئے ہو گے۔ جاؤ آرام کرو۔" حسان کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن مثنیٰ بن حارثہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ دبے پاؤں باہر نکل آیا۔

مثنیٰ ابن حارثہ کی بیوی سلمیٰ پردہ اُٹھا کر خیمے کے عقب سے نمودار ہوئی اور اپنے شوہر کے قریب بیٹھ گئی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر مثنیٰ نے کہا: "سلمیٰ اب تمہیں یہ شکایت نہیں رہے گی کہ میں آرام نہیں کرتا۔ اب میں نے اپنے حصے کا بوجھ بشیر کو سونپ دیا ہے اور میں جی بھر کر سو سکوں گا۔ میرا خیال تھا کہ میں مدائن پہنچ کر آرام کروں گا۔ لیکن مدائن ابھی دُور ہے۔ تمہیں یاد ہے جب میں نے پہلی بار یہ اعلان کیا تھا کہ میں ایران کے خلاف جنگ شروع کرنے جا رہا ہوں تو تمہارے خاندان کے بزرگ ہنس پڑے تھے۔ لیکن اب میرے سارے خواب پورے ہو رہے ہیں۔ تم نے سُنا ہے کہ امیر المومنین بذاتِ خود لشکر کی راہنمائی کرنا چاہتے تھے لیکن صحابہ کے اصرار پر اُنہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا ہے اور اپنی جگہ اس جری انسان کو بھیج دیا ہے جو ہر لحاظ سے اس منصب کا اہل ہے۔"

سلمیٰ نے کہا: "میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ میری زندگی میں کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا جب آپ نے کوئی بات کہی ہو اور مجھے یقین نہ آیا ہو۔"

"سلمیٰ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کی۔"

"مجھے معلوم تھا کہ آپ کو اللہ کی راہ میں جہاد کے سوا اور کوئی راستہ پسند نہیں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ آپ نے اس کٹھن راستے میں مجھے اپنی رفاقت کے قابل سمجھا ہے۔"

حضرت مثنیٰ کچھ دیر اپنی رفیقہ حیات سے باتیں کرتے رہے۔ پھر اچانک اُنہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد طبیب خیمے میں داخل ہوا تو اُن کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور سانس تیز ہو رہا تھا۔ طبیب نے اُن کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: "ان کا بخار زیادہ تیز ہو گیا ہے۔"

مثنیٰ نے بے چینی سے کروٹیں بدلنے کے بعد آنکھیں کھول دیں اور طبیب کے اصرار پر دوا کے چند گھونٹ پی لئے۔ لیکن اُن کا چہرہ یہ بتا رہا تھا کہ اُن کی زندگی کا آخری معرکہ شروع ہو چکا ہے۔ باقی دن اور اُس کے بعد رات کے پچھلے پہر تک وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہے۔ پھر جب ذی قار کے پڑاؤ میں صبح کی اذان سُنائی دے رہی تھی۔ اُنہوں نے آخری بار آنکھیں کھولیں۔ چند بار کلمۂ شہادت پڑھا اور پھر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

سعد بن وقاص کو مدینے سے اٹھارہ منزل سفر کرنے کے بعد ثعلبہ کے مقام پر مثنیٰ ابن حارثہ کی وفات کی اطلاع ملی تو اُنہوں نے بشیر بن خصاصیہ کو یہ حکم بھیجا کہ تم اپنے مجاہدوں اور مثنیٰ ابن حارثہ کے اہل و عیال کو لے کر سیراف کے مقام پر ہم سے آملو۔ چند دن بعد ذی قار سے مجاہدین کا قافلہ سیراف پہنچا تو سعد بن ابی وقاص بذاتِ خود اپنے مستقر سے باہر اُن کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ سعد بن ابی وقاص نے شہدا کی بیواؤں اور یتیم بچوں کو خیموں میں پہنچانے کا حکم دیا اور اس کے بعد مثنیٰ کے نامور رفقا کے ساتھ اپنے خیمے کے سامنے ایک کشادہ شامیانے کے نیچے بیٹھ گئے اور ماضی کے واقعات اور مستقبل کے خدشات کے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔

عاصم بن عمر، بشیر بن خصاصیہ اور مثنیٰ کے دوسرے نامور ساتھیوں سے باتیں کرنے کے بعد وہ معنیٰ ابن حارثہ کی طرف متوجہ ہوئے: "معنیٰ تم ہر معرکے میں اپنے جلیل القدر بھائی کے ساتھ تھے۔ اور میرے اس سوال کا جواب شاید تم سے بہتر کوئی اور نہ دے سکے کہ ہمارے لئے مدائن پہنچنے کا بہترین راستہ کونسا ہے؟ اور اگر آج تمہارا بھائی بھائی زندہ ہوتا تو وہ مجھے کیا مشورہ دیتا؟"

معنیٰ ابن حارثہ نے جواب دیا: "اس سوال کے جواب کے لئے مجھے قیاس آرائی کی ضرورت نہیں۔ اپنی علالت کے ایام میں اُنہوں نے مجھے جو ہدایات دی تھیں وہ میرے ذہن میں محفوظ ہیں۔ وہ بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارا مقصد ایران کے کسی علاقے پر یلغار کرنا ہو تو یہ مشکل نہیں۔ میں ایک مٹھی بھر فوج کے ساتھ مدائن تک پہنچ سکتا ہوں۔ لیکن ہمارا اصل مقصد ایران پر مستقل غلبہ حاصل کرنا ہے اور یہ مقصد ایران کی عسکری قوت کو تباہ کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں جلد یا بدیر ایران کے ساتھ ایک فیصلہ کُن جنگ لڑنی پڑے گی۔ بویب کی جنگ کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم ایران پر فتح حاصل کر چکے ہیں لیکن وہ یہ کہتے تھے کہ اگر رستم کی قیادت نے ایران کا انتشار ختم نہ کر دیا ہوتا تو بویب کی جنگ فیصلہ کُن ثابت ہو سکتی تھی اور ہمارے لئے مدائن فتح کر لینا مشکل نہ ہوتا۔ لیکن اب ایران کے حالات یکسر بدل گئے ہیں۔ یزدگرد کی تخت نشینی کے بعد وہ بڑی تیزی کے